

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی نادر و نادر
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

کلیدِ مثنوی

حکیمُ الامّت مجددِ الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ علیہ

23

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس کو چسپی لیتے ہیں، مگر مضامین عالیہ معنی کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے، حضرت حکیمُ الامّت نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائلِ تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و آداب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

اِنَّ اِلٰهَنَا الْيَقِيْنُ اَشْرَفِيْنَ

سلسلہ معارف اشرفیہ جلد نمبر ۲۳

یعنی

ایک عظیم اسلامی انسائیکلو پیڈیا

دفتر پنجم جہد سوم

کلیدِ منشوی

جلد ۲۳

از حکیم الامتہ مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ



ناشر

ادارۃ تالیفات اشرفیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

حکایت در تقریر این سخن کہ چندیں گاہ گفتگورا آرمودیم ملتے
 ایس بات کو واضح کرنے کے لئے ایک حکایت کہ اپنے وقت ہم نے گفتگو کو آزمایا، کچھ مدت
 صبر خاموشی نیز بیاز ماہیم
 ہم خاموشی کے صبر کو بھی ہم آزماتے ہیں

اُس یکے را در قیامت زانتباه
 تنہی حاصل کرنے کیلئے قیامت میں ایک شخص کے
 سر سپہ جوں نامہ لئے تعزیر
 تعزیر کے ظنون کی طرح ایک پیشانی کا لٹھی
 جملہ فسق و معصیت اُس کیسری
 وہ پورا کا پورا فسق اور گناہ تھا

آپنہاں نامہ پلید و پرفال
 ایسا اعلان نہ ناپاک اور وبال سے بھرا ہوا
 خود ہم اینجانہ خود را بہیں
 اس جگہ خود اپنے اعلان کو دیکھو لے
 موزہ چپ کش چپ ہم درد کا
 بایں موزے، بایں جوئے کو بھی دکان میں
 چوں نباشی راست میل کی چپی
 جب تو دایاں نہیں ہے، بھولے دایاں ہے
 آنکہ گل را شاہد و خوشبو کنند
 وہ جو پھول کو محبوب اور خوشبو دار بنا دیتا ہے

ہر شامے را یمنی او دہد
 وہ ہر بایں کو دایاں بن دے دیتا ہے
 گر چہی با حضرت او راست تھا
 اگر تو بایاں ہے اُنکے دربار میں دایاں بننا

تو روا داری کہ ایں نامہ نہیں
 کیا تو مناسب سمجھتا ہے کہ یہ ذلیل اعلان نہ
 ایں چنیں نامہ کہ مظلم و جفا
 ایسا اعلان نہ جو ظلم اور زیادتی ہے ہر

در کف آمد نامہ عصیاں سیاہ
 ہاتھ میں لگا ہوں کا سیاہ اعلان نہ آگیا
 پُر معاصی متن نامہ وحاشیہ
 اعلان نہ کا متن اور حاشیہ لگا ہوں ہے پُر معاصی
 ہمجو دارا الحرب پُر از کافری
 دارا الحرب کی طرح کفر سے پُر تھا

دریمیں ناید در آید در شمال
 دایں ہاتھ میں نہیں آتا، بایں ہاتھ میں آتا ہے
 دست چپ شاید ایں یاد رکھیں
 وہ بایں ہاتھ کے لائق ہے ہا دایں کے
 آں چپ انیش پیشاں امتحاں
 تو آزمائے سے پہلے ہی انکو بایاں سمجھ لیتا ہے
 ہست پیدا نعرہ شیر و پی
 شیر اور بندر کا نعرہ واضح ہے
 ہر چہ را راست فضل او کند
 اُس کی مہربانی بایں کو دایاں کر دیتی ہے

بحر را مار مینے او دہد
 سمندر کو بہتا پانی وہ عنایت کرتا ہے
 تا بہ مینی دست برد و لطفش
 تاکہ تو اُس کی مہربانیوں کا ثب دیکھے

بلند از چپ در آید دریمیں
 بایں ہاتھ سے بلند کر دایں میں آئے؟
 کے بود خود در خود را ند دست راست
 دایں ہاتھ کے مناسب کہہ ہوگا

حکایت پہلے اشعار میں
 خاموشی اور صبر اختیار
 کرنے کی تلقین تھی۔ اس
 حکایت میں بھی خاموشی اور
 صبر کے ساتھ اعلان نہ پر
 غور کرنے کی ہدایت ہے۔
 تعزیر کسی کے مرتبہ پر
 تعزیر کا جو خط لکھا جاتا تھا
 اُنکے اطراف کو سیاہ کر دیا
 جاتا تھا، اب بھی اخبارات
 میں موت کی خبر کو سیاہ بوڈ
 کے اندر شائع کیا جاتا ہے۔
 دارا الحرب، وہ ملک جہاں
 کفر کے احکام جاری ہوں
 دریمیں، دایاں ہاتھ بابرکت
 ہے اچھا اعلان نہ دایں
 ہاتھ میں آئے گا۔

لے خود ہم۔ انسان کو ہم
 و خاموشی سے اپنے اعلان نہ
 پر اس دنیا میں غور کر لینا
 چاہئے۔ موزہ چپ، دکان
 میں موزہ اور چوتہ دیکھ کر
 پہننے سے پہلے ہی جان لیتے
 ہوا میں طرح اعلان نہ کو بیں
 از دست پہچان کر بہت
 جس طرح بندر اور شیر کی
 آواز جدا گانہ ہی اسی طرح
 اچھے برے اعلان نہوں کے
 آثار بھی جدا گانہ ہیں۔ غفلت
 الش کی قدرت میں ماہیت
 کو بدل دیتا ہے وہ جسے
 کو جلا بنا سکتا ہے۔
 لے ہر شامے، وہ ہر رات
 کو جلا میں تبدیل کر دیتا
 ہے۔ گر چہی، اگر انسان اُنکے
 لے نہیں ذلیل، قصہ
 پہلے بتاتا تھا کہ ظلم و جفا
 ہے پُر اعلان نہ دایں ہاتھ
 کے قابل نہیں اب بتاتا ہے
 کہ جہاں سے قوت اعضا
 نماز کے لائق نہیں ہیں۔

قصہ زاهد و زن غیور و جفت شدن زاهد با کنیزک پاکس ماند

زاهد اور فرستہ بیوی اور ناپاک لڑکی سے بہتری کرنا ایسا ہی ہے

کہ سخن گوید کہ حال او مناسب آں سخن و آں سخن مناسب

کہ کوئی شخص ایسا بات کہ کر اسکی حالت اس بات کے مناسب اور وہ بات اس کے

دعویٰ او نباشد چنانکہ کفرہ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَالِقُ السَّمَوَاتِ

وہوئے کے مناسب نہ ہو جیسا کہ کفارہ اور اگر تو ان سے دریافت کرے کہ آسمانوں

وَالْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ خد مت بٹ نہیں کروں و جان و

اور زمین کو کس نے پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے اللہ ہے جس کے بٹ نہ خدمت کرنا اور جان

و زرفد لئے او نمودن چہ مناسب باشد یا جانیکہ و اند کہ خالق

و جان کو اس پر قربان کرنا کیا مناسب ہوگا اس جان کیجے جو جاتی ہے کہ

سماوات و ارضین الہیت سمیعہ و بصیرہ حاضر

آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا سمیع اور بصیر حاضر

و مرآتے مستولے و عتوے الخ

نور نگاہی غائب اور فرستہ خدا ہے

رکشناک اندر حق اولیس غیور

انکے بارے میں ملک کرنا اللہ اور بہت جیڑھتی

دردن زاهد بد از مے آتے

زاهد کے دل میں اس کے عشق کی آگ لگی

با کنیزک خلوتش نگذاشتے

انکو تنہائی میں نہ لڑکی کے پاس نہ چھوڑنے

تا کہ شاں فرصت نیفتد و ز غلا

تا کہ انہیں تنہائی میں موقع نہ ملے

عقل حارس خیرہ سرگشت تب

نگہبان (بیوی) کی عقل ناکارہ اور تباہ ہوگئی

عقل کہ بود در قمر افتد خسوف

عقل کی چیز ہے چاند میں گریں آجاتا ہے

یادش آمد طشت در خانہ بد اس

اس کو طشت یاد آیا اور وہ گھوٹ تھا

طشت سیمیں را ز خانہ مایار

ہمارے گھر سے چاند کی کاٹھ لے آ

نادرے را بدی کے زن چھو حور

ایک ناپاک بیوی حدیسی تھی

تا کہ بد زن را کنیز مہوشے

کیونکہ بیوی کی ایک چاند بیسی لوند تھی

زن ز غیرت پاس شوہر داشتے

بیوی غیرت کی وجہ سے شوہر کی نگاہ نہ کرتی

مذتے زن شد مراقب ہر دورا

ایک مدت تک بیوی دونوں کی نگاہ نہ کرتی

تا در آمد حکم و تقدیر آک

یہاں تک کہ اللہ کا حکم اور تقدیر آجی

حکم و تقدیرش چو آید ہو قوف

انقطاع کے بغیر جب اس کا حکم اور تقدیر آئی

بود در حمام آں زن ناگہاں

وہ بیوی حمام میں تھی، اچانک

با کنیزک گفت رو میں مرغ وار

لڑکی سے کہا، خبردار! پرند کی طرح جا

تھو کہ انسان وہ

بات کہ جس کی تائید تھی

کا دل کر کے کفار زبان

سے خدا کے وعدہ کا اقرار

کرتے ہیں اصل یہ کہ کثرت

کے سامنے سہجے کرتے

تھے نادر۔ نادر سے مراد

وہ تھی ہے جس میں نہ

نہ ہو۔ ناکہ یہ پہلے شعر

کے دوسرے مصرع کی

فلت ہے۔ آتے یعنی وہ

زاهد شخص ہو پڑی پر عاشق

تھا۔ مراقب نگاہ۔

خلا خلوت، تنہائی۔

لہذا تقدیر اور حکم

خداوندی کے بالکل عقل

ناکارہ ہو جاتی ہے۔ خاص۔

نگاہ غیر خواہر ہو رہے ہیں۔

بغیر اطلاع خرچہ اور ہرزگی

طرح۔

اَل کُنیز کُنندہ شہزادوں میں شہید
 جب اُس کوئی نے یہ سنا انھیں جان پرگی
 خواجہ درخانہ مست خلوت میں لہا
 آقا گھر میں ہے اور اس وقت تنہائی ہے
 عشق شش سالہ کنیز کے راہ میں
 کوئی کی چھ سال سے یہ خواہش تھی
 گشتہ پڑاں جانب خانہ شتافت
 گھر کی جانب جلد دوڑ پڑی
 ہر دو عاشق راہچال شہوت
 دونوں عاشقوں کو شہوت نے ایسا غلہ کیا
 ہر دو باہم درخیزند از نشاط
 خوشی سے دونوں ایک دوسرے میں گھس گھس
 یاد آمد در زان زن را کہ من
 اس وقت بڑی کو یاد آیا کہ میں نے
 پندہ در آتش نہاد من بخوش
 میں نے خود روئی کو آگ میں رکھ دیا
 گل فرو شستہ از سر و پیر و بیاں
 سر سے بچی دھوئی اور بکراں پر دوڑی
 اَل رُحش جہاں دید و بیاں لیم
 وہ دل کے عشق سے دوڑی اور یہ خوف ہے
 سیر عارف ہر دمے تا تحت شہا
 عارف کی سیر ہر منٹ شاہ کے تحت تک ہو
 گرچہ زاہد را بُود روزے شکر
 اگرچہ زاہد کا ایک دن بھی غیبت ہے
 قدر ہر روزے ز عمر مرد کار
 کام کے انسان دمار کا ہے ہر دن کی خدا
 غفلتہا زیں سر بُود پیر و بیاں
 عقلیں اس جانب سے دروازہ کے باہر ہیں
 ترس موی نیست اندیش عشق
 عشق میں بال برابر (بھی) ڈر نہیں ہے

کو بخواجہ اس زماں خواہد رسید
 کہ وہ اسوقت آقا کے پاس پہنچ جائیگی
 پس اُوں شد موی خانہ شادمان
 تو خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑی
 کہ بیا بد خواجہ را خلوت خنیں
 کہ وہ آقا کو ایسی تنہائی میں پائے
 خواجہ را در خانہ خوش خلوت بیت
 آقا کو گھر میں اچھی تنہائی میں پایا
 کا حقیاط ویا در دستن نمود
 کہ دروازہ کی کڑی لگا اور امتیاز دیکھی
 جاں بجاں پیوست اندر ز احتیاط
 اُس وقت وصل سے جاں بجاں پیوست ہوئی
 چوں فرستادم در اسوئے وطن
 اُس کو وطن کی جانب کیوں بھیجا؟
 اندر افکندم فچ زرا ہمیش
 میں نے نرمی سے کو بھیڑ برائی دلدا
 در پے اُورفت و چادری کشید
 اس کے پیچھے روانہ ہوئی اور چادر کھینچی تھی
 عشق کو وہیم کو فراق عظیم
 کہاں عشق اور کہاں خوف، جہاں فرق ہے
 سیر زاہد ہر دمے یکروزہ راہ
 زاہد کی سیر ہر منٹ ایک دن کے راستہ پر ہو
 کے بُودیک روزا و خمیں الف
 اس کا ایک روز بیاس ہزار سال کا کہاں ہو سکتا ہو
 باشد از سال جہاں پیچہ ہزار
 زمانہ کے سال سے بیاس ہزار (سال) کی ہے
 زہرہ و دمہ ارب بدرد گو بدر
 وہم کا پتہ اگر پچھے تو کہہ نہ سہت جا
 جملہ قربانند اندیش عشق
 عشق کے مذہب میں سب قربان ہیں

اَل کُنیز کُنندہ شہزادوں میں شہید
 کہ کسی اپنے آقا سے چھ سال
 سے عشق خانہ اور تنہائی کی
 جہاں میں اس کو تنہائی کی
 سمجھ کر اس میں جا پڑی تھی
 اور اس خیال سے کہ آقا سے
 تنہائی میں ملے گی گھر کی
 جانب دوڑ پڑی۔
 اَل کُنیز کُنندہ شہزادوں میں شہید
 پہنچی تو آقا کو خلوت میں پایا۔
 وہ عشق میں دروازے کی
 کڑی لگا تا کہ شہزادہ خوش۔
 احتیاط میں چل چلا گیا
 گھر پہنچ کر وہاں آقا کا
 تنہائی میں جہاں بیاس ہزار
 سال کی روئی چھ سال کا
 دینا چاہی۔ یہ نہ تھا جتنی پہنچ
 تھی میں وہاں کی تھی جہاں کو
 کس صاف کرنے کے لئے نہیں تھی
 سر پہ لگا دی تھی۔
 اَل کُنیز کُنندہ شہزادوں میں شہید
 کی روش میں بہت فرق
 تھا۔ لی لی ڈر سے صباک
 رہی تھی اور کوئی عشق
 کی وجہ سے۔ سیر عارف۔
 یہی حال عارف اور زاہد
 کی سیر الی اللہ کا ہے عارف
 کی سیر عاشقانہ ہے اور
 زاہد کی سیر جہنم کے ڈر سے۔
 گرچہ زمانہ و مکان کا
 قبضہ اور ربط اللہ تعالیٰ
 کی قدرت میں ہے عارف
 کے لئے حقوق سا وقت نہیں
 کہ اس قدر وسیع ہو جائے
 ہے کہ وہ جس سے بڑا کام
 اس کو سروسے وقت میں
 کر دیتا ہے عارف کا ایک
 روز بیاس ہزار سال کی
 برابر جاتا ہے اور وہ
 قریب کے ان مقامات کو
 جو زاہد بیاس ہزار سال کی

ایں قش و دش ہست جبر و اختیار
یہ مثل پا اور خود آرائی جبر اور اختیار ہے

از و رای ایں دو آمد جذب یار
دوست کی کشش کان دونوں سے ہوا ہے

رسیدن زن بخانه و جدا شدن ز اہداز کینرک و رسوا شدن
بیوی کا کہیں پہنچ جانا اور زناہار کا لڑائی سے بیکار ہونا اور رسوا ہونا

چون رسد آن زن بخانه در کشاد

جب بیوی پہنچی اُس نے گھر کا دروازہ کھولا

آن کینرک جست آشفته ز ساز

وہ لڑائی پریشان حال ساز (صدا) سے بے جاگ

زن کینرک را پر و لبہ بدید

بیوی نے لڑائی کو پریشان حال دیکھا

شوی خود را بدید قائم در نماز

اُس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا

شوی را بر داشت و اسن بخاطر

اُس نے بے کفایت شوہر کا دامن ہٹا دیا

از ذکر باقی نطفہ می چکبید

شرعاً سے باقی نطفہ تک رہا تھا

بر سرش زد سی و گفت مہیں

میں نے اس کے سر پر پتھر مارا اور بولنے لگا

لائق ذکر و نماز ست ایں ذکر

یہ شرمگاہ ذکر (خداوندی) اور نماز کے لائق

نامسید ظلم و فسق و کفر و کیں

ظلم اور فسق اور کفر اور کینہ سے بھر پورا آسمان

گر چہ سی گہرا کایں آسماں

اگر تو کھڑے دیانت کرے کہ یہ آسمان

گویدا کیں آفریدہ آں خداست

وہ کہہ گا کہ یہ اس خدا کا پیدا کیا ہوا ہے

کفر و فسق و اتم بسیار او

اس کا کفر اور فسق اور بے ایمانی

ہست لائق چہیل قرار ست

وہ ہے افراد کے ساتھ کیا مناسب ہے

بانگ در در گوش ایشان رسد

دروازے کی آواز ان کے کان میں پڑی

مرد بر جست و درآمد در نماز

مرد کھڑا اور نماز میں لگ گیا

در ہم و آشفته و زنگی مرید

گڑبڑ اور برہم اور حیران اور سرکش

در گمان افتاد زن راں اہتزاز

اس حرکت سے بیوی مضربیں بڑھتی

دید آلودہ منی خصیہ و ذکر

خفیہ اور شرمگاہ کوئی سے سنا ہوا دیکھا

ران و زانو گشت آلودہ و ملید

ران اور زانو آلودہ اور ناپاک ہو گئے تھے

خصیہ مرد نمازی باشد ایں

نمازی انسان کے خبیثے ایسے ہوتے ہیں

و ایں چنین ران و زمار پر فذر

اور ایسی گندی ران اور شرمگاہ

لائق است انصاف اندیشیں

انصاف کر، دائیں ہاتھ کے لائق ہے

آفریدہ کیست پس خلق جہاں

اور جہاں کی مخلوق پس کی پیدا کی ہوئی ہے

کا فریش بر خدائیش گواست

جس کی خدائی پر اس کی مخلوق گواہ ہے

ہست لائق چہیل قرار او

اُس کے ایسے اعتبار کے مناسب ہے

آن ضیعتہا و آن کردار کا ست

وہ رسوائیاں اور گھٹیا کام

فتقن ہ غوی کے

پیر کا شا پار و جنت آرائش

فتقن و زین سے جبر و اختیار

نذوم مراد ہے، عشق سے

ہند پیدا ہوتا ہے اور ہمت

جبر و اختیار سے ہوا ہے۔

کلمہ چون رسید۔ لی لی نے

گھر پہنچ کر دروازہ کھولا جس

کی آواز آقا اور لڑائی تک

پہنچی۔ جزو آقا اپنی حالت

چھپانے کے لئے نماز کی نیت

باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شوق۔

لی لی نے لڑائی کو پریشان

حال دیکھا اور آقا کا گھر

دیکھا تو بی کشش ہو گئی

اور صبح صوبت حال نہاں

سکی۔

لے باتیں میں کھلی ہاں

پر عرش۔ لی لی نے آقا کے

سر پر دست مارا۔ تمہیں۔ بول۔

ناہم تو ظلم جس طرح انسان

کا انجام تو ہے آلودہ دین

نماز کے لائق نہیں ہے ہی

طرح بڑا امانت داریں؟

کے لائق نہیں ہے۔

کلمہ کہ جس۔ کانہ سے اگر

دریافت کیا جائے کہ کس

اور زمین کو کس نے پیدا کیا

تو زبان سے ہی کہے ہو کہ

فِعْلٌ أَوْ كَرِهَ دَرِغَ اَنْ قَوْلًا

اس کے من نے اس کی بات کو جھٹلایا
پس دروغ آمد ز ستر پای او

وہ سرے پاؤں تک ایسا جھٹلاتا ہوا
روزِ محشر ہر نہاں پیدا شود

محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائیگی
دست و پا بدید گواہی بایاں

انکے اقدار پاؤں وضاحت کیسہ گواہی دے

تا شد اولاً لائق عذاب و ہول را

یہاں تک کہ وہ عذاب اور ذرا کا سخت ہو گیا
کہ اگر شرش دہم اے طای او

کہیں اس کی شرع کروں قرآن پر انصاف
ہم ز خود ہر مجرمے رسوا شود

ہر خطا کار خود رسوا ہو جائے گا
برفساد او بہ پیش مشتقان

خدا کے سامنے اس کی خرابی پر

دست گوید من جنیں دزدیدہ ام

باتو کہے گا میں نے اس طرح چوری کی ہے
پای گوید من شد تم تا منی

پاؤں کہے گا میں تمہارے ساتھ گیا ہوں
چشم گوید کہ وہ ام غمزہ حسام

آنکھ کہے گی میں نے حرمِ اشرارہ کیل ہے
پس دروغ آمد ز ستر پای خویش

تو سرے پاؤں تک جھٹلاتا ہے
آہنجاں کہ در نماز با فروغ

جس طرح پُر نور مساز میں

پس چنباں کن فعل کل خم و زلہا

تو ایسا من کر کہ خود بغیر زبان کے
تا ہمہ تن عضو عضو تو اے پیر

اے جیٹ! تاکہ تیرا عضو عضو
رفتن بندہ پئے خواجہ گواست

غلام کا آقا کے پیچھے چلتا ہوا ہے
گر سیر کر دی تو نامہ عمر خویش

تو اگر تو نے اپنی زندگی کا نامہ تیار کر لیا
عمر گر گذشت بخش ایندم ست

اگر جو گزر گئی ہے اس کی جڑا بھی ہے

لب گوید من جنیں بوسیدہ ام

ہونٹ کہے گا میں نے اس طرح بوسہ دیا ہے
فرج گوید من بگردستم زنا

شرع کہے گا میں نے زنا کیا ہے
گوش گوید چیدہ ام سوا کلام

کان کہے گا میں نے بڑی بات چنی ہے
کہ درویش کردم بعضے خویش

کیونکہ اس کے اعصاب نے اس کو جھٹلایا
از گواہی خبیثہ شد زرقش دروغ

خبثہ کی گواہی سے اس کا کو جھٹلاتا ہوا ثابت ہو گیا

باشد آشنہ بد گفتن و عین بیباں

آشنہ بد کہنا اور بدینہ بیباں ہے
گفتہ باشد آشنہ بد اندر رفع و ضر

رفع اور نقصان میں آشنہ بد کہہ دے
کہ منم محکوم و ایس مولائے ماست

کہیں محکوم ہوں اور یہ میرا آقا ہے
تو بد گون ز آہاں کہ روستی تو پیش

جو تو نے پہلے کیا ہے اس سے توبہ کر لے
آب تو بیاش وہ اگر او بے تم ست

اگر وہ خشک ہے انکو توبہ پانی دے

تھے فعل اور۔ وہ کا فر جس

لاصل اس کے قول کو جھٹلایا

ربا ہے وہ یقیناً عذاب کے

لائق ہے۔ روزِ محشر محشر

کے دن ہر ذل کی بھیجی اس

کا ہر وہ جو جانے گی خود مجرم

کے ہاتھ پاؤں اس کے

غلاف تمام ہاتھ پاؤں ہر

کر دیں گے۔

لے فتن۔ آرزو میں۔ غمزہ۔

اشارہ۔ ہوا کلام۔ بڑی بات۔

آہنجاں جس طرح زنا کرتا

کے اعضا نے اس کے ناز

پڑھے کو جھٹلایا اس طرح

قیامت میں ہر گنہگار کے

اعضائے بدن کو جھٹلادیں گے۔

پتیں۔ ایک مسلمان کا فرض جو

کرم کا فعل خود غلام کا قرار

ہی جائے۔

لے رفق۔ غلام کا آقا کے

پیچھے چلتا غلامی کا فرقہ ہے۔

گرتے۔ اگر فسان گنہگار ہے

تو اس کو جھٹلی کر توبہ کر لینی

چاہیے۔

بخی غمّت را بدہ آب حیات
 اپنی عمر کی جز میں آب حیات ڈال دے
 جملہ ماضیہا ازیں نیکو شوند
 سب گذشتہ اس سے بھلا ہو جائے گا
 سینات را مبتدل کرد حق
 انشاء اللہ نے تیرے گناہوں کو تبدیل کر دیا
 خواجہ رتوبہ نصوحی خوش بین
 اے خواجہ! نصوح والی توبہ پر عمل کر
 شرح ایں توفیہ نصوح ازین فتو
 اس شخص کی توبہ کی شرح مجھ سے سن لے

تا درخت عمر گردد با ثبات
 تاکہ تیری عمر کا درخت جم جائے
 زہر پارینہ ازیں گردد چو قند
 گزشتہ زہر اس سے نشکر بن جائے گا
 تا ہمہ طاعت شود آں با سبق
 تاکہ وہی سب عبادت بن جائے
 کوشش کن ہم بجان و ہم بتی
 جان اور ہم سے بھی کوشش کر
 بگر و بدستی ولے از نو گردو
 تو اس کا، گردیدہ ہے لیکن از سر نو گردو دینا

سچہ عمر انسان کو خیال
 نہ کرنا چاہیے کہ آخری عمر میں
 توبہ کیا ہے درخت کے
 پتے اگر غمّی ہیں اور جس
 درخت کی درگاہ پانی پانا
 توفیہ ہوتا ہے جملہ ماضیہ
 اگر نیکو کار بن جا کہے تو سن
 کی پہل غلطیوں صرف سنا
 نہیں بلکہ نیکوں میں تبدیل
 ہو جاتی ہیں۔

شرح

اس مضمون کی سرخی ”حکایت در تقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ
 گفت گور از مودیم مدتے صبر و خاموشی نیز بیازانایم“ ہے
 مگر بظاہر نہ اس سرخی کو مضمون سے ربط ہے اور نہ مضمون لاحق کو مضمون سابق سے
 جو کہ آخر ربیع ثانی میں گزرا ہے لہذا ضرورت ہے کہ وجہ ربط بیان کیا جائے محشین نے
 جو کچھ اس کے متعلق لکھا ہے اس کی تفصیل یہ ہے ایک صاحب کہتے ہیں۔ وجہ تقریر
 ایں سبت کہ چون در قیامت چٹاں و چین ادا خواہد داد۔ باید کہ انچہ بالائے ایں سرخی
 حضرت مولانا قدس سرہ نصیحت فرمودہ اند بر آں عمل مناسبت انتھی۔ ولی محمد نے لکھا
 ہے ربط ایں حکایت با بیات سابقہ است کہ چند گاہ ہے بے لب بے گوش شو۔ تا انچہ
 کہ چند گفتم نظم و نثر دراز... فاش الخ بمناسبت بیت آئندہ سے گہ چپی با حضرت
 او راست باش الخ انتھی۔ محمد افضل نے لکھا ہے۔ بمناسبت ایں عنوان با انچہ
 بعد ازین مذکور است۔ بایں دستہ دست کہ چنانچہ حالت اعمال زشت را باید کہ نامہ
 خود را ہم درینجا بہ بند۔ و ایں امید کہ نامہ او بدست راست خواہد آید ندارد چہنیں
 صاحب گفت گور را باید کہ گفت گوی خود را از مودہ صبر و خاموشی گزیند۔

یونہی کھلے ہیں اس حکایت مربوط بایات بالاست کہ چند گاہے بے لب الہ
 ہا ایں بیت چند پختی تلخ و تیز و شور و کز الہ ... بمناسبت ابیات آئندہ کہ آنکھ
 گل را شامد و خوشبو کند الہ تا آنجا کہ گر چہ ... با حضرت اور است باش انتہی۔

مگر میرے نزدیک محشی اول کا بیان زیادہ اقرب ہے لیکن وہ محل ہے اسلئے
 اس کی توضیح کرتا ہوں۔ حکایت سے مراد صرف بیان واقعہ ہے نہ کہ
 قصہ افسانہ۔ کما ہوا نظر۔ لانا رحمہ اللہ لم یبین القصہ۔ اور مطلب عنوان یہ ہے
 کہ اب ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جسے مضمون چند گاہے بے لب بے گوش باش
 آخر سرخی کی بھی تاکید ہو جائے گی کیونکہ اسی مضمون کا حاصل یہ تھا کہ تم اپنی اصلاح کر لو۔
 اور اس واقعہ سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ جس کو ہم نے سے خود ہمیں جانا مر خود را بہیں
 سے کیا ہے واللہ اعلم۔

یہ گفتگو تو سرخی کے متعلق تھی اب حل ابیات سنو۔ کہ قبر سے اٹھنے کے
 بعد قیامت میں ایک شخص کے ہاتھ میں گناہوں سے پر اور سیاہ نامہ اعمال آئے گا وہ اوپر
 سے سیاہ ہوگا جیسے تعزیت کے خطوط سیاہ ہو کرتے ہیں۔ سرنامہ کے سیاہ ہونے
 سے حقیقت مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ نہایت موجب الم ہوگا۔
 اور تن اور حاشیہ تمام گناہوں سے سیاہ ہوگا اور جس طرح دار الحرب کفر سے بھرا ہوتا
 ہے یوں ہی وہ سراسر بدکاری اور گناہ سے پر ہوگا۔ رہی یہ بات کہ وہ کون سے ہاتھ میں
 آئے گا۔ سو اسکی بابت یہ ہے کہ ایسا ناپاک اور گناہ سے پر نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں
 نہیں آسکتا۔ لہذا بائیں میں آئے گا۔

یہ تو ایک واقعہ تھا اب تم اس سے عبرت حاصل کرو اور اپنے نامہ اعمال کو دنیا
 میں ہی دیکھ لو کہ وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے یا دائیں کے۔ شاید تم کہو کہ جب تک ہاتھ
 میں نہ آئے اس وقت تک ہم کہتے جائیں اسلئے ہم کہتے ہیں کہ تم دکان کے اندر ہی
 بدوں پاؤں میں ڈالے جان لیتے ہو کہ یہ نایاں موزہ اور بایاں جوتا ہے اور بائیں پاؤں کا ہے
 یوں ہی نامہ اعمال کی حالت ہو سکتی ہے اور حقیقت صورت اسکی یہ ہے کہ تم اپنی حالت

کا اندازہ کر دو کہ ہم دائیں میں یا بائیں - یعنی ہماری حالت حق سبحانہ کے مرضی کے موافق ہے یا خلاف اگر موافق نہ ہو تو کچھ لو تم بائیں ہو اور تمہارا نامہ اعمال تمہارے بائیں ہاتھ کے لائق اور اپنی بھلائی اور برائی کا حال معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں - بجھے اور بروں میں یوں ہی امتیاز ہے جیسے شیر اور بندر کی آوازوں میں — اگر تم محاسبہ بعد بائیں یعنی برے ثابت ہو تو مایوس نہ ہو - کیونکہ جو ذات کامل الصفات مٹی کو معشوق اور خوشبودار کرتے ہیں وہی اپنے فضل سے بائیں کو دایاں یعنی برے کو اچھا کر سکتے ہیں وہ ہر برے کو اچھا کر سکتا ہے اور پتھر کو آب جاری عطا کر سکتا ہے - پس اگر تم بائیں اور برے ہو تو مایوس نہ ہو حق سبحانہ کے ساتھ اپنا معاملہ ٹھیک کر لو - پھر اس کے الطاف کی سخاوت دیکھنا کہ وہ تمہیں کیا سے کیا کر دیتے ہیں اور جب تک حق سبحانہ کے ساتھ معاملہ ٹھیک نہ کیا جائے اس وقت تک اسکی توقع رکھنا کہ ہمارا نامہ اعمال ہمارے دائیں ہاتھ میں آئے گا -

اچھا تم ہی بتلاؤ فضول ہے کیا تم جائز رکھتے ہو کہ یہ دلیل نامہ اعمال جو اس وقت ہے بائیں ہاتھ کو چھوڑ کر دائیں ہاتھ میں آجائے ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ نامہ اعمال جو کہ ظلم و جفا بر نفس خود و بر خلق خدا سے پُر ہے — دایاں ہاتھ اس کے قابل نہیں ہو سکتا — اس مضمون کی تائید کے لئے اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں - اچھا سنو!

ایک زاہد کے ایک عورت کی مانند خوب صورت بیوی تھی جو کہ اس کے بارہ میں نہایت رشک کرنے والی اور بہت خیرت دار تھی وجہ اس رشک وغیرت کی یہ تھی کہ اس عورت کے پاس ایک ماموش کینزک تھی اور زاہد کے دل میں اسکی عشق کی آگ لگ رہی تھی وہ عورت رشک کے سبب اپنے شوہر کی نگرانی کیا کرتی اور کینزک کے ساتھ خلوت میں اُسے نہ چھوڑتی - ایک عرصہ تک وہ دونوں کی نگرانی کرتی رہی تاکہ انکو خلوت میں صحبت کا موقع نہ ملے تا آنکہ حکم و تقدیر الہی آپہنچی اور عقل زن جو کہ ان کی نگرانی کرتی تھی بیہوشہ اور برباد ہو گئی اور بڑا بھی چلتے کیونکہ جب بیکایک حکم و تقدیر الہی آتی ہے تو عقل تو بوجہ بزرگوں اس کو لائق سمجھ کر جلد میں بھی گھن گئے تاہم اس کا نور نازل ہو جاتا ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ ایک روز وہ عورت حمام میں تھی کہ دفعہً سکو طہشت یاد آیا اور وہ طشت گھرنے لگی تھی اُس نے ٹوٹتی جگا کر اری و در کر جا اور

خوف کے کہ وہاں سینکڑوں معاون ہو سکتے ہیں۔ پسے رفتار مع العادات اور رفتار بدل عواقب میں کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ ایک درجہ تو عشق و خوف کے درمیان فرق کی یہ تھی۔ دوسری وجہ فرق یہ ہے کہ عشق و صف خداوندی ہے برخلاف خوف کے کہ وہ بندہ کا وصف ہے جو شکم پروری اور شہوت رانی میں منہمک ہے۔

رہی یہ بات کہ عشق و صف خداوندی ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ، قرآن پاک میں فرماتے ہیں **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** پسے جب تم قرآن میں **يُحِبُّونَهُ** پڑھو تو جستجو میں **يُحِبُّوهُ** تک ہی پہنچو جس میں حق سبحانہ نے محبت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اسکا اپنا وصف بتلایا اسکی ثبات ہوا کہ محبت و عشق صفت حق سبحانہ ہے اور ظاہر ہے کہ خوف حق سبحانہ کی صفت نہیں ہو سکتا۔ پسے کجا و صف حق سبحانہ اور کجا و صف عبد جو کہ مشیت خاک ہے اور کجا و صف حادث اور کجا و صف پاک از حدوث۔ دونوں میں زمین آسمان کا تفاوت ہے۔

یہ اجمالی بیان ہے عشق کی فضیلت کا۔ لیکن اگر میں اس کی تفصیل کروں اور برابر کرتا رہوں تو سینکڑوں جماعتیں گزر جائیں اور اس کا بیان ختم نہ ہو۔ یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے کیونکہ زمانہ قیامت کے لیے ایک حد ہے اور عشق نامحدود ہے کیونکہ وہ صفت حق سبحانہ ہے اور صفات حق سبحانہ نامحدود ہیں پسے بیان عشق نامحدود ہو گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ عشق کے پانچ سو پر ہیں اور ہر پر عرش سے تحت الثرائے تک ہے اور عرفان پرروں سے اُڑتے ہیں۔ پسے تم خیال کرو کہ مبتلائے خوف زاہد تو پیدل چلتا ہے اور عشاق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز رفتار ہیں اور جبکہ وہ اہل حق میں پرکھل کر اڑیں اور عشق سے اس راہ کو قطع کریں تو بجلی اور ہوا کی مجال نہیں ہے کہ ان سے لگا دکھا سکیں ایسی حالت میں یہ خائف لوگ عشاق کی برابری کیونکر کر سکتے ہیں۔ یہ تو ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے کیونکہ در عشق میں تو وہ قوت ہے کہ آسمان کو زمین بنا دیتا ہے یعنی جتنے میں اور لوگ زمین سے قدم اٹھائیں اتنی دیر میں عشاق آسمان پر پہنچ جاتے ہیں۔ پسے عابدین بالخوف عشاق تک کیسے پہنچ سکتے ہیں ہرگز نہیں ہاں ان کے عشاق ہم پہنچنے کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ عنایت و فضل خداوندی ان کے شامل حال ہو جائے۔ اور وہ ان کو کہے کہ اس جہاں اور اس رفتار کو

خیر باد کہو اور اپنے قش و دش کو چھوڑ دو۔

اس صورت میں وہ بھی عشاق کے ساتھ ملتی ہو جائیں گے کیونکہ اب وہ اصل بحق سبحانہ ہو گئے ہیں۔ قش و دش سے ہماری مراد جبر و اختیار ہے اور اس کے سوا جو دش ہے وہ جذب حق سبحانہ ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ بھی عشاق کے ساتھ ملتی ہو سکتے ہیں اور اس کی یہ ہے کہ بفضل حق سبحانہ ان کو فنا کا مرتبہ حاصل ہو جائے اور وہ اپنی ذاتی روش سے خواہ وہ باعقاد جبر ہو یا باعقاد اختیاراً طے منازل نہ کریں بلکہ مجذب حق سبحانہ چلیں خیر یہ مضمون تو استطاردی تھا اب سنو کہ جب وہ عورت مکان پر پہنچی ہے تو اس نے دروازہ کھولا اور دروازہ کے کھلنے کی آواز ان کے کانوں میں پڑی اس پر کمینک حالت پریشانی کو دیکر آغوش خواجہ سے الگ ہو گئی اور مرد نے کوہر نماز کی نیت باندھ لی۔ جب عورت نے تو اس کی کمینک کو دیکھا کہ حستہ حال اور پریشان اور متعجب ہے اور اپنے شوہر کو دیکھا کہ کھڑا ہوا باز پڑھ رہا ہے اور ایک قسم کا لرزہ سا اس پر طاری ہے اس حرکت سے عورت کو شبہ ہو گیا اس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن اٹھایا اور دیکھا کہ خضیا اور ذکر منی سے لقمہ بے ہوئے ہیں اور عضو تناسل سے منی کا بقیہ حصہ ٹپک رہا ہے۔ رانیں اور گھٹنے منی میں لقمہ کرنا پاک ہو گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے اس کی ایک چپٹ لگایا اور کہا کہ پاجی نمازیوں کے خضیہ ایسے ہی ہوتے ہیں؟ اور یہ عضو تناسل اور یہ نلپاک رانیں اور عانہ ذکر الہی اور نماز کے قابل ہے۔

یہ تو قصہ تھا۔ اب ہم تم سے پوچھتے ہیں انصاف سے کہنا کہ جو نامہ اعمال ظلم فسق کفر اور عداوت وغیرہ معاصی سے پر ہو کیا وہ دائیں ہاتھ میں آنے کے قابل ہے ہرگز نہیں اگر تم کا فسق پوچھو کہ یہ آسمان اور مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے تو وہ یہی کہے گا کہ اس خدا کی پیدا کی ہوئی ہے۔ جس کی خدائی کی شہادت خود یہ پیدا کرنا دیتا ہے کہا قال اللہ تعالیٰ ذَلِكُمْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللہ۔ اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اس کا کفر اور فسق اور ظلم بے حد کیا اس کی اس اقرار کے مناسب اور وہ رسوائیاں اور بد فعلیاں کیا اس کی اس کچے اقرار کے لائق ہیں کبھی نہیں۔ ایسے اس کا فعل اس کے قول کا

مکذیب ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عذاب ابدی اور خوف شدید کا سحر ہے۔ الحاصل اس کے سراپا سے اس کا جھوٹ ثابت ہے۔ اگر میں اس کی تفصیل کروں تو اس کی بڑی خرابی ہے کیونکہ اس میں اس کی بہت رسوائی ہے لہذا میں اس کی تفصیل کو چھوڑتا ہوں اسکی یہ تو معلوم ہو کہ اسکی تکذیب خود اعضا کرتے ہیں مگر یہ تکذیب دنیا میں مخفی ہے جس کو ہر ایک نہیں جانتا۔ مگر قیامت میں مخفیات کا ظہور ہوگا اور ہر مجرم خود اپنے کو رسوا کرے گا کیونکہ اسکا ہاتھ پاؤں حق سبحانہ کے سامنے اس کی خرابی کی صاف صاف شہادت دیں گے مثلاً ہاتھ کہے گا کہ میں نے فلاں شے چرائی ہے ہونٹ کہے گا کہ میں نے فلاں کو چوما ہے، پاؤں کہے گا کہ میں مطلوبات نفس تک چلا ہوں۔۔۔۔۔ پیشاب گاہ کہے گی کہ میں نے زنا کیا ہے آنکھ کہے گی کہ میں نے ناجائز اشارہ کیا ہے کان کہے گا کہ میں نے بڑی باتیں سنی ہیں۔

غرض کہ اس سراپا سے اس کا جھوٹ ثابت ہوگا کیونکہ اس کے اعضاء خود اسے جھٹلیں گے اور اس کا مکروہوں ہی جھوٹ ثابت ہوگا جیسا کہ بارہ فی نماز کے باب میں زاہد کے حصیوں سے اس کا فریب اور جھوٹ ثابت ہوا تھا۔ جب حالت یہ ہے تو اب تم کو ایسے کام کرنے چاہئیں جو کہ بدوں زبان کے اشدہ کہنا اور عین بیان ہوں یعنی تم کو ایسے کام کرنے چاہئیں کہ وہ تمہاری ... اشہدان لا الہ الا اللہ مصدق ہوں اسلئے وہ خود بجائے خود توحید کی شہادت ہوں تاکہ اس طرح تمہارا ہر عضو ہر حالت میں توحید کا شاہد بن جائے۔

دیکھو! غلام کا اپنے قاتل کے پیچھے چلنا شہادت ہے اس بات کی کہ میں غلام ہوں اور یہ آقا۔ پس سے یوں ہی تم خدا کی الوہیت کے اپنے افعال سے شہادت۔ اور اگر اب تک تم نے اپنے افعال ناشائستہ سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا ہے تو خیر اب بھی کچھ نہیں گیتا تم اپنے گزشتہ افعال سے توبہ کر لو۔ اور اگر تمہاری عمر گزر گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے۔ ہمنوز اس کی جسٹ موجود ہے اسے ترقی دے دو اور اگر اس میں تری نہیں ہے تو توبہ کے پانی سے اسکو سپر جو یعنی اپنے عمر کی جسٹ کو توبہ کا آب حیات دو۔ تاکہ تمہاری عمر کما درخت پائیدار ہو جائے تمہاری اسٹقت توبہ کرنے سے تمہارے تمام افعال گزشتہ حسنات ہو جائیں گے اور جو برتر تم پیشتر کھا چکے ہو۔ توبہ سے وہ اب تمہارے مثل ہو جائے گا یعنی حق سبحانہ تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے

بدل دیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری افعال گذشتہ تمام نیکیاں بن جائیں گی مثلاً
 پہلے تم نے زنا کیا تھا اور اب تم نے اسکی توبہ لی۔ تو وہ گناہ تو مٹ گیا اور توبہ کی۔ نیکی اسکی
 جگہ لکھی گئی۔ اس طرح گویا کہ وہ زنا اب نیکی ہو گیا۔ دیکھو! پس تمہارا نامہ اعمال جو گناہوں سے
 پر تھا۔ اب نیکیوں سے بھر جائے گا (یہ معنی ہیں تبدیلی سیئات کے اور یہ مراد نہیں ہے
 کہ گناہ خود نیکیاں بن جائیں گے۔ فافہم) پس تم نصوص کی سی اچھی توبہ کرو اور آئندہ
 کے لیے جان اور جسم و دھن سے طاعت میں کوشش کرو۔ اب ہم تم سے نصوص کی توبہ کا قصہ
 بیان کرتے ہیں تم اسکو سناؤ اور گو تم کو بیشتر سے ایمان حاصل ہو مگر اس کو سنکر نئے سرے سے ایمان لاؤ



حکایت بیان توبہ نصوح کہ چنانکہ شیرازستان بیرون آید
نصوح کی توبہ کے بیان میں حکایت کہ جس طرح درود پستان سے باہر آتا ہے تو
باز در پستان فرود آئے تو یہ نصوحی کردہ ہر گز ازاں گناہ یاد
پستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی توبہ کر لی وہ گناہ کر دہشت
نکندہ بطریق رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و اس
کے تصور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لمحہ اس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت
نفرت دلیل اس باشد کہ لذت قبول یافت اس شہوت
اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اس نے (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل کر لی ہے

اول بے لذت و اس بجائے آں نشست

دو شہوت اول بہ لذت جی اور یہ اس کی جگہ بیٹھ گئی
بہر عشق راجز عشق دیگر چرایاے نگیری زو نکوتر
عشق کہ عشق کے جاگوں چیر نہیں مانتی ہو تو اس سے بہتر عشق کیوں نہیں بنایا

و آنکہ دلش باز بدائ گناہ رغبت میکند علامت آنت
اور جس کا دل پھر اس گناہ کی طرف رجعت کرتا ہے یہ اس کی علامت ہے کہ اس کو
کہ لذت قبول نیافتہ است قبول بجائے آں لذت گنا
(توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل نہیں ہوئی ہے اور توبہ میں اس گناہ کی نشہ کی بگڑ
نشہ است فسئیسیر للفسری نشہ است لذت
نہیں ہمیشہ ہے اور وہ انکو ہم مقرب بہوت سے آسانی دینگے۔ (کا مصداق نہیں بناؤ)

فسئیسیر للفسری باقیست برے پس مہیا گردیم مراد
"پس ہم اس کو تنگی کی بہوت دہینگے" کی لذت اس کے لئے جاتی تو ہم اس کیلئے دہینگے

را برائے صفتے کہ اورا بدوزخ برد

بہت کریں گے جو اس کو دوزخ میں سے جائیگیل

لے توبہ کی توبہ ہے
توبہ والی اللہ کو بخشا
یہی اللہ تعالیٰ سے عطا
توبہ کر دہ گناہ نصوح کر
ایک شخص زندہ یا جس نے
جو توبہ کی اس کو توبہ نصوح
فرماتے ہیں توبہ نصوح جو
شخص نصوح والی توبہ کر لیا
ہے اس سے اس گناہ کا رو
صادر ہوتا اور اس کی حالت ہے
بیساکہ وہ دہ گناہ سے
باہر آتا ہے کہ ہر گناہ میں
نفسا۔

لے بہر عین عشق و عشق
ہی کاٹ ملکہ ہے اک لکاس
عشق کا عشق نالہا ہے
تو دوسرے عشق سے عشق
بیکار لے آں نفرت گناہ
سے توبہ کرنے کے بعد گناہ
گناہ سے نفرت ہوتی ہے تو
یہ توبہ کے قبول ہونے کی
علامت ہے۔

لے توبہ کی توبہ ہے
توبہ کر توبہ کے توبہ کے
توبہ کی توبہ کی توبہ کی
توبہ کی توبہ کی توبہ کی
توبہ کی توبہ کی توبہ کی

لے توبہ کی توبہ ہے
شخص کو توبہ کو توبہ کر دہ
توبہ کی توبہ کی توبہ کی
توبہ کی توبہ کی توبہ کی
توبہ کی توبہ کی توبہ کی
توبہ کی توبہ کی توبہ کی

بدر زلالی زناں اورا فتوح

عورتوں کو دھام دی، لکھے ہے اس کی آمدنی تو
مردی خود را چیسکر د او نہاں
اس نے اپنا مردانہ پن چھپ رکھا تھا
دروغا و حیلے بس چالاک بود
دغا بازی اور دھاری میں چالاک تھا

بود مردی پیش ازین انش نصوح

اب سے پہلے ایک مرد تھا جس کا نام نصوح تھا
بود روی او چو خسار زناں
اس کا چہرہ عورتوں کے چہرے کی طرح تھا
اوہ مجتہم زناں و لاک بود
وہ عورتوں کے تمام میں انہیں کرنے والا تھا

تو آہوس۔ وہ عورتوں کے بدن میں کرکروانہ لخت میں کرتا تھا۔ چادر باس زمانہ پہنتا تھا نہیں جس کی مراد شہرت کل حق۔
 گئے وغیرہ۔ جس غلام میں شہزادوں پہلے آنے کو۔
 تو بہا نصیر نے جس کام سے کوئی ارتہ کی تھی وہ تو بہر نامزد رہا۔ زکرت نصیر نے اس ماف سے ہوئی کہ فرانس کی وہ ماف جس کے گاہ سے واقف تھا کیسے جس سے ظاہر کیا۔

گئے پریش۔ ادبیا و قریں کی قلبی کلیات سے واقف ہو جاتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ ہرگز جو شخص سرا سے واقف ہو گا وہ جس کے منہ پر قفل لگ جائے گا۔
 لے زکرت۔ جس مانگنے کہا نصیر جس گاہ سے خود واقف ہے خدا جیسے جسے تو بہ کرنے کی توفیق دے۔
 در بیان۔ ادبیا و قریں کو ان سے پورا قرب حاصل ہوتا ہے تو ان کا اعتقاد ہے سے وہ ماکر ایسا ہی ہے جیسے خود خدا ہے اسے دعا کرے تو اس کی قبول نہ ہونے کے کوئی حق نہیں ہیں۔
 گنت۔ حدیث قدس ہے انہی نے لے زکرت واجب کیا انسان نوافل کے نزدیک بھی سے زکرت حاصل کر لیتا ہے تو اس انسان کے اعضا بن جاتا ہیں۔ وہاں تک کہ حصہ کے کوئی بھیکے کو ان سے انہی نے اپنا پیکار کر لیا۔

ساہا میسر کرد و لنگی و کس
 اس نے ساہوں میں جو بیٹہ کیا اور کوئی
 زانکہ آواز خوش زن وار بود
 کیونکہ اس کی آواز اور چہرہ زنا نہ تھا
 چادر و سر بند پوشید و نقاب
 اس نے چادر اور سر بند اور نقاب پہن لیا تھا
 دختران خسرواں رازیں طریق
 اس طریق پر بادشاہوں کی لڑکیوں کو
 تو بہا می کرد و پادری کشید
 وہ بہت تو بہ کرتا اور پیچہ شہا
 رفت پیش عارفی آن زشت کار
 وہ بدکار ایک عارف کے پاس گیا
 ستر او دانست آن آزاد مرد
 وہ آزاد مرد اس کا راز جان گیا
 برکش قفل مست و در دل راز با
 اس کے جہت پڑتا ہے اور دل میں رہا
 عارفان کہ جام حق نوشیدہ اند
 وہ عارف جنہوں نے اشرفان کا باہا لیا
 ہر کرا اسرار حق آموختند
 جی کہ اشرفان کے راز بتائے گئے ہیں
 مست خندید و بگفت اکب زبنا
 وہ خندتا اور کہتا اور کہا اسے بد اسل

تو نیر داز حالت اس بواہوس
 اس بواہوس کی حالت سے باہر نہ ہوا
 یک شہوت کامل و میلار بود
 ایک شہوت۔ پوری اور میلار تھا
 مرد شہوانی و در غرہ شباب
 شہوت والا مرد اور جوانی کے طور پر تھا
 خوش ہی مالیدی شاکل عشق
 وہ عاشق عہد طریق پڑتا اور شہادت
 نفس کافر تو بہش رومی زردید
 کافر نفس اس کی توبہ کو توڑ دیتا
 گفت مارا در دوعائے یادوار
 کب بھی دوس میں یاد رکھتے
 یک چوں علم خدا پیدا کرد
 لیکن اس نے خدا کی فکر کو ترک کر دیا
 لب خموش و دل پراز آواز با
 ہفت خاموش اور دل آواز سے ہے
 راز با دانستہ کو پوشیدہ اند
 انہوں نے راز کو جانا اور چھپا لیا ہے
 فہر کرد و دہانش و وقتند
 ان کے منہ پر فہر لگاوی ہے اور لب میں بیہوشی
 زانکہ دانی ایزد ت تو بہ دہا
 کیونکہ تجھے معلوم ہے خدا اس سے تجھے توبہ کی توفیق

در بیان آنکہ دُعائے عارف واصل و درخواست او از حق
 اس کا بیان کہ عارف واصل (حق) کی درخواست سے دعا اور درخواست ایسی ہی ہے
 ہمچو درخواست حقست از خوشتر کہ گنت لہ سمعاً و
 جیسا کہ اشرفان نے خود اپنے آپ سے درخواست کیونکہ میں اس کے لئے کان اور
 بصراً و لیساً و آیداً و قولاً تعالیٰ و ما رمیت اذ رمیت
 آنکہ اور زبان اور آواز اور جہاں ہوں (فرمایا ہے) اور اشرفان کا قول تو نے نہیں پہنچا کیونکہ تو

وَلَكِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ - دَآیَاتُ اَخْبَارِ اَنَارِ دِیْنِ بَسِیْرَتِ شَرَحِ
 نے بھیجا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ اور باتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اس بارے میں
 سبب سازی حق تا انصوح را گوش گزفتہ بتوبہ آورد
 بہت ہی اور اللہ تعالیٰ کی سبب سازی کی خیریت یہاں تک کہ نصوح کے اس نے کان بکھول کر لے لی

کاراں مسکین باخر خوب گشت
 با آخراں مسکین کا کام بھلا ہو گیا
 فانی سٹ گشت او گشت خدا
 وہ فانی ہے اور اس کی بات خدا کی بات ہے

پس دُعا می خویش را چوں کند
 توہ اپنی دُعا کو کیسے زد کرے گا؟
 کہ رہا نیش زلفِ رین و دُبال
 جس نے اس کو نفرت اور دُبال سے ڈالی دیدی

گو ہرے از دستِ شایا وہ گشت
 بادشاہ کی لڑکی کا ایک موتی تم پر گیا
 یادہ گشت و ہرز نے در جستجو
 تم ہو گیا اور ہر شدت تلاش کرنے لگی

تا بجویند اوش و زینِ زخمت
 تاکہ پہلے اس کو سامان رکھنے کی جگہیں تلاش کریں
 دُزد گو ہر نیز ہم رسوا نشد
 موتی کا چھبہ بھی ارسوا نہ ہوا

در دہان و گوش و اندر ہر تگاف
 ٹھنڈ میں اور کان میں اور ہر شخصات میں
 جستجو کردند دراز ہر صدف
 ہر صدف سے موتی کی انھوں نے جستجو کی

جملگاں از ہر درخوش صدف
 سب، اپنے صدف کے موتی کے لئے
 ہر کہ ہستید از عجز و از نوید
 جو میں ہوں عجز و نوید میں

تا بدید آید گہرا و ش گشت
 تاکہ عجیب موتی کا ہاتھ نکھر آجائے

اَللّٰهُ اعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ
 وہ دعا سازوں آسمانوں کو پار کر رہا
 کان دُعا می شیخ نے چوں ہر دُعا
 کیونکہ وہ شیخ کی دُعا ہر دُعا کی طرح نہیں ہے

چوں خدا از خود سوال و گد کند
 جب خدا اپنے آپ سے سوال کوہے اور گد
 یک سبب الخیث صُنع ذوالجلال
 اللہ تعالیٰ کی کارگیری نے ایک سبب پیدا کر دیا

اندراں تمام پر میگرد و طشت
 وہ اس مقام میں طشت بھر رہا تھا
 گو ہرے از قلعہ ہائے گوش او
 انھوں کے کان کے لمبے کا موتی

پس در تمام را بستند سخت
 پھر انھوں نے جھول سے تمام کا دروازہ بند کر دیا
 زحتہا جستند و آں پیدا نشد
 سامانوں میں ڈھونڈنا وہ نظر نہ آیا

پس بجویند از گزاف
 انھوں نے گد سے زیادہ کوشش سے گد کو تلاش کر دیا
 در شکاف تحت و فوق و ہر طرف
 نیچے اور اوپر کے شکاف میں اور ہر جانب

مردوزن جویاں شدند از ہر طرف
 مرد اور عورت ہر جانب جویاں ہوئے
 بانگ آمد کہ ہمہ عسریاں خمید
 ارکان ہوا کہ سب جگہ پر جھک جائیں

یک بیک اما جبہ بستن گرفت
 ایک ایک کے دریاں صحت سے تلاش کر رہے تھے

۱۰۰ آں دعا نصوح کے لئے
 اس دعا کی دعا نے ہنسا کم
 کر دیا۔ فانی سٹ۔ شیخ اگرچہ
 فانی ہے لیکن اس کی بات
 خدا کی بات ہے۔ مگر کہوں۔
 سوال کرنا ایک سبب میں موتی
 کا گم ہونا اس کی توبہ کا سبب بنا۔
 ۱۰۰ اندراں نصوح تمام میں
 کام کر رہا تھا اس دوران میں
 خیر و برائی کا ایک موتی گم
 ہو گیا۔ مگر تیرے۔ وہ موتی کا
 کے لمبے کا قلعہ۔ رخت
 یعنی تمام میں جس جگہ پکڑے
 آنا رکھ رکھتے ہیں۔

۱۰۰ ہر صدف میں موتی ہونے کے
 ہر سوراخ میں تلاش مشغول
 کر دی۔ ہر صدف میں موتی ہونے
 کے ہر سوراخ میں موتی مشغول
 شروع کر دیا۔ صدف سبب
 حاجت۔ وہ صدف جو تمام
 کی دریاں تھیں۔

آن نصوص از ترس خند و طوطے

و نصیب خود سے تنہائی میں چاہی
پیش چشم خوشتن میدید مرگ

و اپنے سامنے سوت کر دیکھ درختا
گفت یارب بار بار گشتہ ام

اس نے کہا: اے خدا! میں نے بہت غم کھینچا
کر دہ ام آنہا کہ از من می ستر

میرنے دو کیا جو میرے لائق تھا
نوبت جنتن اگر در من رسد

تو میری کو نوبت اگر میرے تک پہنچ
در عجلت افتاد اتم صد شر

میرے ہر گز میں سینکڑوں چٹا ہوں گی
ایں چنیں آندوہ کا فرامباد

اس طرح کاظم کافر کو بھی نہ ہو
کاشکے مادر زادے فرمرا

ہشتمے میں ان نہ تین
لے خدا آں کن کہ از قومی ستر

لے خدا! وہ کہ جو میرے لائق ہے
جان سنگیں دارم دل آہنیں

میں ہر گز جان اور ہے کا دل رکبتا ہوں
وقت تنگ آمد مرویک نفس

میرا وقت تنگ ہو گیا، تھوڑی دیر کیلئے
گر مر ایں بار ستاری کنی

اگر آپ کی وفات تو میری پرہ چشتی کرے
تو بام پذیر ایں بار دیگر

اس بار پھر میری خوب قبول کرے
من اگر ایں بار تقصیرے کنم

میں اگر کس وفد کو تباہی کر دوں

زوی زرد و لب کبود از خستے

خود سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے تھے
سخت می لرزید او مانند برگ

و ہتھکے طرح بہت لرز رہا تھا
تو بہاؤ عہد بال شکستہ ام

تو بہت اور عہد تھوڑے ہیں
تا چنیں سیل سیاہی در رسید

یہاں تک کہ سیاہی کا ایسا بہاؤ تھا
وہ کہ جان من چہ جتنہا کشد

اے میری جان کیسے سختیاں برداشت کرے گی
در مناجاتم میں بوی جگر

میری دماغ میں میرے ہر گز نہ ہو
دا من رحمت گرفتہ داد و داد

میرے رحمت کا دماغ تھا اپنے لڑاؤ پر
یا مرا شیر بہ بخورے در چررا

یا بھگ میں بے شیر کا جاتا
کہ زہر سوراخ مارم میگز

کیونکہ ہر سوراخ سے بے سانپ نہیں رہا ہے
ورنہ خوں گشتے دریں رخ خنیں

ورنہ اس رنج اور گریہ میں خون ہیں جاتے
بادشاہی کن مزار فریاد رس

بادشاہی بڑے، میری فریاد رس کر
تو بہ کر دم من زہر ناگردنی

میں نے ہر دے کرنے کے کام سے توہ کر
تا بہ بندم بہر تو بہ صد مر

تاکہ میں توہ کے لئے نہ توہ کر کہیںوں
پس در مشنودعا و گفتنم

پھر کبھی میری دعا اور بات نہ سننا

۱۵ آن نصوص نصوص کر
یہ ارشاد کر اس کو کھانا کھانا
ترس کر مار کر اس کا بیگاس
کے بیگاس میں اس کی سوت
آجائے گی گفتہ آپ اس
نے خدا سے گریہ و ندامت فرمنا
کر دی۔

۱۶ نوبت نصیب کر رہا
تھا کہ اگر میری بار کا شکی
نہی تو نوبت میری بار کا شکی
در عجلت افتاد اتم صد شر
میرے ہر گز میں سینکڑوں چٹا ہوں گی
ایں چنیں آندوہ کا فرامباد
اس طرح کاظم کافر کو بھی نہ ہو

۱۷ آجائے۔ و نصیب خود
کے نصیب کر رہا تھا کاشکی
پیدا نہ ہوتا اور اگر پیدا ہو گیا
تھا تو جگہ میں کوئی نہیں کرنا
چتا۔ چاہا کہ جو میں میں ہوتا
خوف سے میری میں ہوتا
۱۸ جاہی سنگیں میں ہوتا
ہوں ورنہ اس پریشانی سے
بے مر رہا ہوتا ہے تھا کاشکی
ہوں پہنچا۔ تاکہ نہ کسی
معاہدہ تقصیر کرنا ہی مقصود
جلا کر ڈالنے والا ہوتا
دینے والا ترنگی نہ کرنا۔

ایں ہی زاری صد قطرہ رُوں
 یہ زاری کردہ خدا و ریکڑوں آنسو جاری تھے
 تانمید ریج افروغی خنیں
 کوئی سرگئی بھی اس سرسبز نہ ترے
 لوحا میکروا و برجان خویش
 وہ اپنی جانی پر غمے کرتا تھا
 لے خدا و لے خدا چندان گھٹ
 اے خدا! اے خدا! اتنا کہا

کاندرافت دم بجلاد و عوان
 کہیں جلا داور سپاہی کے (افغان) پھنساہیں
 بیج ملے خدا مبادا ایں خنیں
 کسی بدوین کا بھی ایسا نہ ہو
 رُوئی عزرائیل دیدہ پیش پیش
 سامنے کٹ الموت لاہور و بھکر
 کان رُو دیوار باؤ گشت مجت
 کہ درد دہار اس کے سامنے ہوئے

سے تھوڑے جوں ہی غور کریں
 کٹا الموت۔ اے خدا! میں
 نے خدا کو اس قدر بکا دیا کہ
 وہ دیوار گر گئے تھے۔

لے کھانا نکالا۔ میں نے
 نے فرمایا جب ہیبت انتہا
 کر لیجے جاتی ہے تو عجب
 خداوندی شوق ہوتا ہے،
 و حیرت سزا گزرد ہے۔
 از قضا شہادت اگر اٹھا۔
 ہے پتہ روع و روح
 سے پرواز کر گئی چو کہیں
 بیہوش میں اس کو قربت حق
 پھر آگئی چٹ شکست۔
 اس کی انتہائی ابرو نے
 اس کو دریائے رحمت کے
 ساحل پر پہنچا دیا۔ چو کہ میں
 جسم سے پاک ہو کر دیوار
 خداوندی میں پہنچا گئی۔

نوبت جستین رسیدن بنصوح و آواز آمدن کہ ہمہ اہل جستیم
 نصوح کی تلاش کی نوبت آئی۔ اسی آواز آکر ہم نے سب کی غمش لے لی۔
 نصوح را بخونید و بیہوش شدن نصوح ازاں ہیبت
 نصوح کی غمش و اور میں موت سے نصوح کا بیہوش ہونا اور انتہائی
 و کشادہ شدن کار بعد از نہایت بستی گشتاں کان بقول
 بندہ کے بعد سال کامل ہونا۔ عینک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت فرمایا کہ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ مَرُوضًا أَوْ قَمًّا اِشْتَدَّتْ
 تھے جب ان کو کوئی مرض یا غم ہوتا تھا۔ ہیبت تو سخت ہوتا
 اَزْمَقَتْ تَنْفُوسُهُ
 گھس جاتی تھی۔

در میان یارب یارب بُد او
 وہ یارب یارب میں ہوا
 جملہ جستیم پیش آئے نصوح
 ہم نے سب کی غمش لے لی۔ اے نصوح! آ
 آپ کو دیوار شکست و رفتاد
 وہ شکست دیوار کی طرح ڈھے گیا
 چونکہ ہوش رفتارتن از بل
 جب ہم سے اس کا ہوش روا نہ ہو گیا۔ اس وقت
 چون تہی گشت و وجود او نماند
 جب وہ خالی ہو گیا اور اس کا وجود نہ رہا

بانگ آمد از میان جستجو
 غمش کے درمیان آواز آئی
 گشت بیہوش از بل پرید روح
 اس وقت وہ بے ہوش ہو گیا اور روح پرواز کر گئی
 ہوش عقولش رفت شد او چون
 انکے ہوش و احساس چلے گئے اور دہش کر کے ہونے لگا
 رسترا و با حق بیہوش است از نہاں
 آہٹ سے اس کا باطن حق آسمانی سے راز نہ ہو گیا
 باز جانش را خدا در پیش خولند
 اس کی جانی کے باز کر کے سامنے ہوا

چوں شکست آن کشتی اویم برادر

جب بے مرادی میں اس کی کشتی ٹوٹ گئی

جان بحق پیوستہاں بہوش شد

جب وہ بہوش ہوا، جانِ اطہر سے وابستہ ہو گئی

چونکہ جانش وار سید از رنگ تن

جب جس کی روح جس کے وسیع نہایت پاکیزہ

جاں چوں بازو تن مرا ورا کند

روح از کی طرح ہے جسم میں کیلئے کاٹھ ہے

چونکہ بہوش رفت پایش بر کشا

جب جس کے ہوش بے گئے، پاؤں گھس گیا

چونکہ دریا ہمایٰ رحمت خوش کرد

جب رحمت کے سمندروں نے ہوش ارا

ذره لاغر شکر نے زفت شد

کر ذرہ ذرہ عجیب اور موٹا ہو گیا

مردہ صد سالہ بیرون شد ز گور

ترمال کا مردہ قبر سے باہر آ گیا

لش ہمہ روتے زمین سرسبز شد

یہ سب دوتے زمین سرسبز ہو گئی

گرگ با برہ حریف مے شد

بھڑیا بکری کے بچہ کے ساتھ خواب نش بن

در کنار رحمت دریا افتاد

دریا نے رحمت کے پاس سے جا لیا

بمحرمت آن کہاں در خوش شد

رحمت کا سمندر اس وقت خوش میں تھا

رفت شاداں پیش اصل خوشن

ابھی اس کی جانب خوش خوش روانہ ہو گئی

پائی بستہ پر شکستہ بندہ

پاؤں بندھا ہوا، بند ٹوٹے ہوئے ایک غلام ہے

می پرداں باز سؤی کی قباد

وہ باز شدہ کی جانب آؤں رہا ہے

سنگھا ہم آب حیواں نوش کرد

پتھروں نے بھی آب حیات پلایا

فرش خالی اگلنس و ز رفعت شد

خالی فرش، اگلنس اور ز رفعت بن گیا

دیو لمعون شد بخوبی رشک خور

لمعون شیطان، شمس میں غور ہو گیا

شاخ خشک اشکو کر و زعفر شد

خشک شاخ نے کلی بکھائی، عود بھی گئی

نا امید اک خوش رنگ خوش شد

ایس ۱۱ پتے رنگ ہٹوں کے بھی گئے

۳۵ جان۔ درج جسم میں

اسی طرح مقید ہے جس طرح

انسان کا توں مقید کرنا

ہاں ہے۔ چکر جب جسم

بے ہوش ہو جاتا ہے روح

برواز کر کے شاہ کے پاس

دیکھ جاتی ہے۔

لے چونکہ جب دریا نے

رحمت خوش میں آتا ہے تو

جس پر بھی کھینچا پڑتا ہے

اس میں زندگی پیدا ہوجاتی

ہے۔ آؤ۔ اور رحمت سے

ذره موتی بن جاتا ہے وہ

بے رونق ہوئی سے پہلے اور

پتیاں اعلیٰ سے پڑنے

مردہ سے زخم ہو جاتے ہیں

بڑا بھلا بن جاتا ہے۔

۳۵ این۔ ہر خشک زمین

سرخسبز بن جاتی ہے۔ گوشت

بھنک دیکھ ختم ہو جاتا ہے

ہوئے اور پھر پاکی پانے لگتے

ہیں۔ حلالی مسائی، آگ لگتا

اب یہ اعلان ہو گیا کہ دروازہ

خوف کا وقت ختم ہو گیا موتی

من گیا ہے۔

۳۵ تھہ آں۔ جب موتیوں

کیا توں کے بن جانے کی

خوشخبری دے دی گئی۔

یافت شدن گوہر و حلالی خواستن حاجباں کینز کان ہزارہ

سوتی لایا جانا اور شہزادی کے درباروں اور نوٹوں کا نصیب سے مسائی عبادت

از نصوح و بر سر و دست اولوسہ دادن و عنذر خواستن

اور اس کے مستداد ہاتھ کر پوست اور نقد خرابی کرنا

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت سیم

اجانک آواز آنی خوف ختم ہو گیا

بے آں خوف و ہلاک جاں بد

ایس کے بعد کہ جاں کا ڈر اندھا گشت ختمی

شدید یکاں گم شدہ دڑیم

وہ ناایاب گم شدہ سوتی، بل گیا

مژدہ آمد کہ اینک گم شدہ

خوشخبری آنی کہ یہ گم شدہ (سوتی) ہے

خون شد و اندر فرج در تاتیم
 غم ختم ہوا اور ہم خوشی میں چمک اُٹھے
 از غریب و نعرہ و دستک ندن
 شور اور نعرے اور جھنپلیان بجانے سے
 اُس نصوصِ زرق باز اند خویش
 بہریش نصیب پھر ہر شمس میں آگیا
 می حلای خواست از مے ہر کے
 ہر شخص اُس سے مساتی چاہ رہا تھا

بدگشاں بودیم مارکن حلال
 ہم بدلی ہو گئے تھے، ہمیں سات کر دیجئے
 زانکہ ظن جلد بروے شیش بود
 کیونکہ سببِ آہس پر زیادہ گمان تھا
 خاص و لالاش بدو محرم نصوص
 نصیب اُنس کا خاص حامی اور محرم تھا
 گو ہر ابر در دست او بر دست شیش
 اگر موتی چڑایا ہے تو بھی اُس نے چڑایا ہے
 اول اور خواست بختن در نبرد
 سر کر میں پہلے اُس کی کاٹشی یسین چاہی

تا بود کاں را ببند از دجبا
 تاکہ جو سبکے کوں اُس کو کہیں جلا دے
 بس علایہا از و میخواستند
 وہ اُس سے بہت مسائیاں چاہ رہے تھے
 گفت بد فضل خدائے دادگر
 اُس نے کہا نصف خدا کا کرم تھا
 چه حلای خواست میباید ز من
 مجھ سے کیا مساتی چاہی جائے؟
 آنچه گفتند ز بد انصاف کیست
 جو کچھ انھوں نے میری برائی میں کہا ہوا کہ یہ نصیب

مزد گانی دہ کہ گوہر یاتیم
 انعام دے، کیونکہ ہم نے موتی پایا ہے
 پر رشندہ حمام فت ذال الخزن
 حمام کو گنج گما، رنج زانی ہر گما
 دیدہ چشمش تابش صد و زہش
 اسکی آنکھ نے سورندوں کے ذرا سے زیادہ نظر کیا
 بوسہ می دادند بردستش بے
 اُنس کے ہاتھ بہت چڑھتے تھے

نجم تو خوردیم اندیس مقال
 بات بہت میں ہم نے آپ کا کوشہ کیا
 زانکہ در قربت ز جلد پیش بود
 کیونکہ وہ قرب میں سب سے آگے تھا
 بلکہ بچوں درون دیک گشت روح
 بلکہ دوسم اند ایک روح بنا ہوا تھا
 زو ملازم تر سخا توں نیست کس
 بلکہ سب سے اُس سے زیادہ لڑائی نہیں ہے
 بہر حرمت داشتش تاخیر کرد
 انکھن، اُنس کی حرمت رکھنے کے لئے تاخیر کر

اندریں مہلت را بند خویش را
 اس فرصت میں وہ اپنے آپ کو بچالے
 وزیرائی غدر بر میخواستند
 غدر خواہی کے لئے کوشے ہو رہا تھے
 ورنہ زانچہ گفتہ شد مستم بہر
 ورنہ جو کچھ کہا گیا میں اُس سے بھی نہا ہوں
 کہ منم مجرم تر از اہل زمین
 میں زمانہ کے لوگوں سے زیادہ مجرم ہوں
 بر من این کشتہ اگر کس را ست
 اگر کسی کو تک پہنچے تو مجھ بد مانع ہے

مزد گانی تمام متقیوں نے
 شہزادی سے انعام کی روایت
 کی اور غریب تمام میں خوشی کے
 نعرے بلند کیے تھے کہ وہ
 ہو چکا ہے۔ اُنس خوب اب
 وہ نصیب سیریش سے خوش
 میں آیا تو اپنے نزدیک کیست
 تھی جو توراؤں کے ہنڈکے
 بد ہو رہی ہے۔ یہ حال عزت
 یسین مولا کی خواست
 لے کر گان سبک نصیب سے
 کہا ہم نے آپ پر ہر گمان کی
 تھی جس میں سات کر دیجئے۔ ہم
 غبت کر گشت غریب سے
 قیام کیا جاتا ہے۔ تاکہ صبح
 پر زیادہ بگمان اپنے حق کا
 کو خبر دے زیادہ قرب بنا
 تھا۔ خاص شہزادی کا جسم
 نے نے کیلئے نصیب نصیب تھا
 دونوں ایک روح دو جسم بنے
 ہوئے تھے۔ اول جس بگمان
 کا تھا مگر تو یہ تھا کہ بچے پہلے
 نصیب کی بارگاہ میں تکیں
 انکی عزت بچانے کیلئے اُس کو
 مرتع نہ دے تھے کہ اگر موتی
 انکے پاس ہے تو اُنکو کسی جگہ
 رکھ دے اور لازم سے بچ جائے
 لہذا میں غلامیہ تمام کے نصیب
 کو دے ہونے نصیب سے مسائیاں
 ایک بچے تھے اور نصیب کو
 ہاتھ لگا کر اللہ کا کردار نہ
 جو کہ تم لوگوں نے کیا ہیں اُس
 سے بڑھوں میں دنیا میں ہے
 زبان گنج ہوں تم نے جو کہ
 کہا وہ تو انکے نصیب ہے اس
 پاس میں خواہ کسی کو شک ہو
 یکس مجھے اپنی برائی کا نصیب ہے
 میری بد اعمالیوں کو میرے ہوا
 اور کون جان سکتا ہے۔

۱۳۵ حق ہی نصحت نے کہا
 اپنی برائیوں کو میں جانتا ہوں
 یا میرا خدا جانتا ہے ابتداء
 شیطان میرا استاد تھا کیلئے
 میں بنائی کر کے میں شیطان کا
 بھی استاد بن گیا، یہ اندر کا کرم
 ہے کہ وہ میری پردہ پوشی
 کرتا ہے اور میرے پچھے
 ہونے کو ہی دیتا ہے۔
 لے جرح یہی نہیں کہ میں
 نے میرے گناہوں سے قطع
 نظر کی بلکہ میری برائیوں کو
 بعد میں سے بدل دیا آپ
 میں تمام دنیاوی مطلق کو
 شرو اور زمین کی طبع
 آزاد ہوں۔ نام نہن۔ اب
 میں نے میرا کرم ٹیکر میں
 کھیلے اور اب وہ دونوں
 کرتی بنا رہا ہے۔
 لے آکر کرم میں نے اپنی
 غلامی پر کیا، کہ میں پہلے
 تری کا کام دیا اور کچھ
 کے کون ہے، اب ہر کچھ
 از خود۔ دنیا کی سوا ہوں
 کہ کل میں خواب میں ہوں
 عالم میں نہیں شامل ہوں۔
 لے کر۔ اگر میرا خدا تھا
 اور کھٹکا اور کچھ ہے تو
 میں نہیں ہے۔ پائے۔
 مغرب کے بدیشی کے گا،
 تالیق تونی تالیق تونی
 غنظی زنی و تالیق تونی
 انگریزین میں داخل میری
 قوم میں ات کہ جان لے
 کہ میرے خدا غیر کی بخشش
 کہی ہے اور ابے اختر
 رنگ میں سے بنا رہا ہے۔

کس چہ میدان از من جز اندکے
 تھوئے سے کے عاودہ کرنی میرے اپنے میں کیا جاتا
 من کلحی آں دالم و شتار من
 وہ میں جانتا ہوں اور میرا استاد
 اول ابلیس مرا استاد بود
 شروع میں شیطان میرا استاد تھا
 حق بید آں جسد و ناویدہ کرد
 اٹھ اٹھانے وہ سب کچھ دیکھا اور اپنی نگاہیں
 تازہ رحمت پوستیں و وزیر کرد
 یہاں تک کہ میں نے رست میری پردہ پوشی کی
 ہر چہ کرم جسد ناگردہ گرفت
 میں نے جو کچھ کیا کچھ کر دیا ہوا غصہ آیا
 ہجو سر و وسوسہ من آزاد کرد
 میں نے مجھے شرو اور زمین کی طرح آزاد کر دیا
 نام من در نامہ پاکاں نوشت
 میرا نام پاک رگوں کی مہرست میں لکھ دیا
 غفور واک جملگی مجرم و گناہ
 میں نے وہ سارے جرم اور گناہ معاف کر دیے
 آہ کرم چوں زن شد آہ من
 میں نے آہ کی، میری آہ زنی کی طرح ہو گئی
 آں زن بگرتم ویر و شدم
 میں نے نہ زنی پڑی اور باہر میں آنا
 در زن چاہے ہی بودم اسیر
 میں کون کی کون میں قیدی تھا
 از ہوس و تنگنا بودم زربوں
 ہوس کی وجہ سے میں تنگ کر رہا ہوں ماحوت
 آفرینہا بر تو بادا اے خدا
 اے خدا! تجھے آفرین ہر آفرین ہے
 گر سر بر موئے من گردد زبا
 اگر میرے ہر لہ کا میرا زبان بن جائے

و زبیراں مجرم و بد فعلی کے
 ہزاروں جرم اور بدکاریوں میں سے ایک
 جرمہا و زشتی کردار میں
 اپنی خطاؤں اور نیکاری کو
 بعد ازاں ابلیس پیشیم یاد بود
 اس کے بعد شیطان میرے آگے ہوا تھا
 تا نگردم در فضیحت و روی زرد
 تاکہ میں زسواں میں زرد و زرد ہوں
 تو بے شریں چو جاں روزیم کرد
 جان میں سفیر میں تو بے مجھے غیب کر دی
 طاعت ناگردہ را گردہ گرفت
 نہ کی ہوئی عبادت کر کیا ہوا غصہ آیا
 ہجو محنت و دو لقم دل شاد کرد
 مجھے نصیب اور دولت کی کمی عیش دل کر دیا
 و زنی بودم بنجشیدم بہشت
 میں و زنی تھا مجھے بہشت بخش دی
 شمشید آں نامہ و روی سیاہ
 وہ سیاہ امانت اور چہرہ سفید ہو گیا
 گشت آیزاں زن شد آہ من
 زنی میرے کون میں میں و شکر ہی
 شاد و زنت و فرہ و گلگون شدم
 خوش اور مژگان اور شرم ہو گیا
 روز و شب اند فغان و نفیر
 دن رات فریاد اسیر بدلے میں تھا
 در ہمہ عالم غمی کجھم کنوں
 اب ہمہ جہ سے عالم میں نہیں سنا ہوا
 ناگہاں کردی مرا از غم جدا
 تو نے مجھے اہانک غم سے جدا کر دیا
 محکمر لے تو نباید در سیاں
 میرے حکمرانے نبیوں نہیں ہو سکتے ہیں

میزنم نعرہ دیں روضہ عیون خلق را یا لیت تو می یغنمون
اس ایچہ اندیشوں میں بھی صدائیں دے رہا ہوں لوگوں کو ، سانس میری ترم جان سے

باز خواندن شاہزادی نصوص را از بہر دلاکی بعد از استحکام
شہزادی کا نقشہ کو قریبے مستحکم ہو جانے کے بعد دانش کے لئے دوبارہ بلانا
توبہ بہانہ کردن او و دفع گفتن او و عذر آوردن او
اور اس کا بہانہ کرنا اور دفع کرنا اور عذر کرنا

لے باز خواندن میں توبہ
کے بعد شہزادی نے پھر
نصوص کو مجھ یا ایکس میں نے
صحت کر دی۔ پھر آواز
ابن قاسم واقعات کے بعد
نصوص کے گھر پیاس آگیا کہ
شہزادی جاتی ہے اس کا
دل تجھ سے بدن ملانے کو
ہاتھ ہے۔ جمیع میں تیری
منا لے جی سے ستر دھانے
گفت۔ نصوص لے کا ہاں
میرے اتھ بیکار ہی نہیں
تیار ہیں۔
گاہ اہل خود نصوص دل
دلی میں کہ رہا تھا کھانہ کا
اور میرے دل سے کبھی
سکتے تھے۔ توبہ میں نے
جس نام سے میں توبہ کی
چے جو میرے دم تک لگی
جہ ایک خوشی محبت
سے نکلتے ہاتھ کے بند
اتھ ہی اس محبت میں
بچنے کو تیار ہوتا ہے

بعد از آن آمد کے کز رحمت
اس کے بعد کوئی آیا کہ ہسران سے
دختر شاہت ہی خواند سیا
بادشاہ کی لڑکی تجھے یاد رہی ہے ، آجا
جہ تو دلا کے نمی خواہدش
اس کی دل خواہی تیرے ساتھ کسی دانش کرنے کے لیے
گفت روز و دست من بیکار شد
میں نے کہا تھا یا بیلا اتھ بیکار ہو گیا ہے
رو کے دیگر بخوابت تاب و گفت
جلید تیری سے دوسری کو ڈھونڈ لے
با دل خود گفت کز حد رفت جرم
وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ جرم سے گزر گیا
من بزم میکروہ باز آدم
میں ایک بار کھانا چلا اور پھر وہیں آگیا ہوں
توبہ کردم حقیقت با خدا
میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے
بعد از میں محنت کہلا بار در
اس محبت کے بعد کس کا دوبارہ

دختر سلطان مای خواندت
ہمارے بادشاہ کی لڑکی تجھے یاد رہی ہے
تا سرش شوی گئوں لے پار سا
تاکہ اسے نیک : قرآن کا سر دھونے
کہ بالدر یا بشوید با گلش
کہ جو دانش کرے اپنی سے اس کو نکھانے
وین نصوص تو گئوں بیمار شد
تیری یہ نصوص سب بیمار ہو گئی ہے
کہ مرا دانش دست از کار رفت
کیونکہ خدا کی قسم اتھ بیکار ہے
از دل من کے و دان تر و گرم
میرے دل سے وہ دور اور گرمی کہاں جا سکتی ہے؟
من چشیدم تلخی مرگ و عدم
میں نے موت اور عدم کی تلخی چک لی ہے
نکشم تا جاں شود از تن جدا
جب تک جاں مجھ سے ہوا ہو میں نہ توڑوں گا
پار و سوئے خطسہ الا کہ خر
خمرے کے طارہ خطے کے کہاں یافتہ گیا



شرح

گزشتہ زمانہ میں ایک شخص تھا جس کا نام نصوص تھا اس شخص کی آمدنی کا ذریعہ عورتوں کو نہلانا تھا اس کا چہرہ عورتوں کے چہرہ کی مانند تھا اور وہ اپنے مرد ہونے کو چھپاتا تھا وہ زمانہ حمام میں عورتوں کے ملنے دینے اور نہلانے کا کام کرتا تھا اور دغا و فریب میں نہایت ہوشیار تھا اس شخص برسوں ملنے دینے کی خدمت کو انجام دیا مگر کسی کو اس کی حالت کا پتہ نہ چلا اس لئے کہ اس کی آواز بھی زمانہ تھی اور صورت بھی زمانہ تھی۔ مگر شہوت اس کی پوری اور متعش تھی پس اس شخص زمانہ چادر اور سر بند اور نقاب پہن لیا کیونکہ وہ ایک پُر شہوت آدمی اور جوانی کے غرہ میں تھا۔ اور عورت بن کر شہزادیوں کو ملنے دینے اور نہلانے لگا وہ تو بہ بھی کرتا تھا اور اس کام سے چند روز علیحدہ بھی رہتا تھا مگر نفس کا فراس کی تو بہ توڑ دیتا تھا۔

ایک روز وہ بدکار ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور مجھے بھی دعا میں یاد رکھیں۔ ان بزرگ نے اس کا راز سمجھ لیا لیکن حلم خداوندی کی طرح اس کو پوشیدہ رکھا ان کے لبوں پر قفل تھا اور دل میں راز بھرے ہوئے تھے اور ان کے لب خاموش تھے مگر دل میں بہت سی گفتگوں تھیں۔

یاد رکھو! کہ عرفا رجو کہ جام حق سبحانی پی لیتے ہیں بعض اسرار سے واقف ہوتے ہیں مگر ان کو چھپاتے ہیں۔ کیونکہ جن کو اسرار خداوندی سے آگاہی دی جاتی ہے ان کے منہ پر مہر کر دی جاتی ہے اور ان کا منہ سی دیا جاتا ہے مقصود شدت اخفاء ہے یعنی وہ ان کو بہت چھپاتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ بزرگ بھی خاموش تھے اور انہوں نے نصوص کا راز نہیں بیان کیا مگر اتنا کہا کہ اس کی درخواست پر کسی قدر تسم فرمایا کہ اوبد ذات! خدا تجھے اس فعل سے توفیق تو بہ عطا فرمائے جس کو تو جانتا ہو یہ دعا اس کی ساتوں آسمانوں سے گزر کر درگاہ رب العلاء میں پہنچی اور وہاں اس نے درجہ قبول حاصل کیا۔ اور آخر میں نصوص کی حالت ٹھیک ہو گئی کیونکہ اللہ کی دعا عام دعاؤں کے مثل نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ فانی ہوتے ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام ہوتا ہے اور اس کی دعا خود خدا کی دعا ہوتی ہے پس جبکہ خدا خود اپنے

سے سوال کرے اور مانگے تو وہ رد کیز کر ہو سکتا ہے کیونکہ وہ ابنی دعا کو کیونکر رد کر گیا۔

(فائدہ اس مقام پر عوام کی غلط فہمی اور ان کی گمراہی کا سخت اندیشہ ہے اسلئے ضرورت ہے کہ اس مضمون کی توضیح کر کے مولانا کے مدعا کو واضح کر دیا جائے۔)

پس جاننا چاہیے کہ فک کی معنی یہ نہیں ہے کہ بندہ خلاص جائے۔ اسلئے اس کا کلام

ہو جائے بلکہ اسکی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو مضائقہ کا تابع کرے اور اپنی خواہشات

کو چھوڑے ایسا کرنے سے اسکو حق سبحانہ کی مزاج شناسی اور ایک خاص تعلق پیدا ہو جاتا ہے

جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ کوئی شخص گو کتنا ہی مقرب اور محبوب حق سبحانہ ہو جائے

مگر وہ حق سبحانہ کا پورا اور کامل مزاج شناس کہ کوئی بات بھی اسکی مرضی حق سبحانہ کے

خلاف نہ ہو نہیں ہو سکتا اسلئے وہ کتنے ایسے افعال بھی کر لیتا ہے جو کہ واقع میں مرضی

حق سبحانہ کے خلاف ہوتے ہیں لیکن کبھی تو وہ اپنے افعال کو مرضی حق سبحانہ کے خلاف

نہیں سمجھتا اور اسلئے وہ کام کرتا ہے اور کبھی تقاضائے نفس مغلوب ہو کر یا سہواً و غلطاً

وہ کام کر لیتا ہے اور یہ مخالفت کبھی معصیت سے ہوتی ہے اور کبھی غیر معصیت بمعصیت

اس وقت ہوتی ہے جبکہ مخالفت کرنے والے کو علم ہو کہ یہ فعل منہی عنہ ہے اور غیر

معصیت اس وقت ہوتی ہے جبکہ یہ صورت نہ ہو۔ انبیاء و تعمد معصیت سے معصوم ہیں

مگر ادیاء نہیں۔ مگر اغلب احوال میں محفوظ وہ بھی ہیں پس اہل اللہ کے افعال دو قسم کے

ہوئے ایک وہ جو مرضی حق سبحانہ کے مطابق ہوں دوسرے وہ کہ جو مرضی حق کے خلاف ہوں

خواہ معصیت ہوں یا غیر معصیت مع التعمد ہوں یا بلا تعمد۔ پس ان کے وہ افعال جو

مرضی حق سبحانہ کے مطابق ہوتے ہیں انکو اس مطابقت کے سبب مجازاً حق سبحانہ کا فعل

کہہ دیا جاتا ہے لیکن چونکہ وہ مزاج شناس ہوتے ہیں اسلئے اکثر کام ان کی مرضی حق سبحانہ

کے مطابق ہی ہوتے ہیں اور مخالفت شاذ نادر ہوتی ہے اسلئے اس بنا پر کثرت اور

بغوائے انکار کا لحد نہ۔ انکے افعال کو مطلقاً خدا کا فعل کہہ دیا جاتا ہے اور قید و شرط عدم مخالفت کو یہاں

نہیں کیا جاتا۔ جب کہ یہ امر ذہن نشین ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ اہل اللہ سے افعال

خلاف مرضی حق سبحانہ بھی صادر ہو سکتے ہیں۔ تو اب سمجھو کہ جس وقت ان سے کوئی فعل

مخالف مرضی حق سبحانہ صادر ہو۔ اس وقت حق سبحانہ کا ان کے ساتھ بمقتضائے حکمت و مصلحت مختلف برتاؤ ہوتا ہے۔ کبھی تو حق سبحانہ اس مخالفت کو نظر انداز فرما کر انکی تشریف و اکرام کے لیے اپنی مرضی کو ان کی مرضی کے موافق کر دیتے ہیں ویشہدہ الحدیث لو اقسام علی اللہ لا مبرہ اور کبھی اس مخالفت پر مناسب تنبیہ فرما کر ان سے موافقت فرماتے ہیں۔ ویشہدہ۔ قولہ عز مجددا۔ ما کان لنبی ان یکون له اسری الآیۃ اور کبھی اس فعل سے موافقت نہیں فرماتے اور صرف اس کو رد کر دیتے ہیں ویشہدہ۔ دودہ عز مجددا دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہم لا تجعل باسہم بینہم اور کبھی اس فعل پر مناسب عتاب فرماتے ہیں ویشہدہ۔ طوۃ آدم علیہ السلام وغیرہ من الانبیاء۔ اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ مولانا کا ارشاد خافی براسرست و گفت ادگفت خلاست الخ گو بظاہر مطلق ہے مگر واقع میں مقید بقید عدم مخالفت مرضی حق سبحانہ ہے یہ اسکے دلائل خود مولانا ہی کے کلام میں موجود ہیں مثلاً مولانا اکثر بکے زلت آدم علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کو فعل حق سبحانہ نہیں قرار دیتے نیز انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چرواہے پر اعتراض نقل فرمایا ہے اور اس کو حق سبحانہ کا فعل نہیں بنایا کیونکہ اس پر حق سبحانہ کا عتاب نقل فرمایا ہے۔ نیز انہوں نے شیخ قطع کا واقعہ بیان کیا ہے اس میں ان کے فعل پر حق سبحانہ کا عتاب نقل فرمایا ہے الی غیر ذلک من الشواہد فافہم ولا تنزل

القصہ شیخ کی دعا مقبول ہوئی اور حق سبحانہ نے اپنی کار سازی سے ایک سبب

کھڑا کر دیا۔ جس نے نصوص کی اس فعل شیع اور گناہ سے نجات دیدی۔
تفصیل اسکی یہ ہے کہ نصوص حمام میں شہزادی کے نہلانے کے طشت میں پانی بھر رہا تھا کہ یکایک شہزادی کا موتی گم ہو گیا یعنی اسکے کان کی بالی کا موتی کھویا گیا اور جس قدر عورتیں وہاں موجود تھیں سب تلاش میں مصروف ہو گئیں۔ تلاش کے لیے اول انہوں نے یہ تدبیر کی کہ حمام کا دروازہ مضبوط بند کر دیا۔ تاکہ نہ کوئی اندر آ سکے اور نہ باہر جا سکے اور وہ اطمینان کے ساتھ اول اس کو سامان میں تلاش کریں اور اگر سامان میں نہ ملے تو پھر دوسری صورت

کر لیں۔ پس انہوں نے اسباب میں خوب تلاش کیا مگر موتی نہ ملا۔ اور نہ چمکانے والے کا پتہ لگا۔ اسکی بعد انہوں نے نہایت کوشش کے ساتھ ہر سوراخ میں منہ میں کان میں۔ نیچے کے سوراخ میں اوپر کے سوراخ میں۔ غرض ہر طرف ڈھونڈنا شروع کیا۔ اور مرد اور عورتیں ہر طرف اسے تلاش کرتے اور اسکی لیے صدف بنے ہوئے تھے یعنی نہایت رغبت کے ساتھ اس کے طالب تھے پس دفعۃً آواز آئی کہ جس قدر لوگ یہاں موجود ہیں خواہ وہ معمر ہوں یا نو عمر سب ننگے ہو جائیں اور ایک منٹ ملاشی نے سب کی تلاشی لینی شروع کی تاکہ کبھی وہ عجیب موتی مل جائے۔ جب نصوح نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا اور ڈر کر ایک تنہا مکان میں گیا اس کا چہرہ خوف سے زرد تھا اور ہونٹ پتے ہو گئے تھے کیونکہ وہ اپنے سامنے بھوت دیکھ رہا تھا اور ایسے پتے کی طرح کانپ رہا تھا اس نے خلوت میں جا کر مناجات شروع کی اور کہا کہ اے اللہ! میں بہت دفعہ اپنے عہد سے پھر گیا ہوں اور میں نے بہت سی توبہ اور عہد توڑے ہیں اور میں نالائق جس لائق تھا وہ میں نے کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصیبت کا سیاہ سیلاب آپہنچا۔ اب اگر تلاشی کی فوٹ مجھ تک پہنچی تو پھر مجھے کیسے سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں اسلئے میرے جگر میں۔۔۔ سینکڑوں شعلے لگے ہوئے ہیں۔ دیکھئے میری دعا میں جلی ہوئے جگر کی بو آ رہی ہے جو غم جھ پر پڑا ہے ایسا غم تو کسی کا فر کو بھی نصیب نہ ہو۔

یہ میری حالت ہے اور اس حالت میں میں نے تیری رحمت کا دامن پکڑا ہے پس تو مجھ پر کرم کر۔ اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔ یا کوئی شیر مجھے کھا جاتا اے اللہ تو وہ کہ جو تجھ سے کریم کے لئے زیبا ہے کیونکہ اب میں ہر طرف سے مصیبت میں گرفتار ہوں اور گویا کہ مجھے ہر سوراخ سے ایک سانپ ڈس رہا ہے۔ میری جان پتھر کی اور دل لوہے کا ہے ورنہ اس رنج اور مصیبت میں خون ہو کر بہ جاتا وقت تنگ ہے اب ذرا آپ مجھ پر مہر و انہ غایت فرمائیے اور میری فریاد رسی کیجیو۔ اے اللہ! اگر تو اب کے میری پردہ پوشی کرے تو اب میں توبہ کرتا ہوں کہ کوئی برا کام نہ کروں گا اس دفعہ آپ میری توبہ کو قبول کر لیں تاکہ میں اس مصیبت سے نجات پا کر نہایت مستعدی سے اس توبہ کو نبھاؤں

اگر میں اب کے کوتاہی کروں تو پھر آپ میری دعا اور بات نہ سنیں۔

غرض کہ اس کے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ رو رہا تھا اور کہتا تھا کہ اب میں جلاد اور کوتوال کے پنجہ میں پھنس گیا کیونکہ جب میرے جلال کی ظاہر ہوگی تو میں حراست میں لے لیا جاؤں گا اور گردن زنی کے لیے جلاد کے حوالہ کر دیا جاؤں گا ایسے ایسی موت تو کوئی فرنگی بھی نہ مرے اور یہ غم تو کسی لمحہ کو بھی نصیب نہ ہو۔ غرض کہ وہ اپنی جان کو رو رہا تھا کیونکہ وہ اپنے سامنے حضرت عزرائیل علیہ السلام کی صورت دیکھ رہا تھا۔ اور اس نے اس قدر اے خدا یہ کر دے اور اے خدا! وہ کر دے کہا۔ کہ درد دیوار بھی اسکے غم سے متاثر ہو کر شریک دعا ہو گئے۔ وہ دعا ہی میں مصروف تھا کہ یکایک تلاش کرنے والوں میں سے کسی نے آواز دی کہ ہم سب کی تلاشی لے چکے ہیں نصوص اب تم آؤ۔ یہ سنتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا اور اس کی روح پرواز کر گئی اور وہ یوں گر پڑا جیسے کوئی ٹوٹی ہوئی دیوار گرتی اور اس کے ہوش و حواس سب رفلو چکر ہو گئے اور وہ پتھر کی مانند بنے جس کی حرکت نہ ہو گیا۔ پس جبکہ اس کے جسم سے اس کے ہوش و حواس جاتے رہے تو اب وہ معادقت جو کہ بقائے ہوش کے سبب باقی تھی اور جس کے سبب روح پورے طور پر حق سبحانہ کی طرف متوجہ نہ ہو سکتی تھی اٹھ گئی اور روح کو توجہ کامل کا موقع مل گیا اور اس کو حق سبحانہ سے اتصال بے کیف حاصل ہو گیا۔ اور جبکہ وہ خودی سے خالی ہو گیا اور اس کی ہستی نہ رہی تو حق سبحانہ نے اس کی روح کو جو کہ بمنزلہ باز شاہی کے ہے۔ اپنے پاس بلا لیا اور جبکہ روح کی کشتی ٹوٹ گئی۔ یعنی جسم پر فنا طاری ہو گئی تو اب وہ دریائے رحمت کے اغوش میں ہو گئی۔ اور جبکہ نصوص بے ہوش ہو گیا تو اس کی جان واصل بحق سبحانہ ہو گئی اور اس وقت بحر رحمت کو جوش آگیا اور جبکہ اس کی جان نے قید جسم سے جو کہ اس کے لیے موجب شرم ہے نجات پائی تو وہ اپنے اصل یعنی عالم غیب کی طرف لوٹ گئی۔ کیونکہ جان بمنزلہ باز کے ہے اور جسم اس کے لیے بمنزلہ اس کی

کے جس بازو کا پاؤں باندھا جائے اور وہ جسم میں پاشکتے اور مخلوبہ پس
جیکہ اسکی ہوش و حواس جاتے رہے تو اس کی روح کے پاؤں کھل گئے اور
وہ اپنے بادشاہ کی طرف اڑ گئی۔

یہ مرتبہ جو نصوص جیسے فاسق و فاجر کو حاصل ہوا تو کیوں! محض رحمت
رحمت حق سبحانہ سے اس دریا نے رحمت نے اسکو اس نعمت سے سرفراز کیا
خیر وہ تو پھر بھی آدمی تھا۔ حق سبحانہ کے دریائے رحمت کی تو یہ حالت ہے
کہ جب اسے جوش ہو تو جہاد بھی آبِ حیات پنی کر ————— جاندار ہو جاتا
ہیں [چنانچہ انسانوں اور حیوانوں کی پیدائش شاہد ہے کیونکہ وہ اول منی اور جانی
تھے۔ پھر جاندار ہو گئے] اور ایک بہت کم مقدار ذرہ قابلِ تعجب اور بڑا ہو جاتا ہے
(اشجارِ عظیمہ اسکی مشاہد ہیں) اور زمین اطلسی اور زربفت ہو جاتی ہے
(جو کہ مشاہد ہے کیونکہ اطلس زربفت کی اصل خاک ہی ہے) اور ستوبرس کا مردہ قبر
میں سے نکل آتا ہے (قصہ عزیر علیہ السلام کا گواہ ہے) اور شیطان مردود بھی اپنی
برائی کو چھوڑ کر متصف بکمال ہو سکتا ہے اور اتنا حسین ہو سکتا ہے کہ حوروں کو بھی
اس کی حالت پر رشک ہوتا ہے (بڑے بڑے سرکش کفار کا کامل الایمان بن جانا اس
کا مویہ ہے) اور یہ زمین سراسر سبز ہو جاتی ہے اور خشک مٹی کیلا جاتی اور عمدہ بن جاتی
ہے اور بھیڑ یا بکری کے بچکے کے ساتھ شراب خواری کرتا ہے یعنی دشمنوں میں نہایت
اتفاق ہو جاتا ہے۔

کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءُ فَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِرْتُمْ
بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا)۔

اور ناامید لوگ سرسبز ہو جاتے ہیں (لکا ہوا مشاہد) خیر جب نصوص کی
حالت وہ ہوئی۔ جس کا اوپر ذکر ہوا اور اس کی دعا مقبول ہو گئی تو دفعتاً آواز آئی
کہ اب خطرہ جاتا رہا کیونکہ وہ ہمیشہ بہا موتی مل گیا اسکی بعد خوف اور ہلاکت کا
اندیشہ زائل ہو گیا۔ اور ہر طرف سے خوش خبریاں آنے لگیں اور لوگ کہنے لگے کہ گم شدہ

موتی یہ موجود ہے اور اب غم زائل ہو گیا ہے اور خوشی سے ہم کو راہ مل گئی ہے۔ لا اُفام
دہرائے کہ ہم نے موتی پا دیا۔

غرض کہ خوشی کے نعروں اور شور و شب اور تالیوں کی آوازوں سے حمام
گونج اٹھا۔ کیونکہ اب خوف زائل ہو چکا تھا جب یہ حالت ہوئی تو نصوص کو بھی پرس
آگیا۔ اس وقت خوشی کے سبب اس کی آنکھوں کے سامنے اس قدر روشنی
تھی جیسے سو دن کی ہوتی ہے اور ہر شخص اس معافی چاہتا تھا اور اس کا ہاتھ
جو مٹا تھا اور کہتا تھا کہ ہم کو آپ کے نسبت بدگمانی تھی آپ ہمیں معافی دیجئے ہم نے
آپ کی بہت غیبت کی ہے۔ اور اس طرح گویا کہ آپ کا بہت گوشت کھایا ہے
سبب اس گفتگو کا یہ تھا کہ سب کا گمان زیادہ تر نصوص ہی پر تھا کیونکہ وہ
تقرب میں صبر بڑھا ہوا تھا اور شاہ زادی کا خاص نہلانے والا اور اس کا محرم راز
تھا۔ بلکہ یوں کہتے کہ شہزادی اور نصوص ایک جان دو قالب تھے اس وجہ سے لوگ
کہتے تھے کہ اگر موتی کسی نے لیا ہے تو صرف نصوص نے لیا ہے کیونکہ شہزادی کا۔
مقرب اس بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

اس خیال کی بنا پر انہوں نے اول نصوص کی تلاشی یعنی چاری تھی مگر اس کی
عظمت قائم رکھنے کے لئے اس کو مؤخر کر دیا۔ تاکہ اگر اس نے لیا ہو تو کہیں ٹال دے
اور اس فرصت کو غیبت جان کر اپنے کو آفت سے بچائے۔ خیر! وہ لوگ اس
بہت کچھ معافی چاہتے تھے اور معذرت کے لئے اٹھتے تھے۔ یہ باتیں سن کر نصوص
نے اپنے دل میں کہا کہ یہ محض حق سبحانہ کی عنایت تھی ورنہ جو کچھ میری نسبت کہا جاتا
تھا میں اس سے کہیں برا ہوں۔ ایسی حالت میں مجھ سے کیا معافی چاہی جاتی ہے
کیونکہ میں تو زمانہ بھر سے زیادہ گنہگار ہوں۔ میری جو کچھ برائی لوگوں نے بیان کی ہے وہ
تو میری اصلی برائی کا سوال حصہ ہے اگر کسی کو شک ہو تو مجھے اپنی حالت خوب معلوم
ہے کسی کو میری حالت کیا معلوم۔ ان کو جو کچھ معلوم ہے وہ بہت تھوڑا اور ہزاروں،

بدکاریوں میں سے ایک بدکاری معلوم ہے۔ پس اپنی برائیوں اور گناہوں کو میں

جانتا ہوں یا میرا ستارِ عیوب ہی جانتا ہے۔ پہلے ابلیس میرا استاد تھا جس نے مجھے معصیت کا طریق سکھلایا اس کے بعد میں اس فن میں اتنا ہوشیار ہو گیا کہ ابلیس میرے سامنے گرد ہو گیا۔ مگر حق سبحانہ نے میرے تمام برائیاں دیکھیں۔ مگر ان کے ساتھ البسا معاملہ کیا کہ گویا دیکھا ہی نہیں۔ تاکہ میں رسوا ہو کر شرمندہ نہ ہوں اور مجھے جان کی مانند سیریں توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ تاکہ وہ اپنی رحمت سے میری حالت کی اصلاح کرے اور جو کچھ میں نے کیا تھا سب کو ایسا کر دیا کہ گویا میں نے کیا ہی نہیں یعنی معاف کر دیا۔ اور جو طاعت میں نے نہیں کی تھی اس کو ایسا کر دیا جیسا کہ میں نے کیا ہے۔

یعنی میرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو مطیعین کے ساتھ کیا جاتا ہے اس کے مجھے مزد

اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا۔ اور بختِ دولت کی طرح میرا دل خوش کیا اور اس نے میرا نام اچھے لوگوں کی فہرست میں لکھ لیا۔ اور میں دوزخی بنا مگر اس نے مجھے جنت عطا فرمائی اور میرے تمام جرائم اور گناہ معاف کر دیئے اور میرا سیاہ نامہ اعمال بھی سفید ہو گیا اور کالا منہ بھی روشن ہو گیا۔ میں نے آہ کی تو وہ آہ میرے لیے رسی ہو گئی اور وہ رسی میرے کنوئیں میں لٹک گئی اور میں وہ رسی پکڑ کر نکل آیا اور خوش خرم اور موتا تازہ اور سرخ سفید ہو گیا۔ یعنی میری آہ میری خوشی اور نجات کا ذریعہ بن گئی۔ میں گویا کہ ایک کنوئیں کے اندر مقید تھا۔ اور رات دن نالہ و زاری کرتا تھا اور خواہش نفس کی بد

ایک تنگ جگہ میں محبوس تھا۔ مگر اب میری یہ حالت ہے کہ عالم میں بھی نہیں سماتا اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَالْمُنَّةُ کہ تو نے مجھے غم سے نجات دیدی۔ ایسی حالت میں اگر میرا ہر مال زبان بن جائے تب بھی تیرا شکر بیان میں نہیں آسکتے اب میں اس خوشی کے باغ اور اس کے چشموں میں بیٹھا ہوا آوازیں لگا رہا ہوں کہ اے کاش! لوگ میری راحت کو جانیں اور اس دولت کو حاصل کریں۔

یہ واقعہ تو ہر چکا۔ اب سنو کہ نصحِ الہی کے پاس ایک ہرکارہ آیا اور کہا کہ ہمارے

شاہزادی آپ کو یاد کرتی ہیں تاکہ آپ ان کا مرد دھو دیں اور آپ کے سوا کوئی نہ ہلا سکتی
 جو کہ اس کو ملے دے یا مٹی سے ان کا مرد دھوئے مطلوب نہیں ہے۔ نصوص نے اس کے
 جواب میں کہا کہ میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے اور تمہاری نصوص بیمار ہو گئی ہے اسلئے میں
 حاضر نہیں ہو سکتی تم جلدی جا کر کسی کو تلاش کر لو۔ کیونکہ بخدا میرا ہاتھ کام کا نہیں
 رہا۔ یہ تو بلانے والے کو جواب دیا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ مصیبت حد سے بڑھ گئی
 ہے اب ایسا نہیں کرنا چاہیے اور نہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔ کیونکہ وہ خوف اور انقباض
 دل کیسے جاسکتا ہے جو کہ میں اس جبرم کی بدولت جھیل چکا ہوں۔ ایک دفعہ
 تو مر چکا تھا۔ اب دوبارہ زندہ ہوا ہوں۔ پس میں موت کی تلخی چکھ چکا ہوں۔
 اب میں اپنے کو معرض ہلاک میں نہ ڈالوں گا۔ نیز میں نے خدا سے سچی توبہ کی
 ہے۔ اب تادم مرگ سے نہ توڑوں گا۔ کیونکہ اس مصیبت کے بعد کوئی گناہ ہو گا
 جو خطرہ کی طرف قدم اٹھائے۔ آدمی تو ایسا نہیں کر سکتا۔۔۔ اس بعد مولانا اس
 گدھے کا قصہ بیان فرماتے ہیں جو ایک مرتبہ مصیبت میں مبتلا ہو کر دوبارہ پھر
 اسی مصیبت میں مبتلا ہوا تھا۔



حکایت در میان آں کسے کہ توبہ کند و شیمان شود و باز

اس بیان میں حکایت کو کوئی شخص توبہ کرے اور شیمان ہو اور پھر آں
آں شیمان پہا را فراموش کند و آزمودہ را باز آزماید و

شرمندگیوں کو بھلا دے اسی آزمائے ہوئے کو دوبارہ آئے۔ اور مستحق

خسارت ابد و رفتہ کہ من جزا ليجرب حلت به النكامة

نہیں میں مبتلا ہو جائے کیونکہ جس شخص نے آزمائے ہوئے کو آزمایا اس کی ندامت ہوتی

و چون توبہ او را ثباتے و قوتے و طاوتے و قبولے و

ادب نہیں کی توبہ کا بھلاؤ اور قوت اور شہرہ یعنی اور قبولت اور وہ اس کی

مدے بد و نرسد چون درخت بے بیج ہر روز زرد تر

ماں نہ ہو توبہ بغیر جگے درخت کی طرح ہے جو روزانہ زیادہ زرد اور خشک ہوتا ہے

و خشک تر فعوذ بالله من ذلالت

ہم اس بات سے گمراہی پناہ چاہتے ہیں

توبہ کا توبہ اس حکایت
ہے یا تا تصور ہے کہ
ایک بار شخصیت سے نکلت
پا جانے کے بعد وہ باگیت
میں پہنچے کا بہت برا انجام
ہوتا ہے۔

لے چوں اگر توبہ میں نکلا
زہد و ماس کی خوبی اس پر
راست نہ ہو تو توبہ کرنے والے
شخص کی مثال بے بیج کے
درخت کی ہے جسے ہر روز زرد
خشک ہوتا جا تا ہے اور
اس کے پتے غمزدہ ہوتے ہیں
توبہ کا توبہ ایک بھلا
کا ایک گرجا تھا جس کی کمر
زمینی تھی اور بہت عالی رہتا
تھا جس کی دھڑ سے وہ کوزر
ہو گیا تھا سنگھڑا جس میں
زمین کو کوزر یعنی تیار اور
برماں حوالہ اظراف بنیتیں
بسیل کا جھل پتہ جھل
شیر وہ شیر کسی اسی سے لڑ کر
زمینی اور غمزدہ ہو گیا اور جھل
جانوں کا شکار کرنے کے
قابل نہ رہا۔

توبہ کا توبہ ایک دھڑ سے
وہ خشک کر کے قابل نقا
اور دوسرے دھڑ سے جس
کا بچا کھا کھاتے تھے وہ بھی
جھل کے پتے پتے
خیر خیر نے لڑائی سے کہا
کسی گدھے کو پتہ نہ ہو کہ
پاس لے آئے تھوڑے پتے
شوق منتر

پشت ریش شکم ہی تن لاغرے

زمینی کمر، خالی پیشہ، کوزر جسم

روز تاشب بینوا او بے پناہ

شب و روز بے سرو سامان اور بے پناہ

روز و شب خرداں کور و کورد

گرجا دہاں دن رات اندھا اور تاریک چشم تھا

شیرے بود آنجا کہ میدش پیشہ بود

دہاں ایک شیر تھا جس کا پیشہ شکار کرنا تھا

خستہ شد ایں شیر و انداز اطمیناد

وہ شیر زمینی ہو گیا اور خستہ کرنے سے عاجز ہو گیا

بینوا مانند دواز چاشت خوار

دھڑ سے مانند سے مسکرم ہو گئے

شیر چون رنجور شد تنگ آمدند

جب شیر بیمار ہو گیا، وہ پریشان ہو گئے

گارتے بود و مر او را ایک خمرے

ایک دھول تھا جس کا ایک گرجا تھا

در میان سنگلاخ بے گیاہ

بغیر گھاس کی چشمہ کی زمین میں

بہر خور و غیر آب آنجا نبود

دہاں کھانے پینے پانی کے ساتھ نہ تھا

آں حوالی نیتان ویشہ بود

اطراف میں بسیل اور جھل تھا

شیر را با پیل نزدیک اوفتاد

شیر کی لڑائی سے لڑائی ہوئی

مردتے و مانند ایں ضعیف از شکار

ایک عورت کی کوزری کی وجہ سے شکار کا مجرب نہ رہا

زانکہ باقی خواہ شیر ایشاں ہند

کیونکہ وہ شیر کا بچا ہوا کھانے والے تھے

لے فرتا۔ لڑائی کی ہوا کا
 مہم بھی۔ غم۔ گھٹ۔
 دھڑکی۔ آڑھوں۔ میں گھر کو
 پہنکا کر سہ پاس لے آیا۔
 قلیہ جس طرح شیر شکار کرتا
 ہے اور اپنی روزی سے اس کا
 کھاوا کا کھیت بھر دیتی
 ہی طرح قلیہ نا ڈھار
 سارے اپنی کاٹھا کرتا ہے
 اور چتا دھار اس کے ذریعہ
 اپنی غم کا سہل کرتے ہیں۔

یا خرے یا گاؤہ ہر من بخو
 یا گم یا ہل سہرے ۷۰ شاکش کر
 چوں دیام تو تے از مخم خسر
 جب میں گم کے کھٹ سے حالت بزدل
 اند کے من میخوم باقی شما
 میں توڑنا ساک لوں گا ۱۰ بالہ بچہ
 از فسون وار منہلے خوشش
 اس کو شستہ اور ابھی باقی سے
 زان فسونہائے کے میدانی بگو
 جو شستہ تر جاتی ہے، وہ بڑھ
 پس بگیرم بعد از ان صید دگر
 اس کے بعد میں دوسرا شکار کروں گا
 من سبب باشم شمارا در نوا
 میں خوش میں تبارے سبب شمارا
 نرم گرداں زود تر اینک شش
 نرم کر ۱۰ جلد یہاں سے ۲

شرح

ایک دھوبی تھا اور اسکی پاس ایک گدھا تھا جس کی کر
 زخمی اور پیٹ خالی اور جسم دبلا تھا اور ایک پتھر ملی زمین
 میں رہتا تھا جس میں گھاس نہ تھا وہ وہاں رات دن بے گھاس اور بے پناہ رہتا
 تھا کیونکہ کھانے کے لئے وہاں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ لہذا وہ گدھا وہاں رات
 دن مبتلائے مصیبت رہتا تھا وہ صبح ایک نیستان اور بن کے قریب تھا جہاں
 کہ ایک شیر رہتا تھا جس کا کام شکار تھا۔ اتفاقاً اس شیر کی مابھی سے
 لڑائی ہو گئی اس میں شیر زخمی ہو گیا۔ اور شکار کرنے سے عاجز ہو گیا اور ایک عرصہ
 تک ضعف کے سبب شکار سے عاجز رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اور درندے
 بھی غذا سے محتاج ہو گئے کیونکہ وہ سب شیر کا بچا کچھا کھانے والے تھے۔ پس
 جبکہ شیر بیمار ہو گیا تو وہ بھی تنگ ہو گئے آخر شیر نے لامٹری سے کہا کہ تو جا اور
 میرے لئے کسی گدھے کو شکار کر کے لائے اگر اس مرغ زار کے آس پاس سے
 کوئی گدھا مل جائے تو اسکی باتیں بنا کے اور اُسے دھوکا دے کے یہاں لے آ۔
 خواہ گدھا ہو یا گائے۔ جو کچھ بھی ملے تو میرے لئے ڈھونڈ۔ اور جو
 بنائی آتی ہیں تو اسکی بنا اور اُسے دھوکا دے کے یہاں لے آ۔ جب میں گدھے وغیرہ
 کے گوشت سے کسی قدر طاقت حاصل کر لوں گا اس میں سے کچھ میں کھاؤں گا اور

جو بچے گا وہ تمہارا ہو گا۔ اس طرح میں تمہارے سامان خوردش کا سبب بن جاؤں گا۔ پس تو اپنے افسوں اور اچھی باتوں سے اُسے نرم کر کے جلدی یہاں لے آ۔ آگے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں

تشبیہ کردن قطب کہ عارف و اہل ست در اجرائے

قطب عبارت اصل یمن کی مخلوق کو رحمت اور مغفرت کی ان مراتب کے اجلا دادن خلق از قوت رحمت و مغفرت بر مرتبہ کہ محقق سے روزی یعنی تشبیہ بیان کرنا جواز ہے اس کو الہام کہیے اور شیر سے

الہام داد و تمثیل بشیر کہ اجرے خوار و بانی خوارے اند

مثال دینا کیونکہ اس کے روزی خوار اور بانی خوار کہاں کے ہوتے ہیں

بر مرتبہ قرب ایشان بشیر نہ قرب مکانی بلکہ از قرب

سے نزدیکی کے اجارے مکانی قرب کے اجارے نہیں بلکہ معانی قرب کے اجارے

صفتی و تفصیل این بسیار است و اللہ الہامی

سے اور اس کی بہت تفصیل ہے اللہ خدا باریت کرنے والا ہے

باقیاں این خلق باقی خوار او

باقی یہ مخلوق اس کا بچا ہوا کمالے والے ہے

تا قوی گردد و کند صید و خوش

تاکہ قوی ہو جائے اور خوش ہاندا کی تھار کے

کز کف عقلست جملہ از قی خلق

کیونکہ تمام لوگوں کی روزی عقل کے آسمان سے ہے

ایں نگہدار اردل تو صید جو

اگر تیرا دل شکاری ہے تو اس کا خیال کر

بہت عقل ست تدبیر بیدن

جسم کی تدبیر عقل سے وابستہ ہے

ضعف در کشتی بود در نوح نے

کمزوری کشتی میں ہوتی ہے نہ نوحؑ میں

گردش افلاک گرد او بود

آسمانوں کی گردش اس کے گرد ہوتی ہے

ملکہ قطب برخص اپنے

دور کا قطب ہوتا ہے وہ

اسرار و ساریت کا برہوت

استقامت کرتا ہے اور وہ

انہما اذنا و سمعہ اور لغبار

اس کے ماحول سے غیبیاب

ہوتے ہیں تاکہ ان پر

فرض ہے کہ قطب نادر

کی خوشنودی حاصل کرے

اور اس کو خوش رکھے

کلمہ حق برہمہ گر قطب

رہیہ ہوتا ہے قریبہ

رگ ہے سر و سامان ہوتے

ہیں وہ یمن بانی روز کی

روزی اس کا پس خود ہے

لہذا اگرچہ قطب ہر

مخلوق کی دیسی نسبت ہے

مقلد ہر فرقہ و عقائد

مقلد کے ذریعہ عوام حاصل

کرتے ہیں محنت قطب

روحانی صفت طاری نہیں

ہر سال گزشتہ اشارہ میں

کے جس صفت کا ذکر ہے وہ

مفسر بیانی مفسر ہے اس

کی روح اور جسم کی ہیئت

ہے جو حضرت نوحؑ اور یحییٰ

کی حق بات ہے قطب کہیں

مدد کی ضرورت ہے وہاں کی

جہاں مدد ہے

تھے ایست۔ ہر کہ قطب
کی بدلی خدمت کر گیا وہ تیرے
نے ہی منید ہے گفت کہ خضر
کے ساتھ درگاہ کر کے کر
اشرقت نے اپنی حد قرار
دیا ہے اور ظاہر کس مدکا
فائدہ تیس بصدت مند
خداوندی حاصل ہوگا چوگرہ
جس طرح درازی شیر کے لئے
شکار لے ہے اور اس سے
خود فائدہ اٹھاتی ہے جس طرح
تم بھی قطب کی بدلی خدمت
کر گئے خود فائدہ اٹھاؤ گے۔
مترجہ قطب کا ارادہ منہ ہو کہ
قطب کو سے گا وہ درازی کے
خبر کی طرح ہوگا کہ خود کو
منہ پر لگا مترجہ قطب کا
نکر جو ہے جس کی کمانی نہ
ہوتی ہے مگر قطب کے اس
پہلے کر اس کا نور و بریں زائل
ہو گیا ہے جس طرح گور کا
کھارنا لیز میں جا پڑتا ہے
نرس کی خاصیت بدل جاتی
ہے۔

یا بیے وہ در مرت کش تیش
اس کی کشتی کی مرت میں بند کر
یار تیش در تو فسناید نے درو
تیری مدد و توجہ میں اضافہ کرے گی نہ کہ نہیں
پہچو زو بہ صید گیر و کن فیدش
لڑائی کی طرح شکار کر اور اس پر قرآن پڑھا
رو بہا نہ باشد آں صید مرید
نزد کا شکار درازی کی طرح کا ہوتا ہے
مردہ پیش آؤ ششی زندہ شود
نرانے ملنے مردہ کو زندہ کرے گا وہ زندہ ہو جائے گا

گر غلام خاص و بندہ کش تیش
اگر تو اس کا خاص غلام اور بندہ ہو گیا ہے
گفت حق ان تضرعوا للہ ینظر
اشرقتا نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کی درگاہ پر
تا عوض گیری ہزاراں صیدش
تاکہ تو ہزاروں سے زیادہ شکار پیلے میں مل کر لے
مردہ گیر و صید گفت ارمید
نعرش بخورے کا شکار کرتا ہے
چرک در پالیز رو سیدہ شود
نکھار و نمایز میں آگے والا میں جا ہے



شرح

قطب شیر ہے اور اس کا کام شکار کرنا ہے اور باقی لوگ اس کا
بچا ہوا کھانے والے ہیں یعنی قطب حقائق و معارف کو حق سمجھانے
سے حاصل کرتا اور دوسروں پر افاضہ کرنا ہے۔ پس تم سے جہاں تک ہو سکے
قطب کو خوش رکھو اور ان کی مالی خدمت کرتے رہو تاکہ وہ قوی ہو جائے اور
و خوش معارف حقائق کا شکار کرے اور اس میں سے تمہیں بھی نفع اس کی قوت
کی اس لئے ضرورت ہے کہ جب وہ ضعیف بیمار ہو جائے اور طاعات جسمانیہ پر قادر
نہیں ہوتا تو مخلوق ان فیوض و برکات سے محروم ہو جاتے ہیں جبکہ وہ بذریعہ طاعات
جسمانیہ کے حاصل کر کے مخلوق کو ان سے مستفیض کرتا کیونکہ وہ بمنزلہ عقل کے

ہے اور مخلوق بمنزلہ خلق کے اور خلق کو جس قدر غذا ملتی ہے وہ بتوسط عقل کے ملتی ہے پس مخلوق کو جس قدر غذائے روحانی ملتی ہے وہ بتوسط قطب ملتی ہے اور بصورت ضعف قطب اسکی کتابکے عاجز ہے اسلئے مخلوق کا حراں لازم ہے کیونکہ مخلوق کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس کا پس ماندہ تھا۔

اور صورت مذکورہ میں اس کو وہ غذائے خاص حاصل ہی نہیں ہوتی تو مخلوق کو کیلئے پس اگر تمہارا دل صید معارف کا شائق ہے تو اس نکتہ کا لحاظ رکھو! اور شیخ کی خوب خدمت کرو تاکہ وہ کمزور نہ ہونے پائے اور پوری قوت کے ساتھ طاعات جسمانیہ میں مصروف ہو کر خوب غذائے معارف حاصل کرے اور مخلوق کو اسکی بہرہ مند کرے اسی لئے کہ وہ بمنزلہ عقل کے ہے اور مخلوق بمنزلہ اعضائے جسمانیہ کے اور تدبیر و تربیت اعضا عقل سے وابستہ ہے لہذا عقل کی صحت ضروری ہے۔

ہم نے جو کہا تھا کہ قطب کو راضی کرو اور اسکی خوب خدمت کرو تاکہ وہ قوی ہو جائے۔ اسکی معلوم ہوا تھا کہ قطب ضعیف بھی ہو جاتا ہے پس تم سمجھو کہ اس کا ضعف صرف جسمانی ہوتا ہے نہ کہ روحانی۔ اور ضعف اس کی کشتی تن میں آتا ہے نہ کہ لوح روح میں۔ کیونکہ قطب تو وہ ہوتا ہے جو اپنا مدار خود ہو۔ اور افلاک اسکی گرد گھومتے ہیں پس جو عالم کا محتاج الیہ ہو وہ کیونکر ضعیف اور محتاج تقویت ہوگا۔ ہاں اسکی کشتی تن میں ضعف اور شکستگی آسکتی ہے پس تم اگر اس کے غلام خاص ہو تو اسکو کشتی تن کی اصلاح میں مدد دو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم شیخ کو نفع پہنچا رہے ہیں کیونکہ اس خدمت میں خود تمہارا فائدہ ہے نہ کہ اس کا۔ کیونکہ اسکی اعانت حق سبحانہ کی اعانت ہے اور حق سبحانہ کی اعانت میں حق سبحانہ کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ خود تمہارا فائدہ ہے کہ حق سبحانہ تمہاری اعانت کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے ان تنصروا اللہ ینصکم۔

پس حاصل یہ ہے کہ تم شکار کرو اور کماؤ اور شیخ پر قربان کرو۔ اسکی

معاوضہ میں تم کو ہزاروں صید معارف ملیں۔ یاد رکھو: کہ مرید خاص کی کمائی شیخ کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ اس لوہڑی کا شکار شیر کے لیے۔ اسلئے اس کی کمائی دنیا نہیں ہوتی۔ جس کو حدیث میں جیفہ اور مردار کہا گیا ہے بر خلاف اس شخص جو شخص اپنے نفس کے لیے کماتا ہے اس کی مثال ہنڈار کی سی ہے اور اس کی کمائی دنیا اور مردار ہے ایک اگر تم نے اپنے ہی نفس کے لیے کمایا تھا اور تم اس شیخ کی خدمت کرو۔ تو گو وہ اول مردار یعنی دنیا تھا مگر اب وہ زندہ یعنی دین ہو جائے گا اور اس کی مثال ایسی ہو گئی جیسے کہ کھیت میں کھا د ڈالا جائے اور وہاں وہ نبات بن جائے اور کھانے کے قابل بن جائے۔

(خائدا: قال مجدد الملة والذين افاض الله علينا من بركاته في تقويم المقام قوله تالواني در رمضان قطب کوش الخ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خود اس پر معارف کا فیضان تمہاری ارضا اور خدمت پر موقوف ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ فیضان للافاضۃ علیک موقوف ہے اس پر۔ راز اس میں یہ ہے کہ وہ راضی ہو کر تمہارے افاضہ کی طرف متوجہ ہوگا۔

اور اس توجہ و جوش کے وقت عادیۃ اللہ یہ ہے کہ اس پر خاص اسرار نفع خلق کے لیے فائض ہوتے ہیں۔ بخلاف خلوت کے کہ اس وقت اکثر فیضان خود اس کی انتفاع کے لیے فائض ہوتے ہیں۔ اسلئے آگے فرماتے ہیں ۵
مادیت در تو خزايد نے درو الخ انتھی لفظہ الشریف

جواب گفتن رُوباہ شیرا

دوڑی کا سفیر کو جواب دینا

گفت رُوباہ شیرا خدمت کُتم

دوڑی نے شیرے کہا میں ندت بہاؤنگی

جیلہ و افسوں گری کارِ سن

جیلہ اور شتر بڑھنا میرا ہیضہ ہے

از شتر کہ جانب جویش تافت

بہاؤ پرے، نہر کی جانب دوڑ رہی تھی

پس سلائے گرم کردیش رفت

گرم چوٹی سے سلام کیا اور سامنے آگئی

گفت چونی اندیریں صحرائشک

بول، اس خشک میدان میں آپ کیسے پہنچے

گفت خرگرد غم و درارم

گدے سے کہا میں غام میں ہوں یا جنت میں

شکر گویم دوست اور خیر و شتر

اتھان اور بڑائی میں دوست کا شکر ادا کرتا ہوں

چونکہ قسام اوست کفر آمد گلہ

جبکہ وہ تقسیم کرنے والا ہے تو غلے کو کھڑے

باز گفت العنبر مفتاح الفرج

پھر اس نے کہا میرے آگے کی کھجور ہے

راقصیم من قسمت قسام را

میں تقسیم کر لے گا مے کی تقسیم پر راضی ہوں

بہرہ وراز نعمت اوصاف عام

اس کی نعمت سے خاص و عام نافع اٹھائے ہیں

مرغ و ماہی قسمت خود بخود

بزرگ اور چھوٹا اپنا حصہ کھاتے ہیں

جیلہا سازم ز عقالش کُتم

تعمیر میں کروں گی انکو عقل سے بچاؤنگی

کارِ من و دستان و از رہ بُردنت

میرا ہیضہ، مکر اور دھوکا دینا ہے

یک خرمسکین لاغرا بیافت

ایک کمزور مسکین گدے کو ایسا

پیش آں سادہ لے درویش رفت

اُس سیدے اور غریب کے سامنے آگئی

در میان سنگلاخ و جانے خشک

پتھر والی زمین اور خشکے بجے میں

قسمت حق کرد و من لے اں شاکرم

اٹھنے میں مدد بنایا ہے میں اس پر شکر گزار ہوں

زانکہ ہست اندر قضا از بدبتر

کیونکہ حکم خداوندی میں برے سے بھی زیادہ برا ہے

صبر باید صبر مفتاح الفصلہ

صبر کرنا چاہیے، صبر علیہ کی بجلی ہے

صابراں راکے رسد جور و حرج

صبر کرنے والوں کو سختی اور مشکل کب آنے ہے؟

کہ خداوند مست خاص لے عام را

کیونکہ وہ خاص و عام کا آت ہے

میرساند و زری و تش و دہولام

وہ دشمن کا ڈنکا اور کھڑے کھڑوں کو ہڈی پیچھا کرے

مور و مار از قسمت اومی خزند

چیمہ نشان اور سانپ اس کی خیریت کھاتے ہیں

لے گفت۔ دوڑی نے گدے

سے کہا آپ میں خشکے پتھر بچے

جھل میں کیوں پڑے ہوئے

میں۔ گفت۔ فرنگی گدے کا

یہ نعمانی تقسیم ہے جو سب کو

مستحق ہے میں اس پر راضی

ہوں۔ تاکہ انسان کو پر

حالت میں مسکرا کر اپنا بچہ

اور سوچنا چاہیے کہ اللہ قسم

نے اس کو اس سے بدتر

حالت میں نہیں کیا۔ چرکہ۔

اللہ کی تقسیم پر شکوہ نہ کرے۔

انصاف صبر کرنے سے شاکر

بنایا جاتا ہے۔

لے راقصیم زرق و قدام

تقسیم کر رہے ہیں جگہ وہ

سب کا ایک ہے قرص

کی تقسیم پر راضی رہنا

ضروری ہے۔ بہانہ۔ کیلئے

کوڑے سے ترخ جس قسم کا

ہو سب اس کی ہی منتظر

سے زرق حاصل کر رہے ہیں

دنیا کی مادی مخلوق اس کے

میں صوابی نعمت سے مدد

مطلوبہ کر رہی ہے

لے گفت۔ دو۔۔۔ دوڑی نے سفیر سے کہا میں ملک کی تقسیم کروں گی اور اپنے تہجر سے شکر
کرتے وقت بنا دوں گی۔ رشتہاں۔ مکر۔ خیر تحسین۔ یعنی دھوکا دہی اور کھڑے کھڑوں کو ہڈی پیچھا کر کے پاس
پہنچاؤ اس کو گرم چوٹی سے سلام کیا۔

تکلیف حق محمد ساری خلق
 کو نہ دینی پہنچا رہا ہے کئی
 جاندار مذہبی سے محروم نہیں
 ہے۔ غریب حق۔ اللہ کے ہوش
 سب دشمنوں کو ہر طرف سے
 دھمکتے ہوئے خود رسد کھلا
 دھم سے کہنا میری طرف ہے۔

اللہ شکر کن جس مانت
 میں ہیں جو ہے اس کی شکل
 گزار دے ناچا ہے کہ اس سے
 بڑتر مانت میں نہیں ہے۔
 تا وہ جب تک مجھے رسول
 روزی حاصل ہے میں شیا
 روزی کی خواہش نہ کرنا
 کیونکہ ہر شیا صافست کے
 ساتھ کوئی نہ کوئی تکلف وہ
 بات ضرور گئی ہوئی ہے خواہ
 کے ساتھ ساتھ ہے پہل
 کے ساتھ ساتھ ہے۔

اللہ حکایت ہے اس حکایت
 سے یہ سمجھنا ہے کہ کس میں
 اہلین کے گھڑوں کو اپنی
 خوراک حتیٰ حق قناس کے
 ساتھ نہیں دنگ میں تیری
 کاغذ ہرے۔ درمختصہ
 انسان کو بانیہ کہ ماضیت
 اور اللہ کی حاکمیت کا طلب
 بنے اگر اس کو یہ چیز حاصل
 ہو جائیگی تو مصائب کی تمنی
 شیرینی سے بدل جائے گی
 اگر انسان نہ آنا ہی ہوتی نہت
 کی تمنا کرے گا تو جس کے
 ساتھ کی نصیبت ہے پریشانی
 ہو جائے گا۔

اللہ پتاکہ دنیا کی برکت
 کے ساتھ کرنی نصیبت واجب
 ہے اور ان سے قریب کے ساتھ
 مال میں ہے انسان دانہ کی
 قتا کرتا ہے لیکن نہ مال
 سے نافع ہوتا ہے۔

خوان اوستا ستر عالم گرفت
 نہیں کے دستروای نے مرے عالم کو گھیر لیا ہے
 مئی خورد و پخت کم نایدا از ان
 وہ کار ہے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں آئے کہ
 باش راضی گرتوئی دل زندہ
 اگر تو رہا دل ہے ، راضی رہ
 غیر حق جملہ عز و نداشت دست
 اللہ (حقانے) کے علاوہ سب جہیں ہیں وہ دستہ

شکر کن تا نایدت از بدتر
 شکر دارا کرارہ ، تاکہ تجھے نہتے چتر نہ
 تا وہ دو غم خواہم آجئیں
 جب تک وہ مجھے بھلائی میں نہتہ انکار
 گنج بے بار و گل بے خار نیست
 خواہ بغیر ساپ کے اور پھول بغیر کانے کے ہیں
 یک حکایت یاد دارم از پدر
 مجھے یاد آئی ایک کہانی یاد ہے

بر سر خورش خلق در گفت
 خلق اس کے دسترخوان پر تہجد میں ہے
 کیست بے روزی بگواند جہاں
 ہوتا ، دنیا میں بے روزی کون ہے؟
 کوڑا ناند روزی ہر بندہ
 وہ ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے
 باعلا ز دوست کو مے کے نکوست
 دشمن سے دوست کا شکوہ مکب ہلا ہے؟

ورنہ مانی ناہاں در گل چو خر
 درز تو کچھ کے گھسے کی دین رہ جائے گا
 زانکہ ہر نعمت غمے دار و قریں
 کیونکہ ہر نعمت اپنے ساتھ کوئی غم رکھتی ہے
 شادی بے غم دریں بازار نیست
 بغیر غم کی خوشی اس بازار میں نہیں ہے
 در نصیبت گفت برفنے کا لہر
 نہتے ایک در نصیبت میں کہا اسے بیٹا

حکایت دیدن خرسفائے بانوائے اسپان نازی را در
 نئے کے گھر کا ، خاص اہلین میں ساز سامان کے ساتھ غریب گھروں کو دینے کی
 آخر خاص و متمنا بردن آں دولت را در موعظہ آنکہ متمنا
 حکایت اور اس دولت کی تمنا کرنا اس نصیبت کے بارے میں کہ
 نباید بردن الا بمغفرت و عنایت کہ اگرچہ صد گوں بچے
 ساتھ مغفرت اور مہربانی کے حقانہ کرنی چاہیے خواہ سنگدور تکالیف ہوں
 بود و چون لذت مغفرت بود ہمہ شیریں شود باقی ہر دولت
 جب مغفرت کی نعمت حاصل ہو جائیگی نہ تکالیف ، سب شیریں ہو جائیگی تب ہر
 کہ آں را نا آزمودہ متمنا میری ہاں رکھے قریں ست
 دولت کی بغیر آزمائے خوش کرے قریں کے ساتھ کوئی تکلیف ہر گئی میں کو تو
 کہ آں را نمی چننا کہ از ہر دایمے دانہ سپید شود و
 میں دیکھ رہا ہے یہ دنیا کہ ہر حال کا دانہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور حال پہنچا ہوتا ہے

فتح پنہاں تو دریں یک دم ماندہ و متمایب سری

تراں جالبی سچے توت رہا ہے سہا س کر اس مانے

کہ کا شکے باآں دانہارفتے پنداری کہ آں دانہا

ملک پہ پانا تو خیال کرتا ہے کوہ دانے

بیدام است

بیر جان کے ہیں

ملک مانجن اس گمے کو

مسیبتوں کی وجہ سے موت

کی تفتاحی جو کہا اس

گمے کو جو تو رکنا خشک

گمے میں ہی پٹ ہر زخم

حق اور ہر وقت وہی کی

سچ سے بھٹا تھا جس سے

اس کی ہمت و غمی ہی تیرے

دار و درمہل آں حرف

وال ٹھڑی ہوئی شکل کا

ہوتا ہے جیسے ہر پہ

زبان آکر تھکے شہا

اس میں

ملک عمر دھری کے گمے

لے شاہی اس میں دلی

گمے سے دیکھ جہیت خود

مالت میں ہے تیرا

اس میں کی دہی پر پھر کھتا

اور گمے اور دلا برقت

سب گمہوں کو فنا کر

ان کے بدن پر کھڑا ہوتا

اور ان میں ہوتی تھی

گمے نے کھان کی طرف

شکوہ کر کے و ماشرع کر

کہاٹیاں میں ہی تیری

خون میں ہی اس شہیت

میں کیوں ہیں

گشتہ از محنت و تاچوں خمیر

مشقت کی وجہ سے ملنے کی طرح اُترا پر گیا تھا

ماشتق و جویائے روز مرگ خورش

وہ اپنی موت کے دن کا چراں اور ماضی تھا

در عقب زخم و سیخ آہنے

پچھے زخم اور لوہے کی سیخ

کا شنائے صاحب غر نو مرد

کیونکہ وہ گمے کے ایک شہنشاہ تھا

کز چہ اس خرق گشت و تاچہ جوداں

کہ یہ گمہاں کی طرح کیوں اُترا جو گیا؟

کہ نمی یا بد خواہیستہ زمین

کیونکہ اس نے زبانی کو بڑھ نہیں لے ہی

تا شود در آخر شہ زور مند

تاکہ شاہی اس میں حاضر بن جائے

در میان آخر سلطان شہ بست

اس نے اس کو شاہی اس میں باندھا

بانوا و فرہ و خوب و عزیز

باسر و مال اور سونے اور عمدہ اور نئے

کہ وقت و جو بہنگام آمدہ

گمے اس اور جو برقت ماحرہ

پوز بالا کرد کاے زب مجید

اس نے خود اختیار کیا اگر لے بڑے گمہاں

بود ستقائے مرا و را یک خمے

ایک شہ کا ایک گمہ تھا

نشتش از بارگراں رہ چاریش

بھاری ہرج کی وجہ سے ان کی کردت جگہ سے نہ رہی

جو کجا از کاہ خشک او سیر نے

جو کہاں! وہ خشک گمے میں ہی پٹ نہ رہتا

بیر آخر دید و را ز جسم کرد

اس میں کے دار و درمہل اس کو دیکھا، رجم کیا

پس سلاش کرد و پریشش کا

اس کو سلام کیا اور اس سے حال پوچھا

گفت از روشی و قصیر من

اس نے کہا میری روشی اور کوتاہی سے

گفت بپارش من تو روز خند

اس نے کہا اس کو چند دن کیلئے میرے چہرہ پر

خرید و سپرد از رحمت برت

اس نے کہا اس کے چہرہ پر دیا اور رحمت سے

خرز ہر سومر کب تازی بدید

گمے نے ہر جانب پرانی گمہ سے دیکھے

زیر پاشاں روفتہ و آبے زہ

انگہاؤں کی زمین جھانڈی ہوئی ادھائی ہوئی

خارش و مالش مراں پاں رابہ

گمہوں کی مالش اور کھیرا دیکھا

۳۵ شب۔ دن کی پٹائی
جسے رات بھر دو دہریں اور
بھوک میں گدازتا چلی اور ہر
لحظ موت کی انتظار میں
یہ جلی گڑھے میں کس قدر پیش
مشرقت میں ہیں تو نے بے
میں کیلئے کیوں مخصوص

عظا نگاہیں کچھ ہی دن بعد
جنگ کا اعلان ہو گیا اور ان
جلی گھوڑوں پر زین کے
چلنے کا سرتق کیا۔ زینت
یہ گھوڑے فوج کے ساتھ
میدان جنگ میں گئے اور
وہاں دشمنوں کے بیڑوں اور
تیروں سے زخمی ہوئے اور
جنگ سے واپس آکر یہ گھوڑے
اصطبل میں چت کر گئے۔
پانچواں سولیدوں نے ان
کے پاؤں کو اس سے کسے اور
تیر کا لے لے لئے ان کے
بدوں میں شکست کرنے شروع
کر دیئے۔

۳۶ حق خرد زعفری کے گڑھے
نے جب جلی گھوڑوں کی یہ
حالت دیکھی تو دعا کرنے لگا کہ
میں غمزدار عافیت پر راضی
ہوں ساز و سامان کے ساتھ
یہ زخم خوری بے خوف نہیں
ہے۔ گفت۔ گدھے کی توجہ
سن کر وہ بھی نے کہا اذہم
کا حکم ہے کہ رزق کا حق کرو
لہذا طاعن رزق کی طلب نہ

۴۰

نہ کہ مخلوق تو اُم گیسر مخرم
کیا میں تیری مخلوق نہیں ہوں تاکہ میں کچھ حاصل
شب گزشتہ درویش نے از جوع کم
رات کو کر کے دروازہ پیٹ کی بھوک سے

حال! ایس! اپنا خنیں خوش بانوا

ان گھوڑوں کی ایسے سازشوں کے ساتھ عمر و حالت

ناگہتاں آوازہ پیکار شد

ایک جنگ کا اعلان ہو گیا

زخمی تیر خور دند از عدو

انھوں نے دشمن کے تیروں کے زخم کئے

از غر باز آمدند آں تازیان

وہ جلی گھوڑے جنگ سے گئے

پایہاں شان بستہ محکم بانوا

نارے ان کے پاؤں مضبوط بندھے ہوئے تھے

می شکافیدند نہاںش انیش

انھوں نے شتر سے ان کے چوٹ میں پیرا دیا

چوٹ خراں را بد سیفت آ خدا

جب گدھے انھیں دیکھا کہ ہر اتنا لے خدا

زاں نوا یز ارم و زین زخم زشت

میں اس سرد سامان اور اس بھٹے زخم کے چھڑا ہوا

۴۱

۴۲

۴۳

۴۴

۴۵

۴۶

۴۷

۴۸

۴۹

۵۰

۵۱

۵۲

۵۳

از چہ زار و پشت ریش لاغرم
میں کس دہر سے عاجز اور زخمی ہو کر اور لاغرم
آرزو مند م بھرون و بندم
لحمہ لمحو میں مرنے کا آرزو مند ہوں

من چہ مضموم بتعذیب بلا

میں غلاب اور مصیبت کے ساتھ مخصوص کیوں ہوں؟

تازیان را وقت زین و کار شد

جلی گھوڑوں کی زین اور کام کا وقت آگیا

زفت پیکانہا در ایشان سو بؤ

جسک جنگ ان میں تیرہ کس گئے

اندراخر جملہ افتادہ ریشاں

اصطبل میں سب چت پڑے ہوئے تھے

نعلبن داں ایستادہ در قطار

نعلبن داں میں کھڑے تھے

تا بروں آرنہ پیکانہا ز ریشاں

تاکہ زخم سے تیرہ! ہر نکالیں

من بفقر و عافیت ادم رضا

میں نے فقر اور آسائش پر راضی ہونے دی

ہر کہ خواہد عافیت دنیا بہشت

جس نے عافیت چاہی اُس نے دنیا بھڑوی

۴۱

۴۲

۴۳

۴۴

۴۵

۴۶

۴۷

۴۸

۴۹

۵۰

۵۱

۵۲

۵۳

شرح

لوٹری نے شیر سے کہا کہ میں حضور کی خدمت کروں گی اور میں
ایسی تدبیریں کروں گی کہ شکار کو احمق بنا دوں گی۔ چالاکی
اور ہمت چھوٹا کر تو۔۔۔ میرا خاص کام ہے کیونکہ میرا کام ہی فریب دینا اور بے راہ کرنا

ہے۔ یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گئی۔ وہ پہاڑ پر سے ندی کے طرف جا رہی تھی کہ ایک بے چارہ گدھا راہ میں اُسے مل گیا اُس نے اُسے نہایت تپاک سے سلام کیا اور آگے بڑھ کر اس احمق فقیر کے پاس گئی وہاں جا کر اُس سسلی کہا کہ آپ اس خشک جنگل میں پتھر ملی زمین اور خشک مقام میں کیوں رہتے ہیں۔ گدھے نے جواب دیا کہ میں مصیبت میں ہوں یا راحت میں۔ جس حال میں بھی ہوں اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ میرا یہ حصہ اسی نے مقرر کیا ہے۔ اور میں اس دوست کا بھلائی، بُرائی ہر دو حالت میں شکر ادا کرتا ہوں۔ بھلائی میں شکر کرتا تو ظاہر ہے بُرائی میں شکر اُس کرتا ہوں کہ تقدیر الہی میں بُری حالت سے بھی زیادہ میری حالت ہے پس میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اسٹل مجھے زیادہ بُرائی سے بچالیا اور جو کہ تقسیم کرنے والا وہ ہے اسٹل میں گلہ نہیں کرتا کیونکہ خدا کی تسکایت کفر ہے بلکہ شکر کرتا ہوں۔ اور صبر بھی جانتے ہیں کیونکہ صبر انعام خداوندی کا ذریعہ ہے یہ جواب اسٹل لومڑی کو دیا اور یہ بھی کہا کہ صبر فراخی کا ذریعہ ہے، اسٹل میں صبر کرتا ہوں کیونکہ صابروں کو تکلیف اور تنگی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کا صبر تکلیف کو کالعدم کر دیتا ہے۔

الغرض! میں قسام ازل کی تقسیم پر راضی ہوں کیونکہ وہ عوام و خواص سب کا مالک ہے اور سب کی خبر لیتا ہے اسٹل انعام سے عوام و خواص سب متمتع ہیں اور وہ وحوش اور کیڑوں سے مکھڑوں تک کو روزی دیتا ہے۔ ہوا میں پرندے اور پانی میں مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں اور چوہنی اور ہنسانپ تک اس کی نعمت کھاتے ہیں اس کا خوان عالم کے اس سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا ہے اور اس خواں پر مخلوق بیٹھی ہوئی متعجب ہے کیونکہ وہ اس میں سے کھاتے ہیں اور اس میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی۔ اب مولانا مضمون ارشاد فرماتے ہیں کہ تم بتلاؤ کہ۔۔۔ جہاں میں کون ہے جسے رزق نہیں ملتا۔ لامحالہ۔۔۔ تم یہی کہو گے کہ کوئی نہیں تو جب حق سبحانہ ایسے منعم اور ایسے محسن ہیں کہ ہر کسی کو لامحالہ رزق پہنچاتے ہیں تو اگر تم زندہ ولی ہو تو تم کو خوش رہنا چاہیے کیونکہ وہ ہر بندے کو روزی پہنچاتا ہے

لہذا تم کو بھی پہنچائے گا اور ہرگز شکایت نہ کرنی چاہیے کیونکہ جس تم شکایت کرو گے وہ غیر خدا ہو گا اور غیر خدا دشمن ہے۔ پس یہ شکایت ہوگی دوست کی دشمن سے اور دوست کی شکایت دشمن سے کبھی بات ہے اور جو حالت بھی ہو۔ اس پر تم کو شاکر رہنا چاہیے تاکہ اس زیادہ برائی تم کو لاحق نہ ہو۔ ورنہ تم مصیبت میں یوں پھنس کر رہ جاؤ گے جیسے گدھا دلدل میں۔

اس مضمون کو ختم کر کے گدھے کے بیان کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گدھے نے کہا کہ میری تو یہ حالت ہے کہ جب تک مجھے چھاپھ (قوت لایوت) میں شہد (عمدہ غذا) نہیں مانگتا۔ اسی لئے کہ ہر نعمت کے ساتھ ایک مصیبت ہوتی ہے اور جس طرح کوئی خزانہ بے سانپ کے اور کوئی گل بے خار کے نہیں ہے یوں ہی دنیا میں کوئی خوشی بے غم کے نہیں ہے پس ہر نعمت کی خواہش کو ناپمنا ہے اس مصیبت کے جو اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس کے متعلق مجھے اپنے باپ کے ایک حکایت ہے سنو! انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے

کہا تھا کہ بیٹا ایک سقہ تھا اور اس کے پاس ایک گدھا تھا وہ گدھا تکلیف کے سبب حلقہ کی طرح ٹیڑھا ہو گیا تھا اور بھاری بوجھ کے سبب اس کی کمر متعدد مقامات سے زخمی تھی اور وہ مصیبت کے سبب اپنی موت کے دن کا عاشق اور اس کا طالب تھا۔ اُسے قوت کہاں نصیب تھی!..... گھاس بھی پیٹ بھر کر نہ ملتا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ آر کے کوچوں سے... پیٹھ زخمی ہو رہی تھی اس کی یہ حالت دیکھ کر داروغہ اصطبل نے اس پر رحم کیا۔ کیونکہ وہ گدھے والے کا دوست تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک روز داروغہ مذکور سقہ کے پاس آیا اور سلام کیا اور حالت دریافت کی اور کہا کہ یہ گدھا حرف دال کی طرح خمیدہ کیوں ہو رہا ہے اس کے جواب دیا کہ میری مفلسی ہے اور کی معاش کے سبب۔ کیونکہ اس بے زبان کو جو نہیں ملتے اس نے کہا کہ اچھا چند روز کے لیے

تم اسے میرے حوالہ کر دو تاکہ یہ شاہی اصطبل میں رہ کر قوی ہو جائے اسلئے گدھا اس کے
 حوالے کر دیا۔ اور خود مصیبت سے چھوٹ گیا۔ داروغہ نے اسے لے جا کر شاہی اصطبل
 میں باندھ دیا۔ گدھے نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ہر طرف عربی گھوڑے کھڑے ہیں جو کہ
 با سامان اور موٹے تازے اور عمدہ اور نئے ہیں ان کا تھان صاف اور چمک کاؤ کیا ہوا
 ہے اور وقت پر گھاس ملتا ہے اور وقت پر جو آتے ہیں نین اسلئے دیکھا کہ ...
 گھوڑوں کے کھرا کیا جاتا ہے اور ان کو کلا دلا جاتا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر اسلئے
 آسمان کی طرف منہ کیا۔ اور۔ کہا کہ اے اللہ! رب مجید! مانا کہ میں گدھا ہوں مگر کیا
 تیری مخلوق نہیں ہوں۔ پھر کیا بات ہے کہ میں مصیبت زدہ ہوں اور میری کمزوری ہے
 اور دُلا ہوں۔ اور رات کو پیٹھ کی تکلیف اور پیٹ کی بھوک سے ہر دم مرنے کا
 متمنی ہوں۔ مگر گھوڑوں کی جگہ ایسی اچھی اور با سامان ہے۔ پس میں اس
 عذاب اور مصیبت کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا ہوں اسلئے بعد دفعۃً اعلان جنگ ہو گیا
 اور گھوڑوں پر زین کئے اور ان سے کام لینے کا وقت آ گیا اور وہ دشمن کے مقابلہ پر
 بھیج دیے گئے وہاں انہوں نے دشمن کے ہاتھ سے تیر کھائے اور
 ان کے جسموں میں ہر طرف پیکانیں گھس گئیں۔ آخر کار وہ جنگ سے واپس آئے
 اور اصطبل میں ان کو چت لٹایا گیا اور ان کے پاؤں نوار سے مضبوط باندھے
 گئے اور نعلین قطار و قطار کھڑے ہوئے۔ ان کے جسموں کو نشتر سے چیرتے تھے
 تاکہ ان کے زخموں سے پیکانیں نکالیں۔ جب گدھے نے یہ حالت دیکھی تو
 کہا کہ اے اللہ! میں فقراور عافیت پر راضی ہوں اور انہیں ساز و سامان اور زخم سے
 بے ازارت ظاہر کرتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جو شخص عافیت چاہے اس کو چاہیئے کہ دنیا کو چھوڑ دے
 اور تلذذات و نعمات کے پیچھے نہ پڑے۔ فائدہ: ہر کہ خواہد عافیت
 مولانا کا مقولہ ہے جو بطور انتقال کے ہے۔ واللہ اعلم

جواب کفتن رُوباہ خررا

روزی نہ کرے کر جواب دینا

کہ عالم اسباب دینا مایہ
اسباب ہے بیان و تہمیر
اور سب اعتبار کے کوئی قصہ
پیدا نہیں ہوتا ہے۔ وابتغوا
قوانی حکم ہے کہ محمد کی ناز
سے نارغ ہو کر اذکار ضلین
رزق طلب کرو۔ گفتہ۔
ہفتہ نے فرمایا اگر اذکار خالی
رزق کے روزانہ سے بزرگوں
ہیں اور روزانہ کو منتقل
کر دیا ہے انسان کی کست
اور کما تا ان تادوں کی کئی ہے
لے ہے کید جالہ کے نیز
کوئی تا انہیں گفتا ہے ہذا
رزق حاصل کرنے کے لئے
کا تا ضروری ہے۔ کہ تو۔
روزی نے کہے ہے کہ اگر
تو کوئی کے اندر جا کر بیٹھ
ہائے تیرہ اس رزق
موجہ کرتے ہو۔ گفتہ۔

فرض باشد از برائے امتثال
نظم بجالانے کے لئے نسخ ہوتا ہے
می نیاید پس مہم باشد طلب
حاصل نہیں ہوتا ہے، وطلب کرنا ضروری ہے
تا نیاید غصب کردن ہجو مگر
تاکہ پیچھے کی طرح چھیننا نہ پڑے
ورق و رست است و برود قفلہا
دروازہ بند ہے اور دروازے پڑتے ہیں
ہست منتقلے براں قفل و حجاب
اُس تالے اور پردے کی بھی ہے
بے طلب ناں منت انتہیت
بیز شجر کے رون، ذکر کی سنت نہیں ہے
رزق کے آید برت لے ذوق
تیرہ اس رزق کا آیتام اے صاحب تامل

گفت رُوباہ جستن رزق حلال
روزی نے کہا، حلال رزق کا تلاش کرنا
عالم اسباب رزق بے سبب
یہ عالم اسباب ہے اور بیز سبب کے رزق
وابتغوا من فضل اللہ است امر
اور اذکار فضل طلب کرو۔ حکم ہے
گفت پیغمبر کہ بر رزق مفتی
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ لے درجہ ان رزق
جستن و آمد شد و اکتساب
ہماری حرکت اور آنا چاہا اور کس تا
لے کید ایس و رگشادون راہیت
بیز شجر کے اس دروازے کے لئے کی راہ میں ہے
گرتو نشینی کا ہے اندر
اگر تو کوئی میں جتا اپنے

شرح

لو مڑی نے جواب دیا کہ روزی حلال کا تلاش کرنا اعلات
امر خداوندی کے لیے فرض ہے نیز عالم اسباب ہے اور

رزق بے سبب کے حاصل ہو جائے ہو نہیں سکتا۔ لہذا طلب ضروری ہے
اسی لئے حق سبحانہ کا حکم ہے کہ وابتغوا من فضل اللہ جسک معنی ہیں۔
روزی تلاش کرو۔ پس تم کو روزی تلاش کرنا چاہیئے، اور جیتے کی طرح
دوسروں کے مال پر خواہ مخواہ قبضہ کرنا نہیں چاہیئے۔

دیکھو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رزق کا دروازہ
بند ہے اور اس پر قفل لگے ہوئے ہیں اور ہماری حرکت اور دوڑ دھوپ

اور ہمارا کسب اس قفل کی کنجی ہے جس کو وہ کھلتا ہے اور بدول طلب کے روزی ملتا
خدا کی عادت نہیں ہے۔ دیکھو! اگر تم ایک کنوئیں میں بیٹھ جاؤ تو رزق تمہارے پاس
کہاں سے آجائے گا۔ پس ان امور پر نظر کر کے تم کو رزق طلب کرنا چاہیے۔

جواب گفتن آن خرواہ را

اِس گدھے کا روزی کو جواب دینا

گدھے نے کہا کہ سب کے
بجائے رزق کا دعا تو رکھو۔ چلے
کی دھڑ ہے روز اگر خدا
پر پورا تو رکھو کیا ہمارے گدھے
خدا کا ہے۔ بزرگ دنیا میں
کے گدھے کو کون دیتا ہے
روز رزق تو خود بخود ملتا ہے۔
اللہ را تم پر ہے دلچسپ اور
آفاق۔ زیادہ کہانے والا۔
ترجی جو کہ انسان ہے جس کو
اس کے رزق کی تلاش میں
اور امارا ہے

ورنہ بدبہناں کے کو داد جاں
روز وہ دونی دہی، دتا ہے جس نے جان ہی جو
کم نیاید لقمہ ناں اے پسر
لے بیٹا! (پچھو) اگلے دن کو تو کم نہیں
نے پتے کسب اندونے خال رزق
نہ وہ کافی کے رہے ہیں، رزق کو اپنے لیے
قسمت ہر ایک بہ پیش می بند
ہر ایک کا حصہ اس کے سامنے رکھ دیتا ہے
نچ و کوشش نہاں ہے صبری نت
محنت اور کوششیں تیری بے صبری کو دے دیتی

گفت از ضعف توکل باشد آن
اِس نے کہا توکل کی کمزوری سے بڑا ہے
ہر کہ جوید بادشاہی و ظفر
جو شخص شاہی اور کامیابی چاہتا ہے
و اتم و در حلقہ شدہ اکال رزق
چندے اور درندے سب رزق کھاتے ہیں
جملہ رزاق روزی می دہد
سب کو رزق دینے والا روزی دیتا ہے
رزق آید پیش ہر کہ صبر و حجت
جس کو صبر و احتیاط کا رزق ملے گا وہ آجائے

اِس کے جواب میں گدھے نے کہا کہ یہ باتیں تو کل کی کمزوری کے

شرح

سبب ہیں ورنہ جو بے طلب جان دیتا ہے وہ ہی بے طلب رہتا
بھی دیگا۔ پس ہم کو توکل کو قوی کرنا چاہیے۔ اور روٹی کی فکر میں نہ پڑنا چاہیے
کیونکہ توکل اعلیٰ ہے اور جستجوئے رزق ادنیٰ۔ طلب علی کی ہونی چاہیے ادنیٰ خود مل
جاتی ہے۔ مثلاً جو کوئی سلطنت اور فتح کا طالب ہوگا۔ روٹی اسے خواہ مخواہ مل جائیگی
پس ہم کو پست ہمت کیوں بننا چاہیے اور سلطنت کیوں نہ طلب کرنی چاہیے۔
دیکھو! چرندے، درندے سب اپنی اپنی روزی کھاتے ہیں حالانکہ وہ کس کے
دھپے ہیں اور نہ روٹی پتے باندھے پھرتے ہیں۔ پس خدا سب کو روزی دیتا ہے

اور جس قدر اس کے لیے مقدر ہے اتنا اس کے سامنے رکھتا ہے اور جو شخص صبر و تقویٰ کرتا ہے اس کو روٹی ضرور ملتی ہے۔ پس زحمت کسب اور رزق کے لیے ...
 کوششیں یہ سب تمہاری بے صبری کا نتیجہ ہیں!

جواب گفتن رو باہ خررا کہ من را ضمیمہ قسمت خود

روزی کا کمرے کی این بات کا جواب دینا کہ میں اپنے حصہ پر راضی ہوں

گفت رو بہ آں توکل نادرست روزی نے کہا، یہ توکل نایاب ہے
 ہر کے را کے رہ سلطانست ہر شخص کو شاہی کہنے کا راسخ ہے
 چوں قناعت پیر گنج گفت ہر کے را کے رسد گنج نہفت ہر شخص کو چاہا خزانہ کب ہوتا ہے؟
 حذر خود بشناس و بر بالا میر حذر خود بشناس اور او پر ناز
 جہد کن و اندر طلب سیعے نما جہد کن اور طلب میں خوشش کر
 تا نیفتی در نشیب شور و شر تا کو تو خود و شر کے گمراہی میں دگر ہے
 چوں نداری در توکل صبر چوں تو توکل میں صبر نہیں کر سکتا ہے

تک گفت رو بہ روزی نے
 کمرے سے کہا اس قدر توکل
 کو رفق خود کے بہت کیا ہے
 ہے ہر کے۔ توکل کا راجہ
 صرف شاہوں کا حاصل ہے
 قناعت کا خضر نے نکالت
 اور میر کو خزانہ سے قریب کیا
 ہے غلط ہر شخص کے اندر
 نہیں آتا۔

لے خود انسانوں کو
 اپنے رتبہ پر بنا چاہئے
 صحبت میں جگا ہونے کا
 جبکہ توکل کا مرتبہ حاصل نہیں
 ہے تو انسان کو رزق کی
 تلاش کرنی چاہئے۔ گفت
 گمراہ نے روزی سے کہا تو
 این بات کرتا ہے توکل سے
 نہیں بلکہ وہی سے مدد خود
 و شر میں جگا ہوتا ہے۔

شرح

روزی نے کہا کہ جو حقیقی توکل ہے وہ شاذ و نادر ہے اور بہت کم لوگ ہیں جو توکل کے ماہر ہیں۔ پس جبکہ توکل بہت ...
 کم یاب ہے تو اس کا متلاشی ہونا حماقت ہے کیونکہ ہر کسی کو بادشاہی نہیں ملتی اور
 چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت کو خزانہ فرمایا ہے اس لیے یہ خود
 دلیل ہے اس کی کیا بانی کی۔ کیونکہ مخفی حزانہ ہر کسی کو نہیں ملتا۔ پس تم کو اپنے
 مرتبہ پر رہنا چاہیے اور زیادہ بلند پڑازی نہ کرنی چاہیے۔ تاکہ تم شو و شر کے گڑھے
 میں نہ جگرو۔ اور چونکہ تم توکل کی حالت میں صبر نہیں کر سکتے۔ جس کی اس میں
 ضرورت ہے۔ لہذا تم کو کوشش کرنی چاہیے اور طلب رزق میں سرگرم ہونا چاہیے

تھیں متجن بین وہ زناہو
توکل کی آزمائش کر رہا تھا۔
تھوڑے لمحہ، اکیلو۔

تھوڑے لمحہ، وہ قافلہ والے
اس کے پاس آئے اسی اس
کو بلا یا کہ اس نے جان بوجھ
کر ناموشی اختیار کر لی۔ آخر مجاہد
بین قافلہ کش کی وجہ سے پیر
ہو گیا ہے۔ قافلہ قافلہ۔

تھوڑے لمحہ، چونکہ راجہ نے کاف
بھیجے تھے انھوں نے
چھری کے ذریعہ اس کا منہ
کھولا اور خورے میں روٹی
کے ٹکڑے بلکہ کڑا کھجور

گفت۔ اس زاب نے اپنے
دل سے کہا کہ راجہ کو جانتا
ہے اور یہ آزمائش بدعت باز
کے کر رہا ہے۔ گفت۔ دل
دل نے جواب دیا کہ ابا
اس کا علم ہے کہ میں مجرم کا
رازیق اصرہ ہوں ہے۔ اسحاق
مولا نواز نے یہی اس سے بہتر
استحسان اور کیا چکا جس سے
مسلم ہو گیا کہ ماہرین کے
پاس رزق تو ملے گا کہ تمہارے
مجاہدان۔ یقیناً تو کل اختیار
کرنا چاہیے جرم کرنا کھانا
ہیں۔

کہ بہنیم رزق مے آید من
کہ میں دیکھتا ہوں رزق میرے پاس آیا ہوا
کاروانے راہ گم کرد و کشید
ایک قافلہ راستہ گم کر دیا اور آگیا
گفت این مردایں طرف چو نشت
ہو لا یہ شخص اس طرف آگیا کیوں ہے!
لے عجب مردہ است یا زندہ کلاو
قہیب ہے، یہ مردہ ہے یا زندہ کہ وہ
آمدند و دست بروے میزدند
وہ آئے اور ہاتھ اس پر دھرا

ہم مجنید و مجنبا نید سر
ہا بھی نہیں اور نہ سر ہلایا
پس بگفتند این ضعیف کمراد
پھر انھوں نے کہا، یہ بے مراد کمزور
ناں بیاوردند و در گئے طعام
وہ روٹی اور دہکے میں کھانا لائے
پس بقاصد مردند ان سخت کرد
تو اس شخص نے ہاں بوجھ کر کھانا بند کر کے
رحم شاں آمد کہ اس میں مینو است
ان کو گرم آیا کہ بہت بے سرو سامان ہے

کار و آوردند و قوم اشتاقتند
وہ بھری لائے اور لوگ دوز پڑے
ریختند اندر دہانش شور با
انھوں نے شورا اس کے منہ میں ڈالا
گفت ایے دل گرچہ خود تن میزنی
اس نے کہا ملے دل اگرچہ تو خاموش ہے
گفت دل دائم بقاصد می گنم
دل نے کہا میں جانتا ہوں اور قصد اگر رہا ہوں

تا قوی گردد مرا در رزق ظن
تاکہ رزق کے بارے میں یہ خیال مضبوط رہے
شوے کوہ آں متجن را خفتہ زبید
بھاؤ کی جانب اس آزمائش کو نہ لے کر سوتا گیا
در بیاباں از رہ و از شہر دور
جنگل میں، راستہ اور شہر سے دور
می نترسد بیچ از گرگ و عدو
بھڑکے اور دشمن ہے یا کہ نہیں دوتا ہے
قاصد اچیزے نکفت آں جمند
اس نیک نعت نے جان کر کچھ نہ کہا

وانکر و از امتحاں بیچ او بصر
آزمائے کیلئے اس نے ہاتھ آنکھ نہ کھول
از مجاعت سکتہ اندر او فتاد
بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے
تا بریزندش بحلقوم و بکام
تاکہ اس کے منہ اور ناک سے میں ٹالوں
تا ببیند صدق آں میعاد مرد
تاکہ وہ شخص و مسد کی تھانی دیکھے
وز مجاعت ہالک مرگ و فتا
اور بھوک سے موت اور فانی تباہ ہے

بستہ دندانہا شش را بشکا فتند
انھوں نے اس کے بند دانتوں کو کھو
می فشر دند اندر و نان پاربا
اس کے اندر انھوں نے روٹی کے ٹکڑے کئے تھے
راز میدانی دناے می گنی
تو راز جان گیا ہے اور ناز کر رہا ہے
رازق اللہ ست بر جان و غم
میری جان اور غم کا رزق دینے والا اللہ ہے

امتحان زیر بیشتر خود چوں بُو
پس سے زیادہ کیا آنا بیش ہوں ؟
تا بدانی در توکل نگذری
تا کہ تو سمجھے اور توکل سے در گذر کرے
بعد ازاں بکشادان مسکین بہن
آں کے بعد آں مسکین نے منہ کھول دیا
ہر چہ گفت آں سول پاک حبیب
جو کچھ اس بزرگ دل رسولؐ نے فرمایا

رزق سوئے صابران خوش میرُو
صابروں کی جانب رزق ابھی طرے آتا ہے
حرص آور دن چہ باشد از خری
حرص کرنا کیا ہوتا ہے ؟ کہے ہیں ہے
گفت کردم امتحان رزق من
کہا میں نے رزق کا امتحان کر لیا
ہست حق نیست دروے بیج ریب
برحق ہے اور افس میں کوئی خبیث نہیں ہے

۱۵ ہدایاں جب قافلہ
دل سے جہاں اس راہ کو رکھا
کہو پکے قوس تابنے منہ
کھلا اور کہا میں نے رزق
کے سدا میں آسمند کے
فران کو زنا یا نہ بھلی
ہے جہتیں۔ برائیت کرنا۔
جہانگیر۔ تارا کی کوٹھن۔
رست۔ غلطی سے آگے
لے دینے جی کا افس سے
۱۶ کہہ کر پانی بھرا کر
دوسروں کی بھی مدد کر۔

شرح

گدھے نے کہا کہ دیکھ ! تو الٹی گفت گو کر رہی ہے۔ کہ قناعت کو
موجب وقوع درفتنہ و فساد کہہ رہی ہے کیونکہ فتنہ و فساد طمع
سے آدمی کو لاحق ... ہوتے ہیں نہ کہ قناعت سے اور تو جو مجھے ترک قناعت و اختیار چرم
کے ترغیب دیتے ہیں اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ قناعت سے کوئی شخص مرنے نہیں
اور محض حرص کے بدوں اعانت تقدیر الہی کوئی شخص بادشاہ نہیں ہوا۔ ایسی حالت
میں قناعت کو کیوں چھوڑا جائے اور حرص کو کیوں اختیار کیا جائے۔ روٹی تو سبوں
اور کتوں کو بھی ملتی ہے پھر اس کے لیے دوڑ دھوپ کیوں کی جائے۔ اور بالفرض
طلب رزق کے لیے کوشش بھی کی جائے تو اس میں بھی آخر میں توکل کی ضرورت ہے
کیونکہ مبادی رزق غیر اختیاری ہیں مثلاً بارش اور ابر میں بندوں کے کسب کو کچھ دخل
نہیں تو جبکہ کسب کا مال بھی توکل ہی ہے۔ تو کسب کیوں گوارا کی جائے ابتداء ہی سے
توکل کیوں نہ کر لیا جائے۔ جو ہمارے لئے رزق کا سامان کرتا ہے وہ پہنچا بھی دیگا
یاد رکھو ! جس طرح تم رزق پر عاشق ہو یونہی رزق ہی تم پر عاشق ہے۔
پس اگر تم اس کی طرف نہ دوڑو گے۔ تو وہ تمہاری طرف خود دوڑے گا اگر تم اس کی
طرف دوڑو گے تو وہ تمہیں پریشان کرے گا کیونکہ اس حالت میں وہ مطلوب ہے۔

عشق رزق کے ثبوت کے لیے ہم ایک واقعہ تم سے بیان کرتے ہیں سنو کسی نے
 نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حق سبحانہ کی جانب سے رزق جانداز
 کو یقیناً پہنچتا ہے۔ پس خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔ تمہارا رزق تمہارے عشق سے ضرور
 تمہارے پاس آئے گا۔ یہ سنکر وہ شخص آزمائش کے لیے چل دیا اور جنگل میں ایک
 پہاڑ کے پاس جا کر لیٹ رہا۔ بدیں خیال کہ دیکھوں میرا رزق میرے پاس بھی آتا ہو
 تاکہ اگر وہ مجھے مل جائے تو میرا عقیدہ اور پختہ ہو جائے۔ اتفاق سے ایک قافلہ راستہ
 بھول گیا اور پہاڑ پر پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر آزمائش کر نیوالے کو سوتا پایا اس وقت
 اس شخص کو کہا کہ یہ آدمی یہاں جنگل میں رستہ اور شہر سے دور بے نرسا مان کیوں پڑا ہے
 نہیں معلوم کہ یہ مردہ ہے یا زندہ۔ اگر زندہ ہے تو تعجب ہے کہ وہ بھیڑیے اور دشمن
 سے بھی نہیں ڈرتا۔ یہ خیال کر کے وہ لوگ آئے اور اُسے ٹوٹنا شروع کیا اس شخص قصداً
 کچھ نہ کہا۔ اور خاموش رہا نہ اس شخص حرکت کی اور نہ سر ہلایا اور آزمائش کے سبب اس نے آنکھ
 بھی نہ کھولی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ زندہ تو ہے مگر حرکت نہیں کرتا تو انہوں نے کہا
 کہ یہ بے مراد ناتواں بھوک کے سبب بے حس حرکت ہو گیا ہے۔ یہ خیال کر کے
 وہ ایک دیگی میں کھانا لائے تاکہ اس کے حلق میں ٹپکادیں۔

یہ حالت دیکھ کر اس شخص قصداً دانت بھینچ لئے تاکہ اُس دعدہ کی سچائی اُس
 پر پورے طور پر روشن ہو جائے اس شخص کو اور بھی رحم آیا اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ چارہ

بہت ہی ناتواں ہے اور بھوک کے سبب بے حس ہے پس وہ لوگ دوڑ کر پھری لائے اور اس
 بند دانتوں کو کھولا۔ اور اس کے منہ میں شوربا ٹپکا دیا اور روٹی کے ٹکڑے اس میں ٹھونس
 دیے یہ حالت دیکھ کر اس شخص اپنے دل سے کہا۔ کہ لے دل! اب کیوں خاموش
 ہے تو راز جانتا ہے اور ناز کرتا ہے تجھے ایسا نہ چاہیے دل نے کہا کہ جی ہاں! میں
 جانتا ہوں مگر قصداً ایسا کرتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ خدا مجھے روزی پہنچا رہا ہے۔
 اب تم سمجھو کہ اس زیادہ امتحان کیا ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صابر

کے پاس رزق خود آتا ہے۔ یہ قصہ ہم نے اسے بیان کیا ہے کہ تم سمجھو! اور توکل کو نہ چھوڑو۔ کیونکہ ایسے واقعات کے ہوتے ہوئے روٹی کے لیے حرص کرنا محض بے معنی ہے۔ خیر اس کے بعد اس منہ کھولا اور کہا کہ میں نہ بھوکا ہوں نہ کمزور! میں نے اپنے رزق کا امتحان کیا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ جو کچھ اس پاکدامن رسول نے کہا تھا بالکل سچ ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے۔

باز جواب گفتن رو باہ خررا و تحریض کردن او خراب کب
 روزی کا بھر گئے کو عجب دنیا اور اس کو کان کی ریت دیا

گفت رویاں حکایت اہل
 روزی نے کہا اس قدر کہ چھوڑ
 دست و دست خدا کا ہے کن
 خدا نے اتنا دینے ہیں، کچھ کام کر
 ہر کے در کبے پامی نہ ہد
 جو شخص کان میں قدم دھرتا ہے
 نازک جملہ کسب نایدازی کے
 اسے کسانے پیش ایک صلی ہے نہیں ہوتے
 چوٹ بانبازیت عالم بقرار
 دنیا شکر سے قائم ہے
 طبلخواری درمیان شرطیت
 درگاہ میں پیشین مناسب نہیں ہے

جواب گفتن خررو باہ را کہ توکل بہترین کستہا کہ ہر کے محتاج ست
 کہ ہے توکل کہ جواب دینا کو توکل بہترین کان ہے کیونکہ جو شخص حق کا محتاج ہے
 بتوکل کر اے خدا ایسا کار مرا ست و درو ما منتضیٰ توکل ست و
 کہ ہے خدا میرے اس ہم کو سبھا کہ اور دعا توکل پر منتضیٰ ہے اور
 توکل کہے ست کہ پہنچ کہے دیگر محتاج نیست
 توکل کا کان ہے جس دوسری کان کی محتاج نہیں ہے

توکل کے معنی میں
 ہر شخص دوسرے کی کان کا
 محتاج ہے اور یہ بہترین
 کرنا ہے کہ ہر شخص
 کی مدد کرے۔ خدا پرستی
 ہے جو سے ان لوگوں کی
 کہ ہے جس سے ہم منتظر
 لے جوں۔ دنیا سا توکل
 امداد سے قائم ہے طبلخواری
 پیشین حکم پرستی۔ راہ
 سنت طریقہ میں ہے کہ
 انسان کو کسب کا مایہ
 جواب گفتن کہ ہے کسب
 توکل میں ایک پیشہ ہے اور
 ایسا پیشہ ہے کہ دوسرے
 اس کے محتاج ہیں اس نے
 کہ ہر شخص اپنے مایہ
 کر کے دما کے اتنا
 ہے اور یہ دعا توکل پرستی
 ہے اور توکل خود ایسی چیز
 کہ اس میں کسی دوسری چیز
 کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۵ مکتبہ پیٹھ - نتیجہ
نیکر نشان بکشد قرآن میں
فرمایا گیا ہے ۔ اگر تم میری طرف
توبہ اور زیادہ دیکھو ۔ تو میں
توکل میں کامی ہو سکے گا ۔
اور ایسا طریقہ ہے کہ دوسرے
طریقوں میں اس کی ضرورت
پڑتی ہے اور اس میں کسی
دوسرے بیک کی ضرورت نہیں
انسان جو جس طریقہ اختیار کرتا
ہے اس میں دعا کرتا ہے اور
خاصہ طور پر دعا کا اہتمام کرتا ہے ۔
۱۶ ریح ۔ پیدار ۔ غرات ۔
آدنی ۔ بستانا ۔ روزی نے
کہا باقی پڑی تو کہ بڑھانے
آپ کو چاہتے ہیں اور اس
اور اپنے آپ کو چاہتے ہیں
ملنے کی سافت ہے ۔

۱۷ جو تیار چتر ترخو ہے ۔
وہاں ایسا سبزہ آباد ہے جیسا
جنت میں پرگاں کو کہیں سبز
آگاہ ہے ۔ پھر آتا آگاہ
سبز ہے جس میں آواز آتی ہے
برسات ہے ۔ چتر خوش چلے
ازخری ۔ گدھا ہر مل گدھا
تھاں آواز آتے ہیں اس سے
یہ نہرا کہ روزی سے کہتا
کہ اگر تیرا بیان سچ ہے تو
کہوں جہاں ہے ۔

گفت من بہ از توکل بر رہے
اُس نے کہا میں خدا پر توکل سے بہت
کشت کش رانی دامن ندید
میں نے خدا کو نہ دیکھا کہ میں کوئی چیز پیدا کرتا
خود توکل بہترین کبہاست
خود توکل بہترین کامیوں میں سے ہے
کامے خدا کا رہا تو راست آ
کرے خدا ! قریبے کام کو درست کرنے
در توکل یہیچ نمودار حسیلج
توکل میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے
بحث شاں بسیار اندر خطا
بات چیت میں ان کی بہت بحث ہوئی

می ندانم در دو عالم کبے
دو عالم جہاں میں کوئی کامی بہتر نہیں جانتا ہوں
تا کشت شکر خدا رزق مزید
خدا کا شکر خدا کا شکر مزید رزق کو کہیں لانا ہے
زانکہ در ہر کسب سنت بر خداست
کیونکہ ہر کام میں تو خدا کا جانب ہونا چاہئے ہے
وہی دعا ہست از توکل دیر آ
دراصل یہ دعا توکل ہی ہے ۔ سب سے
فارغی از نقص ریلع و از خراج
قہر دار اور آدمی کے گمناؤ سے فارغ ہے
ماندہ گشتند از سوال از جواب
وہ سوال اور جواب سے تنگ نہیں

جواب گفتن روہاء خمر را

روزی کا حکم ہے کہ جواب دینا

بعد از ان گفتش کہ اندر مہلکہ
انکے بعد اُس نے اس سے کہا کہ وہاں میں مہلکے
صبر در محلے خشک و سنگلاخ
خشک اور چمچے جھ میں مہلک
نقل کن زیں جالبوئے مرغزار
اس جگہ سے سبز ناز میں منتقل ہو جا
مرغزار سبز مانند چنان
جنتیوں کی طرح سا سبز ناز
حرم آن حیوان کہ او آنجا رود
وہ جانور خوش نصیب ہے جو وہاں چلا جائے
ہر طرف درے یکے چشمہ رواں
اس میں ہر جانب ایک چشمہ جاری ہے
ازخری اور انمیکفت کاعین
گدھے ہیں جو انکو نہیں کہتا خدا کہ لئے طعن ا

نقی لا تلقوا بآیدی تھلک
چاہئے آپ کو ملکات میں نہ ڈالو کہ نہیں وارد ہوں
اتقی باشد جہاں حق فرخ
حالت ہے ۔ اطرک دینا دینے ہے
می چرا آنجا سبزہ گرد و جہار
وہاں چمچے کے کنارے پر سبزہ چر
سبزہ رستہ اندر آنجا امیاں
وہاں کرکے سبزہ آگاہ ہوا ہے
اشتر اندر سبزہ ناپید اشور
اُس سبزہ میں اونٹ چپ ماتا ہے
اندر حیوان مرفقہ در اماں
وہاں حیوان میں خوش میض ہے
چوں از آنجائی چرازاری چنیں
جگہ تو اس جگہ ہے ۔ ایسی گورہ کیوں ہے؟

گوشتا فز بہی و فستو
تیری خانی و شوکت اور دشا پہ کی خوشی کہاں؟
شرح روضہ گردن و رخ و زینت
اگر باہر کی تفصیل جوٹ اور رہ نہیں ہے
ایں گدا چشمی و ایں ناریدگی
یہ بکلا ری ہیں اور بندہ ہیں
چوں ز چشمہ آدمی چونی تو خشک
جیکہ تو چہر پر سے آئی ہے تو خشک کیوں ہو؟
گر گوی آئی ز گلزار چنناں
اگر تو جنتوں کے باغ سے آ رہی ہے
ز ایند میگوئی و شرش میگوئی
تو جو کہہ رہی ہے اس کی تفصیل کوئی؟

چہیت ایں لاغر ترن مضطر تو
تیرا پریشان اور کدور جسم کیوں ہے؟
پس چرا چہیت از ان محموریت
تو تیری آنکھیں اس سے مست کیوں نہیں ہیں؟
از گدائی تست نز بگلر بگی
بگلاری ہونے کی وجہ سے ہے مذکور داری سے
گر تو ناف آہوئی کو بونے مشک
اگر تو برن کا ناف ہے تو مشک خوشبو کہاں؟
دست گل کو برائے ارمغان
تمذ کے لئے غلامہ کہاں ہے؟
چوں نشانے در تو نامدے سنی
لے سنی! تجھ میں اس کی کوئی خانی نہیں ہے؟

لکھ کر گدا گدا داری سے
کہتا کہ اگر وہ جگہ میں نہیں
کسے جو تو بیان کر رہی ہو
قلم جھل کے اچھے آثار
تو کہیں لاغراں کو کر رہے
پس چرا! اس مغل کا ہنسن
سے تیری نگاہیں مست
ہوئی چاہیں۔ اتر۔ تیرا
خدا میں تو آگاہی کی وجہ
سے ہے سونہ کی وجہ
سے نہیں ہے بگلر گی۔
ایں لاغر ترن
لکھ کر گدا گدا داری سے
کہتا کہ اگر تو جنت کے باغ
سے آ رہی ہے تو خشک
میں بخند کے لئے غلامہ ہونا
پا کے تھا۔ زانچہ۔ تیرے
باہیں تائیں اُس سے تیرے
اخر دشا دیکھ نہیں ہے

شرح

لوٹری نے گدھے کی گفتگو سن کر جواب دیا کہ اس حکایت
کو چھوڑنا چاہیے۔۔۔۔۔ اور گو تھوڑا ہی سہی مگر جس قدر
بھی قدرت ہے کسب کرنا چاہیے۔ خدا نے ہاتھ دیئے ہیں سو اسی لئے کہ کام
کرو۔ اور کسب کر کے اپنے ابنائے جنس کی مدد کرو۔ دیکھو! ہر کوئی ایک جدا گانہ کام کرتا ہے
اور اپنے دوسرے انسان جنس کی مدد کرتا ہے اکی دہریہ کہ ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت کیونکہ
تمام کام ایک شخص نہیں کر سکتا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بڑھی ہی ہو جائے اور سقا بھی اور جلا بھی
بھی وغیرہ وغیرہ اور چونکہ عالم مشارکت فی الکسب اور ایک دوسرے کی اعانت قائم ہے
لہذا ہر کوئی ایک جدا گانہ کام اور پیشہ اختیار کرتا ہے مثلاً کوئی بڑھئی کا پیشہ کرتا ہے
کوئی لوہار کا وغیرہ وغیرہ۔ ایسی حالت میں تم کو بیٹھے بٹھائے کھانا مناسب نہیں ہے
پس تم کو کوئی نہ کوئی کام ضرور کرنا چاہیے کیونکہ طریق سنت کام کرنا اور کمانا ہے۔

شرح

لوٹری کے جواب میں گدھے نے کہا کہ توکل خود ایک کسب ہے اور میں اس کی بہتر دنیا میں کوئی کسب نہیں دیکھتا کیونکہ کسب کا اصل

اختیار طریقی رزق ہے۔ اور توکل خود بھی حصول روزی کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لئے یہ بھی ایک کسب ہے اور چونکہ اس میں براہ راست استعانت من اللہ ہے اور دیگر مکاسب میں بواسطہ اس لیے یہ اُن سے ... بڑھ کر ہی ہے دوسری بات یہ ہے کہ میں تمام جھگڑوں سے فارغ ہو کر طاعت حق میں مصروف ہوں چونکہ اس کا شکر ہے۔ پس میں بحالت توکل کسب شکر میں مصروف ہوں اور اس کے برابر کوئی کسب نہیں سمجھتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بحکم لَبِئْسَ شُكْرُ تَعْمَلُ لِمَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ مِنْ شَيْءٍ میرا شکر خدا بہت سا رزق میرے پاس لائے گا۔ اچھا اس کو بھی جاننے دیجئے۔ اب میں کہتا ہوں کہ تمام مکاسب میں سب سے بڑھ کر اور سب سے بہتر توکل ہے کیونکہ ہر کسب میں تم خدا کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہو اور کہتے ہو کہ اے اللہ! تو میرے کام کو درست کر دے۔ اور دعا حقیقت میں توکل ہے پس ہر کام کا مدار توکل پر ہوتا ہے۔ پس جبکہ ہر کام کا مدار توکل ہی پر ہے تو میں کام کر کے توکل کیوں کروں اور اسیلے ہاتھ سے ناک کیوں نہ کروں بلکہ براہ راست ہی توکل کیوں نہ کروں بالخصوص

کہ توکل میں کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے اور نہ اس میں کمی پیداوار کی فکر ہے اور نہ ادائیگی خراج کی۔ الغرض ان کی بہت کچھ بحث ہوئی حتیٰ کہ سوال جواب سے تھک گئے جبکہ بہت کچھ بحث ہو چکی اور ہر دو فریق تھک گئے تو اس کے بعد لوٹری نے آخری تقریر کی اور کہا کہ ہلاکت کے باب میں تم

شرح

حق سبحانہ کی ممانعت اور ارشاد لَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ پر غور کرو۔ اور سمجھو کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا حرام ہے پس اس خشک جنگل اور چھریلی زمین میں صبر کرنا جو کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے سخت حماقت ہو گا۔ خدا کی زمین وسیع ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس قدر وسعت کے ہوتے ہوئے اس مقام پر اپنے کو بوجھوس

کر دیا جائے۔ تم کو یہاں سے فلاں سبزہ زار میں چلنا چاہیئے اور وہاں ندی کے کنارے سبزہ چرنا چاہیئے وہ سرسبز سبزہ زار ہے جو کہ جنت کے مشابہ ہے اور وہاں کمر کمر تک سبزہ اگا ہوا ہے بڑی خوشی ہے اس جانور کے لیے جو وہاں جائے کیونکہ وہاں سبزہ میں اونٹ گم ہو جاتا ہے۔ اس قدر کثرت ہے اور ہر طرف چشمے جاری ہیں غرض کہ وہاں جانور خوشحال اور تکالیف سے بالکل مامون ہوتا ہے یہاں تک لومڑی کی گفتگو ختم ہوئی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گدھے نے اپنے گدھے پن سے اسکی یہ نہ کہا کہ مردو جب تو ایسے سبزہ زار میں رہتی ہے تو پھر تو اس قدر تباہ حال کیوں ہے تیری فرہی کی نشاط اور تیری شان و شوکت کہاں ہے اور یہ ڈنگتا ہوا جسم لاغر کیوں ہے۔

اسکی معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ تو اس چمنستان کے حالات بیان کرتی ہے سب جھوٹ اور فریب ہیں کیونکہ اگر باغ کی یہ تفصیل واقعی ہے اور جھوٹ اور فریب نہیں ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تیری آنکھوں میں اس کا نشہ کیوں نہیں ہے یہ گداہشی اور ندیدہ پن۔ تو مفلسی ہی سے ہو سکتا ہے نہ کہ ریاست و امارت سے پیسے میں پوچھتا ہوں کہ جب تو چشمہ میں سے آئی ہے تو سوکھی کیوں ہے اور اگر تو نافہ ہے تو بتا بونے مشک کہاں ہے اور اگر تو باغ جنت سے آئی ہے تو تحفہ کے لیے تیرے پاس گلدستہ کہاں ہے۔ غرض کہ جس سبزہ زار کی تو حالت بیان کرتی اور جس کی تو شرح کرتی ہے اسکے آثار تیرے اندر کیوں نہیں ہیں۔ کسی نے اونٹ سے کہا تھا کہ اے مبارک قدم تو کہاں سے آ رہا ہے اسنے جواب دیا کہ تمہاری گلی کے گرم حمام سے۔ اسنے سنکر کہا کہ بجا ارشاد ہے خود آپکے گھٹنے ہی کہہ رہے ہیں کہ آپ حمام سے آ رہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تو جھوٹا ہے اور تیرا حال تیرے قال کو جھٹلا رہا ہے۔

تاکف دریا نیاید سوئے خاک
 جب تک دریا کا جھاک زمیں پر نہیں آجاتا
 خاک سناں کف غریبیت اندر آب
 وہ جگہ ناک ہے ، پانی میں ہے دھ ہے
 چونکہ چشمش باز شد آن نقش خواند
 جب اس کی آنکھیں اس نے دیکھیں پندیا
 گرچہ بار ویاہ خراسرار گفت
 اگرچہ گھر سے دھڑی کو اسرار ستانے
 آب را بستود او تائق نبود
 اس نے پانی کی ترقیق کی مشتاق نہ تھا
 از مناق عذر در آمد نہ خوب
 منافق کا دھڑ مراد ہے ، بھلا نہیں ہے
 بوی سبش ہست جز فی بیبے
 اس میں سب کی خوشبو ہے اور سب کا بڑ بڑیچ
 حملہ زن در میان کارزار
 میدان جنگ میں عورت کا حملہ
 گرچہ مینی چو شیر اندر صفش
 اگر تو اس کو صف میں شیر کی طرح دیکھے
 وای آنکہ غفل او مادہ بود
 اس پر افسوس ہے جس کی غفل ، مادہ ہو
 لاجرم مغلوب باشد عقل او
 لاجرم اس کی عقل مغلوب ہوگی
 حملہ مادہ بصورت ہم جریست
 مادہ کا حملہ دیکھتے ہیں ہی بہادرانہ ہے
 و صف حیوانی بود بر زن فزون
 صحت پر حیوانی وصف غالب ہوتا ہے

کاصل او آمد بود در اصططاک
 جڑوں کی اصل ہے ، وہ اضطراب میں رہتا ہے
 در غریبی چارہ نبود را اضطراب
 بے وطن میں اضطراب سے چھٹکار نہیں ہے
 دیورا بروے دگر دستے نمائد
 شیطانی کا پراس برتسا ہر نہ را
 سرسری گفت مقلد وار گفت
 سرسری طور پر ، کہے اور مقلدانہ کہے
 رخ درید و جامہ او عاشق نبود
 شہو نچا اور بڑے پھانسلے ، عاشق نہ تھا
 زانکہ در لب بود اس نے در قلو
 کیونکہ وہ بون پر ہے ، دونوں میں نہیں ہے
 بود او جز از پئے آسیبے
 اس میں عوہبہ مستانے کے برا نہیں ہے
 نشکند صف بلکہ گردد کارزار
 صف شکن نہیں ہے ، بلکہ کام بگڑ جاتا ہے
 تیغ بگرفتہ می لرزد کفشش
 اس نے تلوار بگڑائی ہے (لیکن) اس کا ہاتھ لرز رہا
 نفس زشتش ثرو آمادہ بود
 اس کا برا نقشہ منہ اور آمادہ ہو
 جز سومی خسران نباشد نقل او
 لڑنے کے برا اس کی منتقل نہ ہوگی
 آفت او ہم چو آں خراز خریست
 اس کی مصیبت میں اس گدھے کی طرح گدھے جیچکے
 زانکہ سومی رنگ بود در رکوں
 کیونکہ اس کا سبھی رنگ اور کوئی طرف ہر جا

لے کف دیا۔ دھواں کی طرح پھو
 خشکی کی چیزیں موتی میں سب
 تک وہ دریا میں رہتی ہیں سب
 اضطراب ملائی رہتا ہے سب
 وہ ساحل سے لگ جاتی ہیں
 جو ان کی اصل سے ہر سو اس
 جرجاتی ہیں ، چونکہ جب
 مشاہدہ حاصل ہوا لے کر
 وہ پہنچا تو گدھے دیکھتا ہے تو
 پھر اس پر شیطانی غارت نہیں
 ہوتا ہے۔ گرجے۔ گرجے۔ گرجے
 دھڑی سے حقائق پر ہستی
 تقریریں کیں لیکن شکل سامی
 باتیں عقیدہ نہیں ہذا دھڑی
 کے جاتے ہیں ، آہا۔
 آہ۔ آہ۔ گدھے کی باتیں
 ایسی ہیں نہیں ہیں کوئی غفل
 پانی کی قریب میں گدھے کی غفل
 بیامانہ ہوا عاشق کا مصلوب
 بنائے اور عقیدہ عاشق نہ ہو
 از تائق منافقین مذہبش
 کرتے تھے لیکن وہ مذہب حقیقت
 پر مبنی نہ ہوتے تھے لہذا مردود
 تھے۔ تو ہی منافقین بوسنی
 کی خبر بیدار کریتے تھے لیکن
 ان میں ایمان نہ ہوتا تھا اور
 خود مسلمانوں کو نقصان
 پہنچانے کے لئے اختیار کر
 لیتے تھے۔
 آہ۔ عذر۔ دھڑی اللہ
 گدھے کے مرکز میں گدھے
 کے لئے ایسے ہی تھے جس میں
 میدان جنگ میں عورت کا حملہ
 جیچک بگڑتے۔ عورت ہاتھوں
 تلوار تو لے لیتی ہے لیکن
 اس کا دل لڑتا ہے حجابی۔
 جس شخص کی عقل مادہ پر ہوا
 نفس دھڑوں کی تہا ہی لڑا

ہے۔ لاجرم۔ زناد عقل لا مار مراد نفس سے مطلب ہوتا ہے گی۔ حملہ مادہ۔ عورت کے حملہ انجام
 دہی ہوتا ہے جو گدھے کے حملوں کا نشانہ کہ آخر میں دھڑی نے اس کو چھنا لیا۔

لے دھن جو مال کا میرا
 رنگے برکات و اس کے چہرے
 یکن آن میں اعلیٰ کا اندیش
 ہے کہ حقیقت کجی کی کس
 صورت میں ظہور ہو گی
 ہے عقل سے کام نہ لیت
 تک نہیں پہنچتی ہے عقل
 اگر انسان میں عقل ہوتا تو
 ترور خش پر طلب حاصل کرتی
 ہے۔
 لے رنگے بوی میں کس
 نے رنگے ہو کر کیا عقل
 کام نہ لیا تو کتنے کھٹک
 مات کلام کا حلقہ میں
 کے اسباب ملان نہ پاتے
 یہاں ہی جا ہیگا کہ کون کیا
 باطن کا نظریہ ہی ہے
 سرحد نہ ہو جس کے اندر ایک
 باری ہے جس میں انسان
 کہا جاتا ہے لیکن اس کا
 بیٹ نہیں ہوتا۔ اس پر
 ہے انفسیہ جہان الفخ
 مہر کی دلی کی ہے عقیدہ
 عقیدہ کے دامن سے نہ نکلے
 ہوتے ہیں شک۔ عقیدہ کے
 دامن کا جو حال ہوتا ہے
 کہ سبکی پر شک نہ رہا پائے
 لے شک۔ شاہد کیلئے سلاں
 ہادے کی صورت ہے۔
 کرتا ہے۔ رنگے میں کرنے کے
 لئے دعائیہ خاک کی صورت
 ہے۔ جو عقل میں قسم کی
 روحانی خفایں کھٹکے کہ
 مشاہدہ کا مرتبہ اس پر ہے
 تہہ۔ رسول کی روشنی اور
 جگہ جب حاصل ہوتی ہے
 ہو کہ سان کا بدن کا لہجہ
 ہو کہ دلی ہے خوی میں
 لے جتنے جہانی ہند
 جہانی خفایں کی لہجہ
 کہ ہے روحانی سیدہ اسرار

لے خشک آنکس کہ عقلش نہ رنود
 وہ عقل کا بنیاد رکھ رہے جس کی عقل نہ ہو
 عقل جزویش نہ وہ غالب نہ ہو
 اس کی جزوی عقل نہ اور غالب
 رنگے بوی سبزہ زار آنکس نہ شنید
 اس کے لئے سبزہ زار کے رنگے ہو کہ نہ تھا
 تشہ محتاج نہ نظر شد و ابر نے
 بیاسا بارش کا محتاج ہو گیا ابر نہیں ہے
 اسپر آہن نہ وہ صبر لے پلا
 لے ابر! صبر ہے کی مثال ہوتی ہے۔
 صد دہل آرد عقیدہ درسیاں
 عقیدہ تو وسیلہ بیان کرتا ہے
 مشک آلودست آنا مشکیت
 مشک آلود ہے لیکن مشک نہیں ہے
 تاکہ شک مشک گرد لے مرید
 اے مرید! تاکہ سبکی مشک بنے
 کہ بناید خورد و جو بخور خراں
 کہ حوں کی طرح خورد کھانے پائیں
 جو قرفل یا سمن یا گل چجر
 رنگ یا پنبیل یا مہر کے سوا نہ ہو
 بعدہ راخو کن بدایں یکان و گل
 اس ریحان اور گلاب کا بعدہ کہ باری بنائے
 خوی بعدہ زیر کہ وجو باز کن
 اس گھاس اور خوسے حسدے کی عادت نہ ہو
 بعدہ تن سوئی کہداں میکشد
 جسم کا بعدہ بڑ کی طرف لے جاتا ہے
 ہر کہ کاہ و جو خورد و شراباں شود
 جو گھاس اور خوسے کا سہجہ روح ہوتا ہے

نفس زشتش مادہ و مضطر بود
 اس کا زلف نفس مادہ اور بے چین ہو
 نفس انشی را خرد سائب بود
 مادہ نفس کو عقل سبب کر دیا ہوتا ہے
 جملہ محتہا از طبع اور مسید
 اس کی حیثیت میں سے ساری دلیلیں حاصل ہیں
 نفس را جوغ البقر بد صبر لے
 نفس کو انتہائی بھرکتی تھی، صبر نہ تھا
 حق نوشتہ بر سر جبار الظفر
 اخذ اقامی لے ڈھال پر کھ رہا ہے حق جوتی
 از قیاسے گوید آں را ز رعیاں
 وہ قیاس سے بتا رہا ہے، ذکر مشاہدے
 بوی مشکتش و جزو شک نیست
 اس میں مشک کی بوی ہے لیکن سبکی نہیں ہے
 سالہا باید در آں روضہ خرید
 سالوں اس باغ میں خریدنا چاہیے
 آہوانہ درختن چسرا و غولان
 ہرگز کی طرح درختن میں گل پھول
 زو بصحرائے خشن با آں نفر
 اکی روکن کے ساتھ خشن کے گل میں پھول
 تابیا بی حکمت و قوت و رسل
 تاکہ قوسوں کی درازی اور حکمت حاصل کرے
 خوردن ریحان و گل آغاز کن
 ریحان اور گلاب، کھانا سحر سے کرے
 بعدہ دل سوئی ریحاں میکشد
 دل کا بعدہ ریحان کی طرف کہنہ چاہے
 ہر کہ لور حق خورد و شراباں شود
 جو لور کا شراب کھاتا ہے، حق میں پھول چاہے

نیم تو مشک ستیمی پشک میں

غیر دار! چیز آہا مشک اور آہا یعنی ہے

آن مقلدِ صد دلیل و صد بیان

وہ مقلد تھو دلیل اور تھو بیان

جان او غالی ازاں گفت اراؤ

اُس کی جان اُس کی گفت سے غالی ہے

چونکہ گویندہ ندارد جان و فر

چونکہ کہنے والا جان اور شان و حرکت نہیں رکھتا

میکند گستاخ مردم را براہ

وہ انسان کو راستہ دہنی میں دیر بنا کرتا ہے

پس حدیثیں گریہ بس بافرمود

اُس کی بات اگر بہت شان و حرکت والی ہو

ہیں میفرانِ شک افزا شک میں

غیر دار! میٹھی نہ بڑھا چین کا شک نہ

دُر زباں آرد زماں ریتِ جال

زبان پر آتا ہے۔ کرنِ جانی نہیں رکھتا ہے

کلا آتش بے مغز زباں سراسر اراؤ

اُس کے اسرار سے اُس کا داغ بے خیر ہے

گفت اُورا کے بود بزرگ و دگر

اُس کی گفت میں پہل اُس نے کب بڑے ہوئے

اُو بجاں لرزاں ترست از بزرگ کاہ

وہ گھاس کے پتے سے زیادہ جان سے لرزتا ہے

در حدیثیں لرزہ ہم مضمر بود

لیکن، اُس کی بات میں جیسا مضمر نہ ہوگی

فرق میان دعوتِ شیخِ کامل و اصل و میان سخن

لاں شیخ اصل سخن کی دعوت اور اُن ناقصوں کی بات کے درمیان فرق جو نقص

ناقصان فاضل کے فضل تحصیل پر خود بستہ اند

کے حریف ہیں اور انھوں نے دوروی سے فضل لیکر لپٹے آپ کے والد کر رہا ہے

با سخن ہم نور را ہمہ کند

بات کے ساتھ نور ہمراہ کرتا ہے

تا حدیث را شود نورش روی

تا کہ اس کا نور نہ رہے بات کے ساتھ جو

در عقیدہ طعم و دُشاش شود

عقیدہ میں اُس کا دھوکہ کے شیرے کا ہو جاتا ہے

لذت و دُشابی تو ازاں

تو اُن میں انگوڑے کے شیرے کا مزہ باقی ہے

پس ز علمت نور یا بد قوم لُد

تو میرے ہم سے سرکش قوم نور ماس کر لے

کا سماں ہرگز نساں در غیر پاک

کیونکہ آسمان پاک کے علاوہ نہیں رہتا

شیخ نورانی زہ آگ کند

نورانی شیخ راہ حق سے آگاہ کرتا ہے

چند کن تا مست نورانی شوی

تو کوشش کر تا کہ مست اور صاحب نور بن جائے

ہر چہ در دُشاب جو شید شود

جو چیز انگوڑے کے شیرے میں جوش رہی جائے

از جزر و زریب پہ در زگر دگاں

اگر درویش اور بھیاں اور اخوت

علم اند نور چوں فرغودہ شد

علم جب نور سے غفلت ہو جائے

ہر چہ کوئی باشد اُس ہم نور پاک

تو جو کہ ہے وہی نورانی ہوگا

کی غذا ہوتا ہے تیرے جی

جیوانِ خداؤں کا مادی ہوتا ہے

زماںِ خدا سے انسان تو

کی طرح تیرے جیوان میں ہوتا ہے

تیرے جیوان میں ہوتا ہے

جیوان میں ہوتا ہے

آن عقیدہ

اُن میں بیان کرتا ہے اُس کی

مرتبہ بانی تو میر ہوتا ہے

اُس میں کوئی جان نہیں ہوتی

ہے اُس کے داغ میں اُس

کے اسرار ہوتے ہیں۔

لے چکر جب کہے دالے

میں کوئی جان نہ ہو تو

بات بے تیر ہوتی ہے۔

تی کر۔ درویش کو نور

بیاورنا آتا ہے لیکن خود لڑتا

ہے بہت۔ اس عقیدہ کو

اگرچہ چرکوت ہوتی ہے

لیکن اُس میں خوف بھی ہے

ہوتا ہے۔ ترک شیخ

اور اُن میں انسان کی رہائی

میں توفیق ہے شیخ نورانی

صاحب نور شیخ نورانی کا

ہے نورانی بات پر توجہ

ہوتی ہے۔

لے جبکہ انسان کو نور

صاحب نور چاہیے تاکہ

میں تاثیر ہو نورانی بات

کے لئے ہر احوال میں

ہو جو شخص کو نورانی

اور اُس حرف بقایہ کا درجہ

ہے۔ ترجمہ باتیں نور

طرح بہت ہوتا ہے

لے چکر جب کہے دالے

میں کوئی جان نہ ہو تو

بات بے تیر ہوتی ہے۔

تی کر۔ درویش کو نور

بیاورنا آتا ہے لیکن خود لڑتا

ہے بہت۔ اس عقیدہ کو

اگرچہ چرکوت ہوتی ہے

لیکن اُس میں خوف بھی ہے

ہوتا ہے۔ ترک شیخ

اور اُن میں انسان کی رہائی

میں توفیق ہے شیخ نورانی

صاحب نور شیخ نورانی کا

ہے نورانی بات پر توجہ

ہوتی ہے۔

لے جبکہ انسان کو نور

صاحب نور چاہیے تاکہ

میں تاثیر ہو نورانی بات

کے لئے ہر احوال میں

ہو جو شخص کو نورانی

اور اُس حرف بقایہ کا درجہ

ہے۔ ترجمہ باتیں نور

طرح بہت ہوتا ہے

لے چکر جب کہے دالے

میں کوئی جان نہ ہو تو

بات بے تیر ہوتی ہے۔

تی کر۔ درویش کو نور

بیاورنا آتا ہے لیکن خود لڑتا

ہے بہت۔ اس عقیدہ کو

اگرچہ چرکوت ہوتی ہے

لیکن اُس میں خوف بھی ہے

ہوتا ہے۔ ترک شیخ

اور اُن میں انسان کی رہائی

میں توفیق ہے شیخ نورانی

صاحب نور شیخ نورانی کا

ہے نورانی بات پر توجہ

ہوتی ہے۔

لے جبکہ انسان کو نور

صاحب نور چاہیے تاکہ

میں تاثیر ہو نورانی بات

کے لئے ہر احوال میں

ہو جو شخص کو نورانی

اور اُس حرف بقایہ کا درجہ

ہے۔ ترجمہ باتیں نور

طرح بہت ہوتا ہے

لے چکر جب کہے دالے

میں کوئی جان نہ ہو تو

بات بے تیر ہوتی ہے۔

تی کر۔ درویش کو نور

بیاورنا آتا ہے لیکن خود لڑتا

ہے بہت۔ اس عقیدہ کو

اگرچہ چرکوت ہوتی ہے

لیکن اُس میں خوف بھی ہے

ہوتا ہے۔ ترک شیخ

اور اُن میں انسان کی رہائی

میں توفیق ہے شیخ نورانی

صاحب نور شیخ نورانی کا

ہے نورانی بات پر توجہ

ہوتی ہے۔

لے جبکہ انسان کو نور

صاحب نور چاہیے تاکہ

میں تاثیر ہو نورانی بات

کے لئے ہر احوال میں

ہو جو شخص کو نورانی

اور اُس حرف بقایہ کا درجہ

ہے۔ ترجمہ باتیں نور

طرح بہت ہوتا ہے

لے چکر جب کہے دالے

میں کوئی جان نہ ہو تو

بات بے تیر ہوتی ہے۔

تی کر۔ درویش کو نور

بیاورنا آتا ہے لیکن خود لڑتا

ہے بہت۔ اس عقیدہ کو

اگرچہ چرکوت ہوتی ہے

لیکن اُس میں خوف بھی ہے

ہوتا ہے۔ ترک شیخ

اور اُن میں انسان کی رہائی

میں توفیق ہے شیخ نورانی

صاحب نور شیخ نورانی کا

ہے نورانی بات پر توجہ

ہوتی ہے۔

لے جبکہ انسان کو نور

صاحب نور چاہیے تاکہ

میں تاثیر ہو نورانی بات

کے لئے ہر احوال میں

ہو جو شخص کو نورانی

اور اُس حرف بقایہ کا درجہ

ہے۔ ترجمہ باتیں نور

طرح بہت ہوتا ہے

لے چکر جب کہے دالے

میں کوئی جان نہ ہو تو

بات بے تیر ہوتی ہے۔

تی کر۔ درویش کو نور

بیاورنا آتا ہے لیکن خود لڑتا

ہے بہت۔ اس عقیدہ کو

اگرچہ چرکوت ہوتی ہے

لیکن اُس میں خوف بھی ہے

ہوتا ہے۔ ترک شیخ

اور اُن میں انسان کی رہائی

میں توفیق ہے شیخ نورانی

صاحب نور شیخ نورانی کا

ہے نورانی بات پر توجہ

ہوتی ہے۔

لے جبکہ انسان کو نور

صاحب نور چاہیے تاکہ

میں تاثیر ہو نورانی بات

کے لئے ہر احوال میں

ہو جو شخص کو نورانی

اور اُس حرف بقایہ کا درجہ

ہے۔ ترجمہ باتیں نور

طرح بہت ہوتا ہے

لے چکر جب کہے دالے

میں کوئی جان نہ ہو تو

بات بے تیر ہوتی ہے۔

تی کر۔ درویش کو نور

بیاورنا آتا ہے لیکن خود لڑتا

ہے بہت۔ اس عقیدہ کو

اگرچہ چرکوت ہوتی ہے

لیکن اُس میں خوف بھی ہے

ہوتا ہے۔ ترک شیخ

اور اُن میں انسان کی رہائی

میں توفیق ہے شیخ نورانی

صاحب نور شیخ نورانی کا

ہے نورانی بات پر توجہ

ہوتی ہے۔

لے جبکہ انسان کو نور

صاحب نور چاہیے تاکہ

میں تاثیر ہو نورانی بات

کے لئے ہر احوال میں

ہو جو شخص کو نورانی

اور اُس حرف بقایہ کا درجہ

ہے۔ ترجمہ باتیں نور

طرح بہت ہوتا ہے

لے چکر جب کہے دالے

میں کوئی جان نہ ہو تو

بات بے تیر ہوتی ہے۔

تی کر۔ درویش کو نور

بیاورنا آتا ہے لیکن خود لڑتا

ہے بہت۔ اس عقیدہ کو

اگرچہ چرکوت ہوتی ہے

لیکن اُس میں خوف بھی ہے

ہوتا ہے۔ ترک شیخ

اور اُن میں انسان کی رہائی

میں توفیق ہے شیخ نورانی

صاحب نور شیخ نورانی کا

ہے نورانی بات پر توجہ

ہوتی ہے۔

لے جبکہ انسان کو نور

صاحب نور چاہیے تاکہ

میں تاثیر ہو نورانی بات

کے لئے ہر احوال میں

ہو جو شخص کو نورانی

اور اُس حرف بقایہ کا درجہ

ہے۔ ترجمہ باتیں نور

طرح بہت ہوتا ہے

لے چکر جب کہے دالے

میں کوئی جان نہ ہو تو

بات بے تیر ہوتی ہے۔

تی کر۔ درویش کو نور

بیاورنا آتا ہے لیکن خود لڑتا

ہے بہت۔ اس عقیدہ کو

اگرچہ چرکوت ہوتی ہے

لیکن اُس میں خوف بھی ہے

ہوتا ہے۔ ترک شیخ

اور اُن میں انسان کی رہائی

میں توفیق ہے شیخ نورانی

صاحب نور شیخ نورانی کا

ہے نورانی بات پر توجہ

ہوتی ہے۔

لے جبکہ انسان کو نور

صاحب نور چاہیے تاکہ

میں تاثیر ہو نورانی بات

آسمان آسمان اور ابرو کا پانی
ذرا پانی ہے پر تار کا پانی
ایسا نہیں ہے آسمان کا ہے
نکھر نکھر تار کی طرح نکھر نکھر
خیال کی مثال پر تار کے پانی
کی سی ہے اور وحی کی مثال
نہر کی سی ہے آج پانی
بارش کا پانی سیکڑوں نامیلا
کاسب ہے نہ تار کا پانی
عزیز پڑوسی سے جھگڑے
کاسب بننا ہے۔

آسمان فتو ابرو باران ببار

آسمان میں بار، ابر میں بار، بارش برسا

آب اندر ناوداں عاریت

پر تار میں پانی اٹکا ہوا ہے

فکر و اندیش ست مثل ناوداں

فکر اور خیال، پر تار جیسا ہے

آب باران باغ صدف آورد

بارش کا پانی، باغ کو تڑپاگ کا بنا دیتا ہے

باز گرم سوی آں روباہ و خر

میں و خری اور گرمی کی طرف ٹوٹا ہوا

ناوداں بارش گند بنو دبار

پر تار بارش برسا ہے، وہ کار آمد نہیں

آب اندر ابرو دریا فطرت

ابر اور دریا میں اصل پانی ہے

وحی نکشف ست ابرو آسمان

کھل ہوئی وحی، ابر اور آسمان ہے

ناوداں ہمسایہ درجنگ آورد

پر تار پڑوسی کو جنگ پر تارہ کو پڑا ہے

تا چسبان ازراہ برداں خیر نگر

دیکھ اس گمے کو کس طرح رستے سے بٹکا دیا

شرح

بیان بالا سے معلوم ہوا کہ جب حال قال کے مخالف ہوتا ہے

تو وہ قال کے جھوٹ ہونے کو ظاہر کرتا ہے اس کے

لیے ہم ایک اور نظیر تم کو سناتے ہیں سنو! جبکہ زعون نے ہو کہ مدعی الوہیت اور قال

انار بکھالا علی تھا موسیٰ علیہ السلام کے اتر دے کہ دیکھا تو وہ ڈر گیا اور

جنگ کے لیے مہلت مانگی اور نرمی کرنے لگا۔ اس وقت کے عقلا نے یہ حالت

دیکھ کر کہا کہ اگر یہ خدا ہوتا تو اس کو تو اور سخت ہڑتا چاہیے تھا۔ معجزہ موسیٰ خواہ اتر دے یا تھا۔

یا سانپ اس کا تو ملوک اور مخلوق تھا۔ پھر اس کی خدائی سخت و قہر کو کیا ہوا کہ وہ

یہ گستاخی اور مقابلہ دیکھ کر جہنم میں نہیں آتا۔ پس معلوم ہوا کہ اس کا دعویٰ

بالکل جھوٹا ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض رب اعلیٰ یہ ہی ہے جیسا کہ اس کا دعوئے ہے

تو ایک کیڑے کے سبب یہ خوشامد کیوں ہے۔ انہیں واقعات سے تم بھی سمجھ لو

کہ جب تک تمہارا نفس مقل و نیند... وغیرہ ماکولات و مشروبات میں مست اور

ان میں منہمک ہے اس وقت تک خواہ وہ کتنا ہی دعوئے ولایت کرے بالکل غلط

ہے۔ اور اس شخص خوشہ غیبی (غذائے وحانی) کا مشاہدہ نہیں کیا ہے۔ کیونکہ نور حق

(جو کہ غذائے روح) ہے اس کے دیکھنے کی یہ علامت ہے۔ کہ تم کو دنیا سے بعد اور نفرت

ہو۔ اور یہ بات تم میں پائی نہیں جاتی۔ پس دعوائے ولایت ملامت غلط ہے کیونکہ
 قاعدہ ہے کہ اگر کوئی جانور آب شور پر گرے تو سمجھا جاتا ہے کہ آب شیر میں کی دانی
 نہیں کچی علیٰ ہذا یک اسکو غنائے جمائی کی طرف رغبت ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے
 غذائے روحانی نہیں دیکھی۔ بلکہ ہنوز اس کا ایمان تعلیقہ کی ہے اور اسکی روح نے حقیقی
 ایمان کی صورت نہیں دیکھی ایسی حالت میں اسکی لیے سخت خطرہ ہے کیونکہ مقلد کو راہ اور
 راہزن یعنی شیطان رجیم کا سخت خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن جبکہ وہ نور حق سبحانہ دیکھ
 لے گا اسوقت بے کھٹکے ہو جائے گا اور شکوک کے باعث جو اسے اضطرابات لاحق ہوتے
 ہیں وہ جلتے رہیں گے اور اسے بالکل سکون ہو جائے گا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب تک
 خس و خاشاک دریا زمین پر نہیں آتے جو کہ ان کی اصل ہے اس وقت تک وہ پانی کے
 ٹکڑوں میں مضطرب رہتے ہیں کیونکہ وہ خاکی ہیں اور پانی میں مسافرت کی حالت میں نہیں
 اور مسافرت میں اضطراب اور خلل لازمی ہے لیکن جبکہ وہ خشکی میں پہنچ جاتے ہیں
 جو کہ ان کا وطن اصلی ہے۔ تو انہیں سکون ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذا جبکہ اس کو عالم غیب سے
 تمکّن ہو رہا ہے اس وقت اسکی تمام اضطرابات فنا ہو جاتے ہیں اور جبکہ انکی آنکھیں
 کھل جاتی ہیں اور اس تحریر غیبی کو پڑھ لیتا ہے جو کہ اس کی روح پر لکھی جاتی ہے تو اب
 شیطان کو اس پر تسلط نہیں رہتا اور وہ ان عبادی کیس لک علیہم سلطان کا۔
 مصداق ہو جاتا ہے خیر تو گدھے نے گولہ مڑی سے اسرار بیان کئے تھے۔ مگر چونکہ وہ
 مقلد بنا۔ اور یہ امور اسکو ذوقاً معلوم نہ تھے بلکہ سنی سنائی کہتا تھا۔ اسلئے اس نے
 جو کچھ کہا وہ اوپر سے دل سے اور مقلد نہ کہا اور اسکی گویائی کی تعریف کی۔ مگر اسکے دل
 میں اسکی وقعت نہ تھی اور وہ اس کا مشتاق نہ تھا۔ اور گواشی منہ لوجا اور گریبان بھڑا
 مگر وہ عاشق نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ یہ فعل اس کا محض بناوٹ سے ناشی تھا اور دل
 نہ تھا۔ پس چونکہ اس کے الفاظ باوجود پر مغز ہونے کے محض زبان سے تھے نہ کہ
 دل سے۔ اسلئے وہ محض بے حقیقت تھے۔

یہی درجہ ہے کہ منافقین کا عذر قشہد انک لرسول اللہ مردود قرار پایا اور پسندیدہ نہ ہوا۔ چنانچہ اس کے جواب میں فرمایا گیا و اللہ یشہد ان المنافقین ۔ لکذبون ۔ کیونکہ وہ منہ ہی منہ میں تھا۔ دلوں میں نہ تھا اور اس کے پاس بوئے سیب تو تھی مگر سیب نہ تھا اور محض بوئے سیب بجز موجب مضرت ہونے کے اور کیا ہو سکتی ہے کیونکہ جس چیز میں بوئے سیب ہو۔ اور کوئی اس کو سیب سمجھ کر کھائے تو وہ خواہ مخواہ اسے نقصان کریں گے۔ کیونکہ اس میں سیب کے خواص و فوائد نہ ہوں گے۔ جس کی اُسے نہ تھی۔ بلکہ اور خواص ہوں گے جن کی اسے ضرورت نہ تھی نیز اس کا یہ جملہ محض فرقا نہ تھا۔ اور جنگ میں عورت کا حملہ دشمن کی صف کو تو درہم برہم نہیں کرتا۔ بلکہ اس سے خود اپنی فوج کی حالت تباہ ہو جاتی ہے کیونکہ اگرچہ تم اس کو صف میں شیرازہ تلوار لئے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ مگر بردہ کی سے اس کا ہاتھ کانپ رہا ہے پسے وہ دشمن کے حملہ کی تاب نہ لائیں گے اور بھاگے گی اور دوسری فوج پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ جبکہ تم کو جنگ میں عورت کی حالت معلوم ہوگی۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ افسوس ہے اس شخص کی حالت پر جس کی عقل مادہ ہو اور اس کا نفس زشت نہ اور اس کے مغلوب کرنے پر مستعد ہو۔ کیونکہ اس حالت میں عقل لامحالہ مغلوب ہوں گے اور اس طرح۔۔۔ خسارہ کی طرف جائے گی۔ کیونکہ وہ مادہ ہے اور مادہ کا حملہ بھی اگرچہ بظاہر بہادرانہ ہو

مگر تاہم بیکار ہے کیونکہ اس گرسے کی طرح یہ بھی احمق ہے اور جس طرح گدھے کی حماقت نے اس کے حملہ کو بے کار کر دیا تھا اور اس طرح اسے نقصان پہنچایا تھا۔ یوں ہی حماقت عقل عقل کو بھی نقصان پہنچاتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ وہ عورت ہے اور عورت پر وصف حیوانی غالب ہوتا ہے کیونکہ وہ رنگ و بو اور تلذذ و تنعم کی طرف مائل ہوتی ہے اور تلذذ و تنعم میں ان کا صفت حیوانی ہے لہذا عورت پر غلبہ حیوانیت لازم ہے اور غلبہ حیوانیت کیلئے قمار لازم ہے پس عقل مغلوب ضرور احمق ہوگی اور اس کے قمار سے یونہی نقصان پہنچا سکی جائے گے کہ جس کی حماقت نے گدھے کو نقصان پہنچایا تھا جبکہ عقل کے مادہ حیوانی برائی معلوم ہوئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ بڑے مزہ میں وہ شخص جس کی عقل نہ ہو اور اس کا نفس مادہ و مجبور اور عقل

جبری نہ اور غالب ہو اور اس نفس مادہ کی عقل کو چھین لیا اور اس کی قید نہ کر لیا ہو اسلئے نفس اس کا تابع ہو۔
 خیر یہ مضمون تو استطراد ہی تھا۔ اب بھوکا کہ گدھے نے جبکہ سبزہ زار کی رنگ
 اور بو کا حال سنا تو تمام دلائل اسکی طبیعت سے کافر ہو گئے اور وہ پیاسا
 اور ابر کا محتاج ہوا مگر دہاں ابر نہ تھا۔ یعنی وہ سبزہ زار کا طالب ہوا۔ حالانکہ وہ
 سبزہ زار نہ تھا۔ اور نفس کو سخت بھوک لاحق ہوئی اور وہ بے صبر ہو گیا اور جبکہ بے صبر
 ہو گیا تو سارا کام بگڑ گیا۔ کیونکہ صبر ایک لوہے کی ڈھال ہے جو سخت سے سخت کو
 برداشت کر دیتی ہے اسلئے کہ حق سبحانہ نے صبر پر فتح لکھ دی ہے پس صبر کی سپر
 سے مصائب پر فتح حاصل ہوتی ہے۔

الغرض گدھا لغزش کھا گیا اور منشا لغزش تقلید تھا۔ کیونکہ مقلد گو سینکڑوں
 دلائل بیان کرے مگر وہ صرف عقلی گدھے لگانا ہے اور معائنہ و مشاہدہ یعنی ذوق اور
 حال سے نہیں کہتا۔ اسلئے اس کا بیان شک آلود ہو جاتا ہے۔ مگر مشک نہیں ہوتا
 اور بوئے مشک لکھتا ہے۔ مگر واقعی میں مینگی کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا۔ یعنی مقلد کی
 گفتگو کا ظاہر اچھا ہوتا ہے مگر باطن حشراب! پس اگر تم اپنی مینگی کو مشک
 بنانا چاہتے ہو یعنی اپنے بظاہر اچھی اور باطن بُری گفتگو کو ظاہر باطن دونوں حالتوں
 میں اچھی کرنا چاہتے ہو۔ تو تم کو گلزار معرفت میں برسوں تک چرنا اور اس کے مستفید
 ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس مینگی کے مشک بننے کے لئے ضرورت ہے کہ برسوں تک
 باغ میں چرا جائے بہذا تم گدھوں کی طرح کاہ دو جو بمعنی غذائے جسمانی ... نہ کھاؤ۔
 بلکہ فتن یعنی عالم غیب میں جا کر ارغوان یا قنقل یا سمین یا گل چسرو اور اہل
 اللہ کے ساتھ صحرائے فتن یعنی عالم غیب میں جاؤ اور اپنے معدہ روحانی کو بیکانہ
 گل کا عادی بناؤ۔ تاکہ تم کو ادراک حقائق علی ماہی علیہ خاص ہو جو کہ پیغمبروں کی غذا
 اور تم اپنے معدہ کو کاہ ... وجو یعنی غذائے جسمانی سے الگ کرو اور ریحان و گل
 یعنی غذائے روحانی کھانا شروع کرو۔ کیونکہ معدہ جسمانی یا خانہ میں لے جاتا ہے اور معدہ

روحانی خلائے روحانی کی طرف لے جاتا ہے جو کہ ریحان ہے منیر جو کاہ و جو کھاتا ہے وہ فنا ہوتا ہے اور جو کہ نور حق کھاتا ہے قرآن کی طرح باقی اور معدن اسرار الہیہ اور معظّم و مکرم ہوتا ہے۔ ہاں تم کاہ و جو نہ کھاؤ اور نور حق کھاؤ۔

دیکھو: تم آدھی مشک ہو اور آدھی مینگنی یعنی ایک جُز تمہارا روح ہے جو کہ علو ہے اور ایک جُز جسم! جو کہ بُرا ہے۔ سو تم مشک کو ترقی دو اور مینگنی کو نہ بڑھاؤ یعنی روحانیت کو بڑھاؤ اور جسمانیت کو ترقی نہ دو۔ خیر حاصل یہ ہے کہ مقلد صوفیہاں بیان کرتا اور سو تقریریں کرتا ہے۔ مگر اس میں روحانیت بالکل نہیں ہوتی اور اس کے روح میں ان کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا اور اس کی کھوپڑی ان کے اسرار سے بالکل خالی ہوتی ہے اسی لیے ان دیلوں اور تقریروں کا اثر بھی نہیں ہوتا کیونکہ جب کہنے والے میں روحانیت اور باطنی شان و شوکت نہ ہو۔ تو اس کی گفتگو بھی بے نتیجہ ہوا کرتی ہے وہ آدمیوں کو راہ چلنے پر دلیر کرتا ہے مگر بوجہ عدم یقین کے ... خود اس کی جان پتے سے زیادہ کانپتی ہے اور اس کی گفتگو نہایت ہی پر شوکت ہو۔ مگر روح کے اثر سے اس میں بھی لرزہ اور تھراہٹ مستتر ہوتی ہے۔ پس یہ لرزہ مخفیہ قبول سے مانع ہوتا ہے۔ برخلاف عارف کامل کے کہ وہ ہر بات اور راہنمائی کرتا ہے تو اس کے ساتھ نور بھی سمجھتا ہے۔ جس سامعین کے دل میں سکون اور طمانیت پیدا ہوتی ہے اور اس لئے وہ اسے قبول کرتے ہیں پس تم اس کی کوشش کرو کہ شراب معرفت سے مست اور نور معرفت سے منور ہو جاؤ۔ تاکہ

تاکہ نور تمہاری گفتگو کے تابع ہو۔ دیکھو قاعدہ ہے کہ جو چیز شیرہ انگور میں عقیہ (ایک قسم کا کھانا ہے) کے اندر پکائے جاتے ہیں اس میں شیرہ کا مزہ آ جاتا ہے اور خواہ وہ گاجر ہو یا سیب یا بھی اخروٹ اس سے تم کو شیرہ انگور کا مزہ آتا ہے یوں ہی جب علم نور میں لتھڑ جاتا ہے تو اس ذلت تمہارے علم سے معاذین تک کو نور حاصل ہوتا ہے خواہ وہ اپنے عناد سے اس کو رد کر دیں۔ یہ دوسری بات ہے اور جو کچھ تم کہتے ہو

وہ ایک نور اپنے اندر رکھتا ہے کیونکہ اس وقت تمہاری حالت آسمان کی سی ہوتی ہے اور آسمان سے جو کچھ برستا ہے وہ میل کچیل اور بجاستوں سے پاک ہوتا ہے یوں ہی جو کچھ تم کہتے ہو وہ بھی ظلمت شکوک سے پاک صاف ہوتا ہے۔ پس تم آسمان اور ابرہ بن جاؤ اور مینہ برساؤ اور پر نالہ نہ بنو۔ کیونکہ پر نالہ کی بارش کسی کام کی نہیں اسلئے کہ اس میں مٹیوں کدو تیں اور بجاستیں شامل ہوتی ہیں۔ نیز پر نالہ کا پانی عاریتی ہوتا ہے اور ابرہ دوریا کا پانی فطری جو خود اسی سے پیدا ہوتا ہے۔

مطلب ہمارا یہ ہے کہ عقل قیاس کو چھوڑو اور کشف الہام حاصل کرو۔ کیونکہ عقل و فکر کی مثال پر نالہ کی سی ہے۔ جسکے مدرکات میں کدورات و شکوک و اہام شامل ہوتے ہیں۔ اور وحی کشفی ابرو آسمان کے مشابہ ہے چونکہ صانی عن الغبار ہے۔ نین بارش کا قاعدہ ہے کہ وہ باغ و بستان تیار کرتی ہے اور پر نالہ پڑوسی کو لٹائی پر آمادہ کرتا ہے۔ پس وحی کشفی روح میں سینکڑوں معرفت کے پھول کھلتی ہیں اور گفتگوئے قیاسی جنگ و جدل پیدا کرے گی۔ خیر اب ہم لومڑی اور گرہے کی طرف لوٹتے ہیں دیکھیں اسلئے اسے کیونکر گمراہ کیا ہے۔

۱۔ آدھرم۔ اب گرہے
۲۔ تفسیر و مزی نے ہنکو
۳۔ طرح گزار کر دیا جز
۴۔ گرہے نے و مزی پر جواب
۵۔ ملے کے تھیں جو کہ عقیدہ تھا
۶۔ آخر میں خود پہاڑوں کی
۷۔ چونکہ گرہے کو نور ہنکو مل
۸۔ تھا اور مزی کا کہ اس پر
۹۔ غالب آگیا اور گرہے کی
۱۰۔ حوصلے نے دیوں کے ہوتے
۱۱۔ ہرے پاس کو ذیل کر دیا۔
۱۲۔ حکایت۔ اس حکایت سے
۱۳۔ یہ بتایا ہے کہ عقیدہ دیں
۱۴۔ ایسی ہی ہے جیسے ہنکو
۱۵۔ کی تلواری

زبوں شدن خرد و دست رواہ از حرص علف

گمراہی کی حرص کی روئے گرہے کا و مزی کے اہتمام مطلوب برہانا

چوں عقیدہ بد فریب او بخورد

چونکہ عقیدہ تھا اس کا فریب کہ عی

د مہر و بہر و دست گماشت

و مزی کے کرنے اس پر نکتہ طاری کر دیا

کز بولش کرو با پانصد ریل

کہ مای تڑپ نہیں ہوتے ہوتے انکو مغلوب کر دیا

خرد و بہرہ حملہ برد و سخت کرد

گرہے نے و مزی پر دست سخت ملے گئے

ظن ظنہ ادراک و بینائی نداشت

وہ ہم اور بصیرت کا کڑوہ نہ کر سکتا تھا

حرص خوردن انچنان کہ خوش بیل

کھانے کی حرص نے اس کو ایسا ذلیل کر دیا

حکایت اس مختصر پر سیدن لوطی از دور حالت لواطت
بجز سے کاقتہ اور لوطی کا حالت کی حالت میں اس سے دریافت کرنا

کہ اس خنجر از ہر صیت گفت از ہر آنکہ ہر کہ با من اندیشد
کہ مختصر کسی کے لئے ہے اس نے کہا اس لئے کہ جو میرے ساتھ ہر ہر بات
شکمش بشکا نم لوطی بر سر او آمد و شد میکرد و میگفت
سوئے گا میں اس کا بیٹ بھانڈوں میں لوطی اس پر چڑخت اور آتراساقت
الحمد للہ کہ من باتو بد نمی اندیشم
دور کہ رہا تھا خدا کا فکر ہے کہیں جس سے بڑے کام کی نیت نہیں رکھتا ہوں

بیت من بیت نیست اقلیمت
ہزل من ہزل نیست تعلیمت
میرا شہر کوٹری نہیں ہے ایک خط چا
سب سا مٹان . خان نہیں ہے . تعلیم ہے

تو کہ تعالیٰ اِنَّ اللہَ لَا یَسْتَحْیٰ اَنْ یُّضِیْبَ مَثَلًا لِّمَا بَوَّعَتْ مَا فَوْقَهَا
اس کا حال کا قول ہے جبکہ اللہ جانتا نہیں کرتا اس بات میں کہ وہ جو بزرگی مثال بیان کرے
لے مَا فَوْقَهَا فِی تَغْیِیْرِ التَّغْوِیْسِ بِالْاَنْکَارَاتِ مَا ذَا اَرَادَ اللہُ
میں اس سے بھی زیادہ (بھولی بیز کی) جو انکار کی جو سے نفس میں تیز پیدائش کیلئے اس
یٰھٰذَا مَثَلًا وَاَنْکَ جَوَابٌ مِّیْفَرِیْدُ کہ اس خواتم یضیٰ بہ کثیرا
میں بھی بڑی ہوں (انھوں کی) اس مثال سے اللہ کا کیا اللہ جو اور یہ کہ جواب دہ کہ جو کچھ چاہا
وَقَدْ نَزَّی کَثِیْرًا کہ ہر قسم کے مجوز است کہ بسیار از و سرخ رو
اس سے بیک گراہ ہوں اور بیک جات ہوں کوئی ہر آرائش ایک ترانہ ہے کہ بیت اس سے
شوند و سیاراں بے مراد شوند و تو آملت فیہ قلبلا
شہر خود جوماتے ہیں اور بہت سے بے ترازو جوماتے ہیں اور اگر تو اس میں توڑا سا جو غور

لَوَجَدْتَ فِی نَتَائِجِہِ الشَّرِیْفَةِ کَثِیْرًا
کرے تو اس میں بہت سے عمدہ خزانے پائے گا

کوٹ رہے را لوطیے در غارہ برد
ایک عام کرانہ کہ ایک اعظم کرانہ لوطیے گیا
بر میانش خنجرے دیداں نہیں
اس مضمون نے اس کی کر پر خنجر دیکھ
گفت آنکہ با من اریک بد منش
اس نے کہا کہ اگر کوئی بد نیت یہ ہے
مترنگوں افگندش و درے فشر
اس کی کو اوندھا گرایا اور اس میں گھیر دیا
پس بگفتش در میات چیست این
تو اس سے کہا تیسری کر میں یہ کیا ہے ؟
بد بیندیشد بد زرم شکمش
بڑے نام کا ارادہ کرے تو اس کا بیٹ بھانڈوں

لے افتریب۔ میں لوطی نے
منزاکھا بیت پہلا بیت
شہر کے مضمون میں اور اور لوطیت
کوٹری کے مضمون میں ہے مضمون
میرے اخبار میں بہت سے
ساتی ہیں ہزل اس چکر
مولا نے ہاں بہت نفس
قد نقل کیا ہے اس کی تفسیر
کرتے ہیں
لے آتش اللہ۔ قرآن نے
سمجھنے کیلئے سب سے زیادہ
اس کے ہر شایں میں تو
نکارنے اور اس کی کوٹری
میں ایسی ہر ہر ہر شایں
کہیں دی جاتی ہیں تو قرآن
نے اس کے جواب میں کہا
کہ نہایت کیلئے اس طرح کی
شایں دینا کوئی بڑی بات
نہیں ہے اللہ کی آرائش
میں ہے کہ اس قسم کی شایں
کیا تو اس کے گراہ میں لوط
کوٹری سے کہہ کر جات ہے
ہوں
لے کوٹ رہے۔ غارہ برد
والا اس سے کہہ اور گھیرنا
ہے بیان کر۔ چشم چیت۔

گفت لوطی محمد بنہ را کہ من
 اعظم کرنے والے نے کہا ادا کر کے کہیں نے
 چونکہ مردی نیست خنجر باچہ سود
 بلکہ بہادری نہیں ہے ہنجروں سے کیا فائدہ؟
 از علی میراث داری ذوالفقار
 حضرت علیؑ سے تھے ذوالفقار اس میں تھیں
 گر قسوںے یاد داری از مسیح
 اگر تو حضرت مسیحؑ کی دعا یاد رکھتا ہے
 کشتی سازی ز توزیع و فتوح
 کشتی سے اور تو راہوں سے کشتی بناتا ہے
 بہت شکستی گیرم ابابیمہ وار
 میں تو نے حضرت ابابیمہؑ کی جنت کو فراموش کیا
 گرد دلیست ہست اندر فعل آر
 اگر کام میں تیرے پاس نہیں ہے
 آن ویسے کو ترا مانع شود
 وہ دیکھ کر میرے مانع بنے گا
 خانقار راہ را کردی دبیر
 تو نے راستہ میں دیر نے وہاں کو ہمارا بنا دیا
 بر ہمہ درس توکل می کنی
 تو سب کو توکل کا درس دیتا ہے
 لے مفتش پیش رفتہ از سپاہ
 اسے پیچھے رہنے دے تو لشکر کے آگے ہوا
 چوں زنا مردی دل آگندہ بود
 جب نامردی سے دل پتھر ہو
 تو بہ کن ہشکباراں چوں نظر
 تو بہ کر کہ ہشکبار کی طرح آنسو بہا
 داروی مردی بخور اندر عمل
 مس میں مردانگی کی دعا کما
 داروی مردی کنی و عین مشوی
 مردانگی کا دوا کر اور نامرد نہ بن

بد نیندیشیدہ ام باتوبین
 کسی غریب سے تیرے ساتھ بڑا ارادہ نہیں کیا
 چوں نباشد دل ندار دسود خود
 جب دل نہ ہو، خود فائدہ نہیں دیتا
 بازوی شبیر خدا ہست بیار
 تیرے پاس شبیر خدا کا بازو ہے تو
 کو لب دندان عیسیٰ اے وقیع
 اے میرے شہر! (حضرت عیسیٰ کا ہونٹ اور دانت کا)
 کوئی کے طارح کشتی بچو نوح
 حضرت نوحؑ کی طرح کشتی بچو نوح
 کو بت تن راف را گردن بنار
 جس کے بت کو آگ میں نہا کرنا کہاں ہے!
 تیغ چوبیں را بدران کن ذوالفقار
 اس کے زور پر کلہاڑی کی تلوار کو ذوالفقار بنانا
 از عمل آں نعمت صانع شود
 اس عمل سے وہ خدا کا مستجاب ہے
 از ہمہ کز اں نری تو زیر زیر
 نیچے نیچے تو سب سے زیادہ لرزنے والا ہے
 در ہوا تو پیشہ را رگ مینری
 تو ہمیں بھی بچہ کی رگ پر (دشمن) اتارتا ہے
 بر دروغ و ریش تو کیرت گواہ
 تیرے جھوٹ اور دھرمی پر تیرا گواہ ہے
 ریش و سبکت موجبہ بود
 دھرمی اور سبکتیں ہنس کا سبب ہوتی ہیں
 ریش و سبکت از خندہ باز خر
 دھرمی اور سبکتیں کر مذاق سے ہیں
 تاشوی خورشید گرم اندر حمل
 تاکہ تو درجہ، عقل میں گرم سورج میں جاوے
 تا بروں آئند صد گول خبرو
 تاکہ سیکڑوں جسم کے خوبصورت چہچاہوں

لہ جو کر۔ جب ان کی
 میں بہادری نہ ہو تو اس کے
 لئے خنجر اور شکر کی بجائے
 جنگی ٹوپی بیکار ہے۔۔۔۔۔
 ذوالفقار، ہنجر کی مشہور
 تلوار جو حضرت علیؑ کے پاس
 تھی شبیر خدا، حضرت علیؑ کا
 لقب آنکشا ہے۔
 لہ تو قسوںے۔ اگر کوئی شخص
 مسیحؑ کی طرح دم کا سیکڑے
 جس سے شہرے زندہ ہو
 جلتے تھے تو وہ حضرت عیسیٰؑ
 کے ہونٹ اور دانت کہاں
 سے لائے گا۔ تو قریح چنہ
 نوحؑ۔ مذرا۔ تو حضرت
 ابابیمہؑ نے، اپنے ہنجر راک
 میں ٹال دیا تھا اگر کہیں۔۔۔
 دین دراصل میں ہے۔ آیت۔
 جو دین میں سے مانے جئے
 وہ خطاب نہیں ہے۔
 سلطان خان۔ جسے میں نے
 دوسروں کو خط لکھ کر بہادر
 بنانا ہے خود بزدلی دکھاتا
 ہے۔ درہوا۔ ایسا لاپرواہی ہے
 کہ ہمیں بھی بچہ کے ہنجر اور
 اس کا خون چٹا جاتا ہے۔
 کیر۔ آواز تامل میں سے بڑا
 محووم جوتا ہے۔ ریش۔ ہنجر
 کی ریش ایک مذاق ہے
 تو بہ کن۔ راہ سلوک جو کہ
 کا بہانہ ہے کہ وہ ادا نہ کرے
 اور اس میں گریہ اور رنج
 لہ عقل۔ سورج جب برقی
 عقل میں ہوتا ہے اسی شامیں
 زمین پر بہت تیز گرم ہوتی ہیں
 خورشید۔ نامرد۔ تا بروں۔ مرد کے
 خنجرین اور وہی دانت ہے۔

ہند۔ مہا بے کہے روئے
رکے تو رب خدا و عیسیٰ
آمانے گا۔
لے تھی۔ اگر تو راہ ملک
کا کو تم مٹا چاہتا ہے تو ہاتھ
کے خنجر سے نفس کشی کر روز
خون کی طرح چادر اڑھ کر
خار نشین بن جا۔ گنبد۔ راو
ملک میں تحفہ سے ہی آگے
قدم رکھنے پر جرح ہو گا۔ تاد
سولی۔ پتاکن۔ جالا

معدہ را بگذاڑ سوئی دل خرام
بہسہ کو جھڑا اور دل کی جانب چل
رستمی گریادت خنجر بگبیر
اگر تجھے رستم بن پائیے، مجسہ بکو
رستمی گریادت جوشن پیش
اگر تجھے رستم بن پائیے، درہ بہن سے
یکند و گامے زو کلف ساز خوش
ایک دوتہم چل، خوب ستغف کر
بر سر میدان جو مرداں بائیدار
سیدان میں مزدوں کی فرح ہم
تا کے از جامہ زناں بچو زناں
مزدوں کی طرح نلکا باس سے کہ تک (تعلق رکھنا)
تا کہ بے پردہ زرق آید سلام
تا کہ اندھ (تھانے) کی جانب سے ہنر چکے سلام
وز بیزی مالی چادر بگبیر
اگر تو بھولے ہیں کی جانب اس مہلا دار دھلے
وز بیزی مالی زو کوں فروش
اگر تو کھولے ہیں کی جانب اس ہے با عقد نجی
تا تر عشقش کشاند برش
تا کہ بچے عشق، اپنی آغوش میں بگنھے
تا نگردی نبستلا در پائے دار
تا کہ تر سول کے نیچے نبستلا نہ ہو
ورصف مرداں در آہنجوں رساں
نیزہ کی طرح مزدوں کی صوب میں آما

شرح

گدھے نے لومڑی پر دو تین حملہ سخت کئے لیکن چونکہ مقلد تھا۔
اسلئے آخر کار لومڑی کے دھوکے میں آگیا اور چونکہ وہ شوکت
ادراک بصیرت نہ رکھتا تھا اسلئے لومڑی کے فریب نے اسے دم بخود کر دیا اور کھانے
کی حرص نے اسے اس قدر ذلیل کیا کہ باوجود پانچ سودیلیوں کے اسے مغلوب کر دیا
اس مقام پر ہمیں ایک حکایت یاد آگئی۔ گو ہے تو فحش مگر ہمیں اس نصیحت
مقصود ہے اسلئے ہم اس فحش ہونے کی پرواہ نہیں کرتے۔

کیوں کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں ان الله لا يستحي ان يعص ب مثلاً ما
بعوضه فما فوقها یعنی لوگ جو مچھر کی مثال بیان کرنے پر اعتراض کرتے ہیں
سو ان کو واضح ہو کہ حق سبحانہ کسی مثال کے بیان کرنے سے نہیں شرماتے خواہ وہ
مچھر ہو۔ یا معترضین کی نظر میں اس بھی بڑھ کر قابل انکار و اعتراض ہو۔ ما ذأ
امر ادا لله بهلذا مثلاً۔ یعنی حق سبحانہ کا ایسی مثال سے کیا مقصود ہے اس کا جواب
یہ ہے یضربہ کثیراً و یهدی بہ کثیراً یعنی اس کو بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں

اور بہت سوں کو ہدایت فرماتے ہیں۔ گمراہ لوگ کہتے ہیں جو اس ظاہر کو دیکھ کر۔۔۔
اعتراض کرتے ہیں اور ہدایت وہ پالتے ہیں جو اس نصیحت حاصل کرتے ہیں اور اس
..... کو قابل اعتراض نہیں جانتے۔ پس یوں ہی ہم نصیحت کے لئے ایسی
مثالیں بیان کرتے ہیں جو کہ بظاہر قابل انکار ہیں اور باطن پر نصیحت۔ تاکہ بُروں کی
بُرائی اور اچھوتوں کی اچھائی ظاہر ہو جائے۔

برائی اور اچھوں کی اچھا بری کا ہر ہو جائے۔
 اچھا اب حکایت سنو: ایک اғلام کرنے والے کو ایک معلم اپنے گھر لے گیا اور اسکو
 اوندھا ٹاکر اسکو بد نعلی کرنے لگا۔ اسی اٹار میں اسنل اس کی کمر میں خنجر لگا دیکھا
 اس پر اس نے کہا کہ تیری کمر میں یہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ یہ وہ ہے کہ اگر کوئی
 بد طینت میری نسبت شرارت کا خیال کرے تو میں اسکو اس کا پیٹ چاک کر دوں۔
 یہ سنکر اғلام باز نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے تیری نسبت برائی کا خیال نہیں کیا۔
 اسکو تم یہ نتیجہ نکالو کہ جب مردانگی بھی نہ ہو تو خنجر بے کار ہیں۔

اور جب دل ہی نہ ہو تو خود سے کیا فائدہ۔ علیؑ! جب عمل ہی نہ ہو تو محض دلائل کیا کام دے سکتے ہیں۔ ہم نے مانا کہ تمہارے پاس علیؑ کی ذوالفقار ہے مگر بازوئے شیرِ خدا بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہ لاؤ۔ اور ہم نے مانا کہ تم کو مسیح علیہ السلام کا افسوس یاد ہے مگر لب و دندانِ عیسیٰ کہاں۔ ضرورت تو اسکی ہے۔

علیٰ ہذا! ہم نے مانا کہ تم چندے اور دیگر آمدنی سے نوح علیہ السلام کی کسی کشتی بنا سکتے ہو۔ مگر نوح کا ساطاع کہاں ہے۔ نیز ہم نے فرض کیا کہ تم نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح بُت توڑ دیئے مگر اُن کی طرح بُتِ جسم کو آگ میں جھونکنا۔ یہ بات تم میں کہاں ہے پس جس طرح تم وہو الفقار سے علی۔ اور انسوک مسیح اور کشتی سے نوح اور بُت شکنی سے ابراہیم نہیں ہو سکتے۔ یوں ہی محض دلائل سے ولی اور صاحبِ کمال نہیں ہو سکتے۔ اگر تمہارے پاس دلائل ہیں تو اُنکو عمل میں لاؤ اور اس طرح اپنے۔۔۔۔۔ غیر مؤثر دلائل کو وہو الفقار اور مؤثر بناؤ۔ ورنہ محض دلائل کس کام کے۔ بلکہ وہ تو بجائے مفید ہونے کے اِنما مُضر ہیں کیونکہ جو دلیل عمل سے مانع ہو یعنی جس دلیل پر عمل نہ ہو وہ تو عذابِ الہی کا ذریعہ ہے

کیونکہ یہ دلیل خدا کی حجت ہے بندہ پر۔ جس کی بنا پر وہ اسکو سزا دیا۔ اور کہے گا کہ جب تو جانتا تھا تو تو نے عمل کیوں نہیں کیا۔ تم راہِ خدا سے ڈرنے والوں کو تو جرات دلاتے ہو لیکن درپردہ تم سب سے زیادہ ڈرتے ہو۔ اور تم سب کے سامنے تو کل کا وعظ کہتے ہو۔

مگر تمہارے حرص کی یہ حالت ہے کہ تمہارا میں مچھر کے فصد کھولتے ہو۔ بدیں خیال کہ شاید اس میں سے خون مل جائے۔ یعنی جہاں کہیں تم کو نفع کا دھوکا بھی ہوتا ہے تم وہیں سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہو۔ ارے یہ مچھر ہے جو کہ فوج کے آگے آگے ہے تیری دھوکا دینے والی داڑھی کے دھوکا پر تیرا ذکر شاہد ہے۔ ہم نے مانا کہ تیری داڑھی مونچھ ہے اور تیری صورت مردانہ ہے لیکن یہ امر تیرے لئے کوئی فخر کی بات نہیں کیونکہ تو بزدل ہے اور قاعدہ ہے کہ جب دل بزدلی سے پُر ہو تو داڑھی اور مونچھ موجبِ فخر ہوتی ہیں کہ موجبِ فخر یعنی لے بنے ہوئے شیخ اور مدعی کمال جو کہ مُریدوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ تیری حالت خود تیرے فریب کو ظاہر کرتی ہے۔ اور یہ وضو صوفیانہ تیرے لیے کچھ مفید نہیں کیونکہ اگر ظاہری حالت مشائخ کی سی ہو۔ اور باطن پلید تو یہ وضع اہل فہم کے نزدیک موجبِ مسخر ہے نہ کہ قابلِ وقعت۔ پس تو اس حرکت سے توبہ کر اور مینہ کی طرح آنسو برسا۔ تاکہ تو آفتابِ حمل کی طرح دوسروں کی روحانی سرسبزی شادابی کا باعث اور جزوِ شادار اور بابرکت ہو جائے۔

دیکھ تو نامرد مت بن۔ بلکہ رجولیت کا علاج کو تاکہ ہر طرف سے سیکنڈوں تم کے حسین تیرے لیے نکل آئیں۔ یعنی تو اپنی اصلاح کو تاکہ تو فیوضِ ربانیہ کا مرجع بن جائے اور تو پُری معدہ کے نکو چھوڑ کر پُری دل کی فکر کو؛ تاکہ حق سبحانہ کی طرف سے بے حجابانہ کچھ پر سلام ہو۔

[فائدہ: بے حجابانہ سے رفعِ حجاب خاص مراد ہے جو کہ عوام اور حق سبحانہ درمیان ہے۔ ورنہ مطلق حجاب مرتفع نہیں ہو سکتا]

ہم تم کو نصیحت کر چکے اب تم کو اختیار ہے اگر تم کو رستی درکار ہے تو خنجر لو

اور اگر ہجڑے پن کی طرف رغبت ہے تو اوڑھنا اوڑھو۔ اور اگر تمہیں رستی درکار ہے تو جوش پہنو۔ اور اگر ہجڑے پن کی خواہش ہے تو جاؤ اعلان کراتے پھرو۔ خلاصہ یہ کہ ہم کو شیعیت اور غلامی کا طریق بتا چکے ہیں اختیار ہے خواہ شیخ بنو اور اس کا طریق اختیار کرو اور خواہ دنیا دار بنو اور ان کی وضع اختیار کرو۔ آگے پھر جوش شہقت ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ تم طول راہ اور اس کی صعوبتوں سے خوف زدہ نہ ہو جاؤ اور ہمت نہ ہارنا۔ اس لئے کہ اس راہ کو طے کرنا کچھ مشکل نہیں تم دو ایک قدم بہ تکلف چلو تاکہ آئندہ تمہارے لیے سہولت ہو جائے اور عشق تم کو اپنے آغوش میں لیکر مطالب تک پہنچائے اور تم کو کچھ بھی زحمت نہ ہو۔ اور تم مردوں کی طرح معرکہ نفس و شیطان میں قدم جاؤ۔ تاکہ تم سولی کے پاؤں میں نہ الجھ جاؤ اور ہلاکت ابدی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ تم عورتوں کی طرح زمانہ لباس میں کب تک رہو گے اسے چھوڑو اور سنال کی طرح مردوں کی صف میں آ کر شامل ہو اور مردوں کی طرح جدوجہد کرو۔ اور عورتوں کی طرح ہمت نہ ہارو۔

غالب شدن جیلہ رویا بہ بر استعصام و تعفف خروکیشدن
 محمد نے یہاں اور مخالفت پر روزی کے جیلہ غالب آجاتا اور روزی کا
 رویا بہ خروکیشدن سے ہمیشہ شیر
 محمد نے خیر کی بھاری جانب سے جانا

رو بہ اندر جیلہ پائے خود مشرد
 روزی نے مغربی میں قدم رکھا
 مطرب آں خانقاہ کو تاکہ تفت
 اس خانقاہ کا حال کہاں ہے؟ کوئلہ
 چونکہ خروکیش بر دشیرے بچاہ
 جب خروکیش شیر کو کنویں میں پہنچا
 گوش را بر بند و افسونہا غمز
 گوش بند کرے اور ستر نہ سن
 ریش خروکرفت و آں خرابہ برد
 محمد کی ریش بکلی اور اس کے گے کو گئی
 وف زند کہ خربزفت و خربزفت
 وف نہ ہائے کہ گدھا می، گدھا می
 چون نیار درو بہ خرتا گیاہ
 تو روزی محمد کو گھاس کے پاس بکڑنے لگی
 جز فسون آں ولی داد گر
 اس فریاد رس ولی کے منت کے ہوا

مخالفت جہاننا تلف پاکشان
 ریش جہاننا
 ۱۵۰ پانی تو مشرد میں کلاں
 ہر گئی ریش خروکرفت بینی
 ناب آئی خطرت پہلے تفت
 گدھا کہ کہ خربزفت
 کی دھن میں اس سے سر زین
 نے ایک سولی کا گدھا بکلیا
 تھا چونکہ پہلے تفت گدھا
 کہ کہ خروکیش نے نہ گے
 شیر کو کنویں میں جہاں دیا تھا
 لے کر گئی سر لانا ساک کر
 نصیحت کرنے ہیں کہ مرث
 غنچہ کے قتل ہیں کر

لہ منارہ۔ بلند چہرہ پر چہرہ
 اعلان کیا جا رہے تھے کہ
 چوٹے بھار آفتاب میں
 کون۔ جو کہ میں مشتاق ہیں
 چہرہ اب سائوں کی مجلس
 عزیز میں منتظر طالع ہے
 نہ کے بعد بقا بائیں حاصل
 کر کے آنا سخن کا نعرہ دیا تھا
 لہ و جوان۔ ملبہ رہے کہ
 زمین حضرت یوسف کی زما
 سے نوجوان بن گئی تھی شہزاد
 یہ ہے کہ روح کی کزوری کے
 بعد اس کو زورانی حاصل
 ہو گئی چہنچہ مشہد ہے کہ
 کلا داد کی دھول سے نظریہ
 زایل ہو جاتی ہے۔ تو حال۔
 یہ احوال جو ذکر کے لئے ہیں
 خود تپے ہیں تو ان سے
 خوش رہ تاکہ نیا حاصل نہ
 حاصل کرے۔ اگر ہے۔ اگر
 وٹری کہ ہے کہ ہاک کی ہی
 ہے کہ لے دے تو گھر کا زین
 اور پھر یہ ٹکڑہ نہ۔
 لہ حکایت۔ اس حکایت
 سے یہ بتا ہے کہ اگر انسان
 انسان بن جائے تو پھر گھر کا
 پکڑنے والے سے کوئی
 غور نہیں جب تک انسان
 گرہا ہے درخیز کا ہا
 ہے۔

آں فسو نہا خوشتر از طلوائے او
 اس افرونی کے طلوع سے یہ نئے بہتر ہیں
 خمبائے خسروانی پر نرے
 شہزادے پر شاہی لشکروں نے
 عاشق سے باشد آں جان بعید
 وہ اہل سے اور جان شہزاد کی عاشق ہو گئی
 آپ شیریں چوں زبید مرغ کور
 اس شیریں چوں زبید مرغ کور
 اندھا بن نہ جب بیٹھا پانی نہیں دیکھے گا
 موسیٰ جاں سینہ را سینا کند
 رومانی موسیٰ، سینہ کو سینا بنا دیتا ہے
 خسرو شیریں جان نوبت ز رست
 روح کے شیریں فدا نے، نکلا بیٹہ رہا ہے
 یوسفان غیب شک کی می کشند
 نبی یوسف شک کش کر رہے ہیں
 اشتہار مصر را ز موسیٰ ما
 مصری اور ان کا شہر ہادی ہاں ہے
 شہر مانسہ را پر از شکر شود
 حق کو ہا ہا شہر شکر سے بھر جائے گا
 در شکر غلطید لے طلوائیاں
 اسے غلطی ہو! شکر میں غرق
 نیشکر کو بید کا اینست و بس
 کب نہ کھو نہ وہ بس ہم بھی ہے
 نیک ترش در شہر ما کنوں نہ اند
 ہمارے شہر میں اب کوئی کھٹ نہیں رہا

نقل بر نقل ست و مے برے ہلا
 آگاہ نقل بر نقل، شراب پر شراب ہے
 سرکہ نہ سالہ شیریں میشود
 ز نال کا سرکہ پیسا ہو جائے گا

آنکہ صد خلواست خاک پائے او
 کیونکہ سینکڑوں طلوع اس کے پاؤں کی خاک ہیں
 مایہ بزرہ از مے لبہائے وے
 اس کے ہرٹوں سے شہزادہ مایہ کیا ہے
 کوئے لبہائے لعش را ندید
 جس نے اس کے نعل سے ہرٹوں کی شہزادہ دیکھی
 چون نگر در گرچہ شہم آب شور
 وہ کھاری پانی کا پکڑ کیوں، ۷۲: ۷۲
 طوطیان کور را بسنا کند
 انہی طوطیوں کو بیٹا بنا دیتا ہے

لاجرم در شہر قندار زان شدت
 لا محالہ شہر میں شکر سستی ہو گئی ہے
 تنگہائے قند مصری میر سندن
 مصری شکر کے برے بچہ رہے ہیں
 بشنود لے طوطیاں بانگ درا
 اسے طوطی: گھنٹے کی آواز سنو
 فخر آرزان ست آرزان تر شود
 شکر سستی ہے اور آرزو سستی ہو جائیگی
 ہمو طوطی کوری صفر اسیاں
 طوطی کی طرح، صفرانی کو گن گنہ ہوا کہتے
 جاں برفا شنید یا اینست و بس
 جان چھوڑ کر وہ بس دوست یہی ہے
 چونکہ شیریں خسرواں را بر نشاند
 چونکہ شیریں نے بہت سے خسرو شہزادے ہیں

بر متارہ زو بز ن بانگ صلا
 منارہ پر چڑھ جا، بارے کا اعلان کر دے
 سنگ مرمر مل و زریں میشود
 سنگ مرمر مل اور سنہرا ہو جائے گا

آفتاب اندر فلک تک زبا

سورج آسمان میں دستک دے رہا ہے

چشمہا محمود شد از سبزہ زار

سبزہ زار سے آنکھیں نشیبی ہو گئی ہیں

چشم دولت سحر مطلق میکند

دولت کی آنکھ، پروا مانہ کر رہی ہے

شد ز یوسف آن زینا لوجا

یوسف کی وجہ سے زینا جولان ہو گئی

آتش اندر دل خود بر فرسوز

اپنے دل میں آگ روشن کر لے

تو بحال خوشتن میباش شاد

تو اپنے حال پر خوش رہ

گر خیرے رامی بزد روبر ز سر

اگر لڑی گمے کا سر کاٹ دیتی ہے

ذرباچوں عاشقان بازی کناں

ذربے عاشقوں کی طرح دھس کر رہے ہیں

گل شگوفہ میکند بر شاخار

گلشن پر پھول کھل رہے ہیں

روح شد منصور انا الحق میزند

روح منصور بن گئی ہے انا الحق کا نعرہ دھجکا

عشرت از سر گہ خوش خوش دلا

خوشی عرصی سترت سے از سر فرمیش دلا

دفع چشم بد پسندانے بسوز

نظر بد کے دھنکے کے لئے کلا داد بولا

تا بیابی در جهان جاں مراد

تا کہ تو جان کے جہان میں مراد حاصل کرے

گو بر تو خرمباش و غم محو

کھٹے کاٹ لے، تو گرجا میں اور غم آد کا

حکایت آن شخص که از ترس خوشتن را در خانه انداخت

اُس شخص کی حکایت جس نے غمت سے اپنے آپ کو گھر میں جانا، ڈخاروں

ز جہا زرد کردہ چوں زعفران لبھا کبوتر چوں نیل و دست

کہ زعفران کی طرح زرد کر کے ہوئے، اور بھڑوں کو نیل کی طرح بنا کر کے ہوئے، ہاتھ دست

لرزاں چوں برگ درخت خداوند خانہ پُرسید کہ خیرست

کہ پتوں کی طرح ہلکا تھو ہوئے، گھر کے مالک نے دریافت کیا کہ خیر ہے

وچہ واقعہ است گفت از بیرون خرمی گیرند بنجرہ گفت

اور کیا واقعہ ہے؟ اُس نے کہا، باہر بیار میں گمے بکرا رہے ہیں جس نے کہا

تو خرمیستی چه میترسی گفت بچہ می گیرند و تمیز برخواست است

تو کہ گھمانیں ہے کیوں ڈرتا ہے؟ اُس نے کہا کہ کوشش کر کے بکرا لے ہیں اور تمیز ڈھنکی ہے

امروز ترسم کہ مرا خرم گیرند

ابھی ڈرتا ہوں کہ مجھے گھما سمجھ لیں

آں یکے از ترس در خانہ گر سخت

ایک شخص غمت سے گھر میں جاگ آیا

چہرہ زرد، ہونٹ نیلے رنگ تھ

آواز نکلا

دوسرے لوگوں کی پچی پچی

باقوں سے شیع کی بات نہ بولا

بہتر ہے۔ تمکبھی شیع کی بات نہ بولا

میں شیع کی باتوں کی کتنی

سے آتی ہے۔ تاحق شخص

شیع سے مدد ہو اور اُس

نے شیع کی باتوں کی کتنی

بھلی کی ہرگز وہ غراب کی

نستی سے محبت کر سکی ہے۔

اگھ آپ شیع ہی۔ چونکہ

شیع کی باتوں کی کتنی

مرد وہ ہے اس لئے دوسری

کی باتوں پر دھیان دیتا ہے۔

شع ہی اس شیع کا لیکن یہ

کہ وہ لٹ بنا دیتا ہے۔ چو

شیع نے ملو عام دے دی

ہے ہی اس وقت شیع

میں قند ادا ہے پتھا

لیب۔ جس سے مراد روحانی

طبیعت ہیں، حضرت پتھا

کی مناسبت سے قند مری

کا ذکر کیا ہے جس سے مدد ملی

اگر اور ملے۔

اگھ پتھا کی صریح روحانی

شیع۔ زور جس گھٹ

طواریاں۔ وہ مالک جہاں

کے طالب ہیں، متواریاں۔

جس شخص میں غلط فہمی کا

غلبہ ہو تب ہی اس کو شکلا جتی

میں گئی اس سے مدد کریں

ہیں، پتھا جس سے مراد مدد

ہو، پتھا کی شیع کی بات

نوش جس سے مراد پتھا کی شیع

شیع کی باتوں کی کتنی

یا ازاں دریا کہ موہش گوہرست
یا اس دریا کی جس کی موج موت ہے
یا ازاں مرغیاں کہ گلچیں می کنند
یا ان پرندوں کی، جو پھول چھتے ہیں
یا ازاں بازاں کہ کبکاس پروند
یا ان بازوں کی، جو پکڑیں پاتے ہیں
فرد بانہا نیست نہاں رجاں
دنبہا یعنی سیڑھیاں ہیں
ہرگزہ رانزد بانی دیگرست
ہرگزہ کی ایک دوسری بیڑی ہے
ہر کیے از حال دیگرے خبر
ہر ایک دوسرے کی حالت سے بے خبر ہے
ایں راں حیران اواز جیستش
یہ آنکے ہائے سرحد کہ وہ کس چیز سے خوش ہے؟
صحرا رضی اللہ واسع آمدہ
انٹ کی زمین کا صحرا وسیع ہے
بروز خفاں مشکر گویاں برگ شاخ
دن میں چہرے اور شاخیں مشکر کہ اڑتی ہیں
بلبلان گردِ شگوفہ پُر گرہ
بلبلان بہ بہ شگوفے کے چاروں طرف کھینچے ہیں
ایں سخن پایاں نثار دکن رجوع
یہ بات غائب نہیں کرتی ہے، واپس کر

گوہر ش گوبندہ و مینا درست
اس کا موتی گویا ابد جیسا ہے
بیضہا از ریز و میں می کنند
سولے اور طاعنی کے اگلے دینے میں
ہم نگوں شکم ہم استاں میزند
پیت کے بل میں اور پیت میں اڑتے ہیں
پایہ پایہ تا عیان آسمان
درجہ بدرجہ آسمان کی بلندی تک
ہر روش را آسمانے دیگرست
ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان ہے
ملک با پہناوے پایان و سر
ملک وسیع ہے اور بے ابتدا اور بے انتہا ہے
واں دریں خیرہ کہ حیرت جیستش
وہ ایک بلبلہ سرور ان ہے کہ اس کی حیرت کی وجہ سے
ہر درختے از زمینے سر زوہ
ہر درخت ایک زمین سے اٹھا ہے
کز ہے ملک نہ ہے عرصہ فراخ
کہ جب تک ہے ابد جب وسیع میلاد؟
کہ ازاں چہ میخوری مایا پردہ
کہ اس میں سے کیا کھارے؟ ہمیں دے
سوی آں کو باہ و شیر و غم و جوع
اس کو شہی اور شیر اور جالی اور جنگ کی جانب

لے آگے جہاں۔ یہ سب
جست کی پٹری میں۔ دریا۔
اس سے مراد ذات حق ہے
نرکان یعنی اولیاءِ رابطہ۔
آناں یعنی ملاک۔ کبکاس۔
یعنی نفسِ قدس۔ فرد بانہا۔
یعنی مردان کے حلقے پاتے
ہیں مشہور ہے کہ اس حلقے
کی جانب مینا وے راستے
انسانوں کے نفسوں کی قدر
کی بقدر ہیں۔ قنای فضا جو
نظر آتی ہے۔ روش یعنی ملک
لے ہر کیے ہر ملک پر جو
جملے ہے دوسرا اس سے بجز
ہے حق کی کبریا اور کات مرہ
ہر جو حق ہوتا ہے شیخ اس سے
بلے جو ہر ملک ہے۔ ایں ہر ملک
چو کہ دوسرے ملک کی حق سے
بلے جو ہر ملک ہے دوسرے پر
عیان ہوتا ہے۔ حق غیب میں
استدرا یعنی ہے کہ اس میں حرا
طرح کے ملک لگاتے ہیں۔
لے فرد خفاں ہر درخت
کی شاخ و برگ کوئی تسبیح
میں مصروف ہے۔ بلبلان۔
یعنی بچے ماحق۔ ایں سخن۔
یہ عالم غیب کا بیان نہ ختم
ہونے والا ہے۔

شرح
لوٹری دھوکا دینے پر جم گئی اور بالآخر اس دھوکا دے لیا
اور گدھے کی ڈاڑھی پکڑ کر لے گئی۔ کہاں ہے اس خائفہ کا قاتل
جس کا قصہ دفترِ دوم میں مذکور ہوا۔ تاکہ وہ تیزی کے ساتھ گائے، گدھا چل
دیا۔ گدھا چل دیا۔ کیونکہ یہ بہت اچھا ہو

سچ ہے کہ فریب بُری بلا ہے اسکی ذریعہ سے ایک خرگوش شیر کو گنوں میں
 پر لے جا کر ہلاک کر دیتا ہے جیسا کہ تم کو دفترِ اول میں معلوم ہوا اور جب کہ خرگوش شیر
 کو گنوں میں ڈال کر ہلاک کر سکتا ہے تو ایک بڑھ گدھے کو سبزہ تک کیوں نہ
 لے جاسکے گی خود لے جاسکے گی۔ اور لے گئی۔ بس تم اپنے کان بند کرو۔ اور مجسز
 افسون ملی حق کے کسی کا افسون نہ سُنو۔ ولی حق کا کون سا افسون! اس کا وہ افسون
 جو کہ شیریں اور مفید ہونے میں حلوے سے بڑھ کر ہے اور اس کا وہ افسون کہ سیکر دلی
 حلوے اسکی پاؤں کی خاک ہیں۔ اُس ملی حق کی یہ شان ہے کہ شراب سے بھرے ہوئے
 شاہی مٹکے اس کے برتنوں کے شراب سے کب انکار کرتے ہیں اور ایسی حالت میں
 اس شراب معروف کا وہی عاشق ہو سکتا ہے جس نے اُس کے لبِ لعل کی شراب نہیں
 دیکھی اور ایسے کو اس پر عاشق ہونا بھی چاہیے۔ کیونکہ جب کوئی اندھا جانور آب
 شیریں کو نہ دیکھے گا تو وہ چشمہ آبِ شور کا طواف کیوں نہ کرے گا ضرور کرے گا پس
 جو اسکی شراب لبِ لعل نہ دیکھے گا وہ ضرور اسی شراب پر عاشق ہوگا۔

صاحبو! وہ موسیٰ روحِ سینہ کو طورِ سینا کی طرح مہبطِ انوارِ الہیہ بنا دیتا ہے اور
 اندھی طوطیوں یعنی مجاہدین کو بینا اور صاحبِ بصیرت کر دیتا ہے اس روح کے شیریں
 خمر نے جو نقارہ بجا یا ہے تو ہمارے شہر میں شکرِ سستی ہو گئی ہے کیونکہ شاہدانِ علی
 کثرت سے آرہے ہیں اور قندِ مصری کی گونوں پر گونیں چلی آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں
 شکر کو کون پوچھتا ہے۔ ارے طوطیو! مصر کی قند سے لدے ہوئے اونٹ ہماری
 طرف آرہے ہیں۔ دیکھو! وہ گھنٹی کی آواز آرہی ہے۔ پھر کل کو ہمارا شہر شکر سے
 بھر جائے گا اور کچھ تو شکرِ سستی ہے کل اور بھی سستی ہو جائیگی اور اے شیریں کے
 شاہنشاہ! تم طوطی کی طرح لوٹو۔ گو مبتلا نے صفحہ سرا... لوگوں کو
 اسکی ناگواری لاحق ہو اور اب تم گئے چوسو۔ کیونکہ اب اسکی سوا کچھ کام نہیں ہے۔
 اور بس معشوق پر جانِ فدا کرو۔ کیونکہ صرف یہ ہی ایک شخص ہے جو معشوق
 کے قابل ہے۔ جبکہ اس شیریں خمر نے شکر افشانی شروع کی ہے اس وقت

سے ہمارے شہر میں ایک چیز کھٹی نہیں رہی۔ سب میٹھی ہو گئیں۔
 نقل پر نقل اور شراب پر شراب ہے۔ دیکھو! تم منارہ پر کھڑے ہو کر اعلان کر دو!
 کہ آؤ جیسی شراب پیتے ہو نیزاب تو سال کا پرانا سرکہ شیریں ہو رہا ہے اور سنگ
 مرمر، لعل اور زریں ہو رہا ہے۔ آفتاب فلک پر تالیاں بجا رہا ہے اور ذرے شوق
 میں اُچھل کود کر رہے ہیں۔ سبزہ کی یہ حالت ہے کہ سبزہ زار کے دیکھنے سے آنکھوں میں
 نشہ آتا ہے اور شاخوں پر پھول کھل رہے ہیں اور چشم دولت کا غضب کا جادو
 کر رہی ہے کسی کو پانی میں نہیں چھوڑا۔ سب پر اپنا تسلط چسایا اور ان کو مہوش
 کر دیا۔ اور روح منصور بن کر..... انا الحق کہہ رہے ہیں اور اس یوسف نے زلیخا
 کو نو جوان کر دیا ہے پس تم اب نئے سرے خوش خوش عیش و عشرت میں مغموم اور اپنے سینہ
 میں عشق کی آگ جلاؤ اور رنج چشم بد کے لیے یہ سپندان روشن کرو اور اپنی حالت
 میں خوش رہو۔ تاکہ عالم روح میں تمہارا مقصد حاصل ہو۔ اگر گدھے کو لومڑی سر
 پکڑ کر لے جاتی ہے تو لے جانے دو۔ تم گدھے نہ بنو اور پرواہ نہ کرو (خلاصہ یہ کہ عارف
 کامل ہی مطلوب ہے لوگوں کو اسی کا طالب ہونا چاہیے اس کے وقت میں فیوض ربانہ
 کی کثرت ہوتی ہے۔ اور اہل معنی کے لیے وہ نہایت عیش کا زمانہ ہوتا ہے اور اس وقت
 بہت دلوں کی بگڑی ہوئی سنور جاتی ہے اور جو لوگ ان کی صحبت سے آدمی ہو جاتے
 ہیں ان کو شیطان اور نفس کا خطرہ نہیں رہتا) ایک شخص خوف سے ایک گھر میں بھاگا۔
 خوف کے مارے چہرے کا رنگ زرد تھا۔ ہونٹ نیلے تھے اور منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں
 اس کی یہ حالت دیکھ کر صاحب خانہ نے پوچھا کہ میاں خیر تو ہے۔ تمہارا جسم بید کی طرح کانپ
 رہا ہے۔ بات کیا ہے اور تم کیوں بھاگتے ہو اور تمہارے چہرہ کا رنگ کیوں اڑ گیا ہے
 اسٹن جواب دیا کہ بادشاہ کے بیگار کے لیے لوگ باہر گدھے پکڑ رہے ہیں یہ سن کر اس
 نے جواب دیا کہ میاں گدھے ہی تو پکڑ رہے ہیں جبکہ تم گدھے نہیں ہو۔ تو تمہیں کیا فک ہے
 تم جاؤ اپنا کام کرو اسٹن کہا کہ جناب! وہ اس کام میں نہایت سرگرم ہیں۔ ایسی حالت
 میں اگر وہ مجھے بھی گدھا ہی سمجھ لیں تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ انہوں نے گدھوں کو پکڑنے پر سخت دست

ہم نے اس لیے کہا کہ آسمان تک درجہ بدرجہ مخفی سیڑھیاں لگے ہوئے ہیں اور ہر گز وہ کے لیے ایک جدا گانہ سیڑھی ہے اور ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان مرتب ہے اور ان لوگوں میں اس قدر تفاوت ہے کہ ایک کے حال کی دوسرے کو خبر نہیں کیونکہ ملک معنی نہایت وسیع اور بے حد نہایت ہوا اور ان کے احوال میں اس قدر تفاوت ہے کہ ایک دوسرے کو جوش دیکھ کر حیران ہے کہ یہ جوش کیوں ہے دوسرا اس کی حیرت سے متحیر ہے کہ یہ حیران کیوں ہے اس میں تحیر کی بات کیا ہے نین صحن ارض اللہ اور سر زمین قلب نہایت وسیع ہے اور ہر درخت معرفت ایک جدا گانہ زمین سے پیدا ہوا ہے اور ان درختوں کی شاخیں اچھے (آنانہ تاج) ہونے والے کا شکر کر رہے ہیں کہ عجیب فراخ زمین ہے اور۔۔۔ ملبس (طالین) شگوفوں کے گرد مجتمع ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جو خدائے کھائی ہے جس تم کو یہ حسن و لطافت حاصل ہوئے ہیں اس تم ہم کو بھی دو۔ خیر یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی اس کو موٹری اور شیر اور اس کی بیماری اور بھوک کی طرف لوٹنا چاہیے اور ان کا بیان کرنا چاہیے۔

بروزن رو باہ آں خراپیش شیر و جستن خراز شیر و عتاب کردن
 لڑی کا اس کے کہ شیر کے ساتھ سے ہانا اور گے کا شیر کے دھانا اور گے
 رو باہ با شیر کہ ہنوز خرد و بود کہ تعمیل کردی و قدر گفتن شیر و
 کا شیر پر غصہ کرنا کہ گدھا ابھی دور تھا کہ تو نے جلدی کردی اور شیر کا مسندت کرنا
 لالہ کردن شیر رو باہ را کہ پرو بار دیگرش بفریب
 اور شیر کا لڑی کی خواہ کرنا کہ گدھا دوبارہ اس کو فریب دے

۲۵ جزن۔ لڑی کے
 کہ ہنوز کہ شیر کے پاس لگن
 گدھا قریب نہ پہنچا تھا کہ شیر
 نے ہنوز جلد کر دیا اور گدھا
 ہلکا گیا شیر نے لڑی کی
 خواہ کی کہ وہاں گدھے کو
 لا کر۔۔۔ گدھا۔۔۔ اور گدھا
 ابھی شیر سے دور تھا شیر نے
 جلد کر دیا۔

چونکہ رو باہ اس بٹوئے مزج بود
 لڑی جب اس کو گدھا کی جانب سے
 دور بود از شیر و آں شیر از خرد
 وہ شیر سے دور تھا اور شیر نے جنگ کی وہ سے
 گندمی کرد از بلندی شیر ہول
 ہر ناک شیر نے اچھا لگے ہوا گدھا
 تاکند شیرش ہمہ خرد مرد
 تاک شیر کے لئے سے اس کو خرد کر دے
 تا بہ نزدیک آمدن صبرے نکرد
 اس کے نزدیک آہلنے تک صبر نہ کیا
 خود بخودش قوت امکان حمل
 اس میں خود قوت اور طاقت کا امکان نہ تھا

خمر و دروش دید و گشت گریخت
 مدے نے اس کو درے دیکھا اور بٹ گیا اور
 گفت رو بہ شیر راے شاہ و ما
 لورے نے شیر سے کہا اے ہمارے ایشاہ
 تا بہ نزدیک تو آید آں غوی
 تاکہ وہ گمراہ قید سے قریب آجاتا
 کہ شیطاں ست تعمیل و شباب
 محنت اور جلد بازی شیطاں کا کر ہے

دور بود و محلہ را دید و گریخت
 وہ دور تھا اور محلہ دیکھ اور بھاگ گیا
 گفت من پند آتم بر حاست دور
 اس نے کہا میں سمجھا طاقت بحال ہے
 یک گفتم زور من بر جا بود
 لیکن میں نے کہا میری طاقت بحال ہوگی
 نیز جوع و ماتم از حد گذشت
 لیکن میری ہموک اور بے دردت مدے گذشت
 گر توانی بار دیگر از خسرد
 اگر وہ عقلمندی سے دوبارہ

برقت بسیار دارم از تو من
 بھ بہ تیرا بہت احسان ہے
 گر خدا روزی کند آں خرم را
 اگر اذ قلعے اس گمے کیسری روزی بنا دیا
 گفت آریے گر خدایاری دہد
 اس نے کہا ہاں اگر خدا مدد کرے
 پیش فرا موشش شود ہونے کہید
 قلعہ اس خوف کربل جائیگا جہاں نے دیکھا
 یک چوں آرم من او را بہتر ساز
 لیکن جب میں اس کے آؤں وہ نہ بڑتا

تا بہ زیر کوه تا زان نعل ریخت
 پہاڑ کے نیچے تک بس پہاڑ
 چون کردی صبر و وقت وفا
 تو نے میرے وقت میریوں نہ کیا
 تا بہ آنک حملہ غالب غوی
 تاکہ تو قہر سے حملے غالب پہاڑ
 لطف رحمانت صبر و اقتساب
 صبر اور اپنے آپ کو تابو میں رکھنا خدا کی مہربانی

ضعف تو ظاہر شد و آں گریخت
 تیری کمزوری ظاہر ہو گئی اور تیری آہ و زاری
 خود دم زنیں ضعف خود نادان
 اپنی اس کمزوری سے میں خود نادان اور اذغاصا
 نے کہ در من ضعف دست پا بود
 نہ کہ مجھ میں طاقت اور پاؤں کی کمزوری ہوگی
 صبر و عظم از تجوع یا وہ گشت
 ہموک کی وجہ سے میرا صبر اور عظم بیکار ہو گئی
 باز آوردن مراد را می سزد
 اس کو پھر اس کے قریب ہے

جہد کن باشد یاریش یقین
 کوشش کو شاید کرے قریب کو دوبارہ لے آئے
 بعد از ان بس صید ہاشم ترا
 اس کے بعد مجھے بہت کھار بخوشی
 بر دل او از غمی مہرے نہد
 اس کے دل پر اندھے پن کی مہر کا دے گا
 از خری او نباشد ایں بعید
 اس کے گمے پن سے یہ ہمیشہ نہیں ہے
 تا با دوش ندی از تعمیل باز
 تاکہ تو پھر جلدی کی وجہ سے انکھ برباد نہ کرے

سے قیدی کر دین چکاوی
 ہونا حالت شکن
 رفتن تیر و زنا و دنا جنگ
 لڑائی گمراہ یعنی گمراہ
 شیطانی مدد سے شریف ہو
 جلد بازی شیطانی ہے اور
 آج کل خدا کی جانب سے ہے
 لہ آں ریخت بے آہر
 ہونا گفت شیرے کہا نہیں
 کھانا کھانے کی وقت بحال
 ہے اور میں اپنی کمزوری سے
 نادان تھا ایک شیر نے
 کہا میں کھانا کھانے کی وقت
 ہے اور سے اچھا پاؤں
 کز در نہیں ہیں تیر و در
 وجہ جلد عمل کی یہ بھی ہوگی کہ
 ہموک بہت گت رہی تھی
 اور ہموک میں عظم ہو گئی
 تھی کز لقاوی تیری قلعہ کی
 کاغذ ہے کوئی کاغذ کا
 لے آئے بہت تیرا ہجو بہت
 احسان ہے عزیز کم ہوا
 کو دوبارہ لے آئے
 لے کر خدا اگر خدا نے بے
 گمے کی روزی دے دی
 قریب کا قریب ہوا کی
 پھر بہت کھار کرے گئے
 کھانا کھانے کا گفت ہوگا
 نے کہا اگر خدا کی مدد شاہی
 مال رہی تو پھر گمے کے
 دل پر اندھے پن کی قہر
 گت جائے گی
 سے پس پہلے مہربانوت
 وہ ہول جائیگا ایک لیکن
 اگر ایسی باتیں اس کے آتھیں
 تو جلدی کر کے مکرر یاد نہ
 کر دینا

گفت آری تجربه کردم که من
 اس نے کہا: میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ میں
 تابہ نزدیکیم نیاید خیر تمام
 جب تک کہ صحت باطن میری ہے نہ بیماری
 زلفت رو بہ گفت لے شہرت ہے
 درخشی روانہ بولی، ہول اے شاہ
 تو بہاگردست خسرا کردگار
 کہے خدا سے بہت توبہ کر لی ہوگی
 عقل خیر باز سچہ دستان ماست
 کہ جس کی عقل ہمارے کمر کا کھلنا ہے
 تو بہا شیش را بغین برہم زینیم
 ہم کرے اس کی توبہ کہ توبہ دہی ہے
 گلہ خیر گوئے فرزندان ماست
 کہ صوفیوں کا گلہ ہماری اولاد کی گیند ہے
 عقل کاں باشد ز دوران زل
 وہ عقل جو زل کی دستار سے پیدا ہو
 از عطار ز دوا ز زل وانا شد او
 وہ عطار اور زل سے عقل پیدا ہوتا ہے
 علم الانساں خم طغرل ماست
 علم انسان ہمارے طغرل کا دانہ ہے
 تربیہ اس آفتاب روییم
 ہم اس روشن سورج کی تربیت ہیں
 تجربہ گردار دوا بایں ہستہ
 اگر وہ تجربہ رکھتا ہے تو اس کے ہاتھ ہوتے ہیں
 بوکہ تو بیشکند اس مست خو
 ہو سکتا ہے کہ وہ کابل توبہ توڑ دے

سخت رنجورم مخاض گشتہ تن
 سخت بیمار ہوں، جسم ڈھیر ہو گیا ہے
 من نہ ظنم خفتہ باشم بزقوام
 میں حرکت نہ کروں گا نہ تازہ ہر گز طریقہ کے مطابق
 تابہ پوش عقل اور اغفلتہ
 تاکہ غفلت اس کی عقل کو چھپا دے
 کہ نگر دم غترہ ہر بانگبار
 کہیں ہر ناہن کے دھکے میں نہ آؤں
 فکرش کتا دہ طفلان ماست
 اس کا سمجھ ہمارے بچوں کی نرم کیاں ہے
 ما عذر سے عقل وعہد زوشنیم
 ہم عقل اور روشن عہد کے دشمن ہیں
 فکرش باز سچہ دستان ماست
 اس کی سمجھ ہمارے کمر کا کھلنا ہے
 پیش عقل کل نزار داں محل
 عقل کل کے سامنے وہ توبہ نہیں رکھتی ہے
 مازاد کردگار لطف خو
 ہم مہربان خدا کی عنایت سے
 علم عند اللہ مقصد لے ماست
 اللہ کا علم ہمارے مقاصد ہیں
 ربی الاخطا اراں روییم
 میری غلطیوں کا اعلان کاغذ ہوتا ہے
 بشکند صد تجربہ زین دیکرہ
 سینکڑوں تجربے اس کے ٹوٹ جائیں گے
 در رسد شومی شکستن زل
 توبہ توڑنے کی بدقسمتی اس کی آڑ کرے

تفصیل: یہ صوفی تاج
 نزدیک شیر نے کہا اس بادشاہ
 وہ توبہ آجائے اور ہو کر
 در نہ تاج کا کھانا سرتا
 رہیں گے بہت۔ باطن توبہ
 لے تا بکار۔ تا لاف۔ باطن
 کھانا دستان کر بکار
 بچوں کے کھانے کی نرم کیاں
 تو تاجدار۔ درخشی نے کہا ہم
 اس کی توبہ کہ توبہ دہی ہے
 غلطی کر گئے ہمارے بچوں
 کا کھانا بھی اور ان کی عقل
 ہمارے کمر کا کھلنا ہے
 حال شیطان اور صراحت ہے
 نفس۔ کھانے سارے کی تاخیر
 سے بچہ کی عقل میں مذمت
 پیدا ہوتی ہے لیکن نفس کی
 طغیان کردہ عقل، عقل کل کے
 مقابلہ میں ہے۔ اور کھانا
 عوام کی عقل غلط اور
 نفس شادوں کی تاثیر سے
 ہیں شیطان کی عقل غلط اور
 ہے۔
 علم الانساں۔ انسان
 میں ہوتا ہے درخشی کی زبان
 سے عقلی کلام کے مقاصد بیان
 فرماتے ہیں قرآن پاک میں ہے
 حکم الانساں خفا قیل
 انسان کو وہ سکھایا جو چاہتا
 تھا۔ دوسری جگہ تو فرمایا کہ
 میں نے سکھایا تھا انما علم
 عند اللہ آپ کہہ دیجئے ہم
 اللہ ہی کے پاس ہے۔ توبہ
 عقل کاں کہ خدا کی تربیت
 حاصل ہوتی ہے اس نے
 خداوند قدوس کی تربیت
 کا اقرار کرتا ہے۔ تجربہ توڑ کر
 لے کر کہا۔ تجربہ ہو سکتا ہے کہ
 گھبراہٹ توبہ توڑ لے اور
 توبہ جس کی بدقسمتی میں بہت
 چھوٹا ہے۔

کلمہ تقیان۔ اب مراد
سماعت ہے کہ اللہ کے عہد
اور قرب کو روکنے سے بڑی
آتی ہے پہلی قرین تو یہ ہے کہ
کی وجہ سے سزا اور پندر بنائی
گئیں انسانی کی امت میں ہے
صدی مسخ تو نہیں ہے
لیکن باطنی مسخ ہوتا ہے یعنی
دل مسخ اور بندہ بن جاتا ہے
اور قیامت میں یہ انسان
اس دل کی صورت اختیار
کرے گا۔

لے نقص پھرنے پر دیکھ
تھا کہ ہفت کے روز چلے گا
تکلازم نکال کر کے لیکر
انہوں نے جس عہد کو قرار دیا
اس کے نتیجہ میں ان کو مسخ کر کے
بندہ اور سوزنا پائی۔ سببت
ہفت کاروں بوقت فحشاء
غائب ہوئے۔ بندہ گشتہ
عہد کے بادور ہفت کے روز بھی
کا شکر کہنے لگے۔
کلمہ اندر میں اُمت محمدیہ
میں صوری مسخ نہ ہوگا بلکہ
مسخ ہوگا چون دل بوزینہ
جب انسان کا دل بندہ کا دل
بن جائے تو اس کا جسم بندہ
ہوئے دل سے ہی رہے۔
گر تیز جس دغلی میں موت
سے زیادہ دل متبر ہے۔
اصحاب کہف
کے نکلے دل بولا حضرت
کی بڑائی سے اس پر کوئی عیب
نہ آتا۔
کلمہ سچ ظاہر ہوتا ہے مسخ
یہ حکمت ہے کہ لوگ حضرت
عادل کریں۔ آرزو ہر اطمین
طوریہ کہیں مسخ نہ ہو جو
ہر شخص کی وجہ سے کہے
اور سوز پڑے ہوئے ہیں۔

در بیان آنکہ نقض عہد و توبہ موجب بلا ہو بلکہ موجب مسخ
ہے۔ بیان کہ توبہ اور عہد کو توڑنا معصیت کا سبب ہوتا ہے بلکہ مسخ
ست چنانکہ در حق اصحاب سبت اصحاب ماندہ عیسیٰ
سبب ہے۔ چنانچہ سبت والوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دسترخوان والوں کے

علیہ السلام کہ وجعل منہم القردة والخنازیر و اندریں
بابے میں ہے اور کر دیا اسی میں سے پسند اور سوز اور اس اُمت میں
اُمت مسخ دل باشد نعوذ باللہ من ذلک و روز قیامت
دل مسخ ہوگا ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور قیامت کے
تق راصورت دل دہند
دن ہی کر دل کی صورت دے دینگے

موجب لعنت شود در انتہا
انہی کما لعنت کا سبب ہوتا ہے
موجب مسخ آمد و بالماں مقت
مسخ اور ہلاکت اللہ قاتل کا سبب بنا
چونکہ عہد حق شکستہ از سر برد
چونکہ انہوں نے خدا سے اللہ کا عہد توڑا
لیک مسخ دل ہووے ذوق لطف
لیکن اسے سمجھا کہ دل کا مسخ ہوتا ہے
از دل بوزینہ شد خواراں گلش
اس کی سچ، بندے کے دل سے زیادہ ذلیل ہو گئی
خوار کے ہوئے بصورت گل جا
تورموت کے اعتبار سے وہ گرجا ذلیل کیوں ہوتا؟
سچ بوش منقصت اس حضورش
اس مرتبہ کے اس کوئی نقصان تھا؟
تا بہر بند خلق نہ ہر کت را
تا کہ کلمہ جوئے اندر نہ ہوئے کو خلق دیکھے
گشت از توبہ شکستن خو کر
توبہ توڑنے کی وجہ سے سزا اور گرجے بنے ہیں

نقض یشاق و شکست توبہا
عہد کا توڑنا اور توبہ کا توڑنا
نقض عہد و توبہ اصحاب سبت
سبت والوں کا توبہ اور عہد کو توڑنا
پس خدا اس قوم را بوزینہ کرد
تو خدا نے اس قوم کو سبب بنا دیا
اندریں اُمت نہ بد مسخ بدن
اس اُمت میں جسمانی مسخ نہ تھا
چوں دل بوزینہ گرد و آں دش
جب اس کا دل، بندہ کا دل ہو گیا
گر نہر بودے دش را ز اختیار
اگر اس کے دل میں کوئی اختیار ہی نہ ہوتا
آں سگ اصحاب خوش بد تیرش
اصحاب کہف کے نکلے کی سیرت اچھی تھی
مسخ ظاہر ہووے اہل سبت را
سبت والوں کا مسخ ظاہر تھا
از رہ ہر مرد ہزاران ذکر
باطنی طور پر دوسرے لاکھوں

شرح

جبکہ لوٹری گدھے کو چراگاہ کی جانب اسلئے لے گئی کہ شیر اُسے
 حملہ کر کے چٹ کر جانے تو اس وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ گدھا
 ہنوز دُور تھا۔ شیر نے اسکے پاس آنے تک صبر نہ کیا اور اس ہونٹاں شیر نے اپنے
 جھت کی۔ مگر اس میں جھت کی قوت اور طاقت نہ تھی اسلئے وہ گدھے تک پہنچ سکا
 گدھے نے دُور سے یہ واقعہ دیکھا اور وہیں سے لوٹ گیا اور دامن کوہ تک اتنا کھاگا
 کہ بھاگتے ہوئے نعل بھی لوٹ کر گر پڑی۔ یہ حالت دیکھ کر لوٹری نے شیر سے کہا کہ
 حضور! آپ نے معرکہ میں اس قدر صبر کیوں نہ کیا کہ وہ آپ کے قریب آجاتا۔ تاکہ معمولی سے
 حملہ میں آپ اس پر غالب ہو جاتے۔ یہ بات نہایت نامناسب تھی۔ آپ کو
 واضح ہو کہ عجلت شیطانی فریب ہے اور صبر اور عجلت سے پرہیز غایت حق سبحانہ ہے
 (کما قال صلی اللہ علیہ وسلم العجلة من الشیطان والتسانی من الرحمن) وہ
 ہنوز دُور تھا آپ نے اس پر حملہ کر دیا اسلئے حملہ کو دیکھا اور بھاگ گیا اسلئے آپ کی کمزوری
 ظاہر ہوئی اور آجڑ جاتی رہی۔ شیر نے جواب دیا کہ میں سمجھتا تھا کہ اس قدر میری قوت
 قائم ہے اور مجھے اپنے اتنے ضعیف کی خبر نہ تھی۔ میں واقع میں نہایت کمزور تھا۔ مگر میں
 نے اپنے دل میں کہا کہ اس قدر میری قوت ضرور قائم ہوگی اور مجھ میں ہاتھ پاؤں کی اتنی
 کمزوری نہ ہوگی۔ ایک وجہ تو میرے حملہ کی یہ تھی دوسری وجہ یہ تھی کہ میری بھوک اور
 احتیاج غذا حد سے بڑھ گئی تھی اور بھوک کے سبب میرا صبر اور میری عقل سب جاتے رہے
 تھے اگر تجھ سے اپنے عقل کے زور سے اس کو دوبارہ ... لانا ممکن ہو تو بہت مناسب ہے
 میں تیرا بہت ممنون ہوں گا پس تو کو کشمکش کر۔ ممکن ہے کہ تو کامیاب ہو اور اسے چلا
 سے لے آ۔ اگر خدا نے مجھے وہ گدھا دیدیا۔ تو میں تجھے سینکڑوں شکار دوں گا اس
 کہا اچھا! میں اُسے لاؤں گی بشرطیکہ خدامیری مدد کرے اور اسکے دل پر اندھے پن کی ٹہر
 کر دے اور جس خوف کو وہ دیکھ چکا ہے اس کو بھول جائے اور یہ امر اُس کے گدھے پن
 کچھ بعید نہیں ہے لہذا کامیابی کا ظن غالب ہے لیکن جب میں اُسے لے آؤں تو

دوڑ نہ پڑنا ورنہ غفلت کی بدولت وہ پھر ہاتھ سے جاتا رہے گا اس لئے کہا کہ بہت اچھا اب مجھے تجربہ ہو گیا ہے کہ میں بہت بیمار ہوں اور میرا جسم بہت ڈھیل ہو گیا ہے جب تک وہ گدہ چالو رہے طور پر میرے قریب نہ آجائے گا۔ میں حرکت نہ کروں گا بلکہ ٹھیک طور پر لیٹا رہوں گا۔ یہ سن کر لومڑی چل دی۔ اور کہا کہ حضور عافرائیں کراہی عقل کو غفلت چھپالے اُس نے خدا سے بہت توبہ کی ہے کہ اب میں کسی نالائق کے دھوکا میں نہ آؤں گا۔ لیکن وہ کیا چیز ہے اور اس کی توبہ کیا ہے گدھوں کی عقل تو بہت مکر کا کھلونا ہے ان کی فکر ہمارے بچوں کی چکنی ہیمنہم سے ہم اس میں جس طرح چاہیں تصرف کر سکتے ہیں کہ ہم اس کی توبہ کو اپنی چالاکی سے درہم برہم کر دیں گے۔ کیونکہ ہم تو عقل اور جان روشن کے دشمن ہیں۔ گدھوں کی کھوپڑی ہمارے بچوں کے گیند ہے اور ان کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے یعنی گدھوں کے دماغ اور اس کی عقل میں تو ہمارے بچے بخوبی تصرف کر سکتے ہیں پھر میں تو بالادینی کر سکتی ہوں عقل خرد و عقل دباہ سے مولانا۔ عقل جزوی و عقل کلی۔ یعنی عقل معاش اور عقل معاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ عقل جو زحل کی گردش کا نتیجہ ہو۔ عقل کل کے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتی کیونکہ اس میں تو عطار دادر زحل کے اثر دانائی آئی ہے اور ہم اہل اللہ کو حق سبحانہ کی خاص غایت سے دانائی حاصل ہوئی ہے پس کجا تاثیر زحل اور کجا تاثیر خالق زحل۔ ہمارے طغرائیم علیہ السلام ہے یعنی ہم کو تعلیم حق کا شرف حاصل ہے اور علم خداوندی دہی ہمارا مقصود ہے اور ہم اس آفتاب روشن کی تربیت یافتہ ہیں اسی لیے ہم خاص اُسی پروردگار کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب وہ ہے جو سب کے بالاتر ہے ایسی حالت میں ارباب عقل معاش ہمارے برابر کیونکر ہو سکتی ہیں۔

خیر تو لومڑی نے کہا کہ گوا اس کو تجربہ ہو چکا ہے مگر بائیں ہمارا فریب ایک تجربہ تو کیا اُس کے سو تجربوں کو پاش پاش کر دیگا۔ الغرض امید ہے کہ اس سُست طبع کی توبہ ٹوٹ جائیگی اور اس کی توبہ توڑنے کی خواست اسے لاحق ہوگی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ عہدوں کا توڑ دینا اور توبہ کی شکست آخر میں موجب لعنت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اصحابِ سبب کا عہد اور توبہ کو توڑ دینا انکی مسخ اور ہلاکت اور مبنوئیت کا سبب ہو گیا اور جبکہ انہوں نے معاہدہ کو توڑ دیا تو حق سبحانہ نے اسکو بندر بنا دیا تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ امت مسخ سے ماموں ہے اسلئے نقص عہود کا وبال ہم پر نہ ہوگا کیونکہ اس آیت میں مسخ ابدان ضرور نہیں ہے مگر مسخ قلوب تو ہے پس توپشکن کا دل بندر کے دل کی مانند ہو جاتا ہے اور اس بندر کے سے دل کے سبب اس کی مٹی خراب ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ اصل چیز دل ہے۔ نہ کہ جسم۔ پس اگر اس گدھے کے دل کے لیے اسکی اختیار سے کمال انانی وغیرہ حاصل ہوتا تو وہ اپنے صورت خزانہ کے سبب ذلیل نہ ہوتا۔ دیکھو سگ اصحاب کہف کی سیرت اچھی تھی تو کیا صورت سگ سے اسکی تربیت میں کچھ کمی آگئی برگز نہیں پس سے معلوم ہوتا کہ اصل چیز دل ہے اسکی درستی درستی ہے اور اس کا فساد فساد۔ پس تم عدم مسخ صورت سے مغرور نہ ہونا۔ کیونکہ نہ صلاح ظاہر کوئی وصف ہے نہ مسخ ظاہر کوئی عیب۔

یہی بات کہ جب مسخ ظاہر منقصت نہیں ہے تو مسخ ظاہر سے اہل سبب کو کیوں سزا دی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مسخ ظاہر اسلئے تھا کہ لوگ اسکی قہر حق کا مشاہدہ کر لیں اور عبرت پکڑیں۔ ورنہ مسخ ظاہر تو فی نفسہ کوئی سزا نہیں تھی۔ الحاصل تو یہ توڑنے کی بدلت لاکھوں آدمی سزا اور گدھے ہو گئے ہیں پس سے تم کو جہد شکنی سے نہایت احتراز چاہیئے۔

عہ یہ لقب ہے، ان لوگوں کا جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام زمانہ میں ہفتہ کی تعظیم فرض ہوئی تھی مگر انہوں نے اسکی بے حرمتی کی تھی ۱۲ منہ۔

دوم بار آمدن رو باہ براں خیر کر سختہ تا ما ز بفریبیدش

سگے ہوئے گدھے کے پس لڑی کا دو باہ آگیا مگر اس کی گھڑی بے دے

گفت خزانچوں تو بایے اُنڈر
گدھے نے کہا، تم مجھے دوست سے بناو
کہ مرا باشیر کردی بیخہ زن
کوڑنے جے شیر سے بھڑا را
کہ پیش اڑوھا بُردی مرا
کہ تر بے اڑوے کے سانے لے گئی
غیر خبثت جو ہر تو اے عنود
لے کر گئی ہوئے تیری طبیعت کی خجاست کے
ناریدہ اڑوے اُورا آفتے
بغیر جس کے کوئی تکلف ملو کہ ہے پیچے
ناریدہ ز حمتش از ما و کاست
ہماری جان ہے جس کو زمت اور نقصان پہنچے بغیر
از ہلاک آدمی در خرمنی ست
آدمی کی تباہی سے غرض میں ہے
خود طبع زلفت خود را کے ہلد
وہ اپنی بڑی مادت کب چھوڑتا ہے؟
ہست سُوی ظلم عدوان مانے
ظلم اور زیادتی کی جانب کھینچنے والا ہے
کہ در اندازد ترا اندر چہ
کہ تجھے کسی کوئی میں ڈال دے
تا در اندازت بحوفت سترنگی
تاکہ تجھے حوض میں اندھا گردا دے
اندرا فلکند آں لعین در شور و فر
اس ملعون نے شر و شہ میں ڈال دیا ہے
اندرا فلکند آں لعین برشتن پیر
وہ ملعون کوئی پرستے کیا اور اندر گردا دیا

پس بیامد ز دور و رُو بہ سُوی خر
بہر بہت جلد لڑی گدھے کی جانب آئی
ناجواں مراد چہ کردم با تو من
لے بڑول! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟
ناجواں مراد چہ کردم من ترا
اے نامرد! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟
موجب کین تو با جانم چہ بُود
میری جان سے تیرے کین کی کیا وجہ تھی؟
ہمچو کردم کو گز دیاے فتنے
بھوکے طرح جو جان کے پاؤں میں کاٹتا ہے
یا چو دیوے کو عذقی جان کا
یا شیطان کی طرح جو ہماری جان کا دشمن ہے
بلکہ طبعاً خصم جان آدمی ست
بلکہ فطرت سے آدمی کی جان کا دشمن ہے
از پئے ہر آدمی او ناسلد
وہ ہر آدمی کا بیچا کرنے سے باز نہیں آتا ہے
زانکہ خبث ذات اوبے موجبے
کیونکہ اس کی فاق خبثت بغیر کسی سبب کے
ہر زمان خواند ترا تا آخر گئے
روہی بہرقت غرض کی جگہ نکالتا ہے
کہ فلاں جا حوض آبست غیل
کہ فلاں جگہ پانی کی حوض اللہ پٹے ہیں
آدمی را با ہزاراں کز و قز
آدمی کو با ہزاروں شان و شوکت کے
آدمی را با ہمہ وحی و نذیر
بادجو ہر طرح کی وحی اور نذرانے کے آدمی کو

لہو پس بیامد جب لڑی
دو بارہ گدھے کے پاس آئی
قرآن نے اُس سے پناہ لی۔
آجواں گدھے نے لڑی کو
کہا کہ بڑول میں نے تیرا
کیا بگاڑا کرتا ہے مجھے بغیر
کے بالقابل جاکر کیا اُردا۔
یعنی بغیر
کے موجب گدھے نے لڑی
سے کیا تیری جان کی دشمن
محض بالحق خبثت کی وجہ
سے ہی کرتا ہوں۔ مگر بغیر کسی
وجہ کے محض بد طبیعت کی وجہ
سے ڈنک مارتا ہے۔ آجواں
شیطان بھی انسان کو بغیر کسی
وجہ کے چاک کرتا ہے۔ بلکہ
شیطان کو انسان سے طبیعت
خصوصیت ہے اسی لئے وہ
ہر آدمی کے روپ ہے۔
لہو تو کہ شیطان کی فانی
معاذت بغیر کسی وجہ کے اصل
کو انسان پر ظلم کرنے کو تیار
کرتی ہے۔ تیراں۔ انسان
کو خوش کنی بلکہ طرف ہمارے
کوئی میں دھت دیتا ہے۔
کہ فلاں لای و فکر شاگردا
ہے۔ آجواں۔ شاگردا آدمی کو
شور و غرض میں مبتلا کرتا ہے۔

بیگنا ہے بلکہ زبردست سابقہ
 بغیر کسی پہلے خطا اور تکلیف کے
 کے رسید اور از مردم زبشتی
 انسان سے اس کو بڑا کب پہنچتی ہے؟
 گفت زوہر آن طلسم سحر بود
 لڑھی نے کہا وہ یاد کا طلسم تھا
 ورنہ من از تو بن سکیں ترم
 ورنہ میں تو جس میں تجھ سے زیادہ کمزور ہوں
 گرنہ زان گو نہ طلسم ساخته
 اگر اس بجایا طلسم نہ بنتا
 نیک جان بینوا چوں پیل و آرج
 اسی اور گینڈے سے بھوکوں کا ایک مالہ ہے
 من ترا خود خواہم گفتن بدیں
 میں تجھے سنانے میں خود کہنا چاہتی تھی
 یک نے فت از یاد علم آموزیت
 تیسک تجھے علم سے گناہ بھول گئی
 دیدمت در جوع کلب و بینوا
 میں نے تجھے جوع کلب میں اور بے سرامانی کیا
 ورنہ باتو گفتے شرح طلسم
 ورنہ میں تجھ سے طلسم کی شرح کر دیتی
 شد فراموش آنکہ گویم مرثرا
 میں بھول گئی کہ تجھ سے یہ کہوں

کے رسید اور از آدم ناخفے
 کب اس پر آدم سے ظلم ہوا ہے؟
 کو و آدم آرد از غم پشیتے
 کہ وہ ہر وقت غم کے پھٹنے لگا رہا ہے
 کہ ترا در چشم چوں شیرے نمود
 جرتھے شیر جیسا دکھائی دیا
 کہ شب و روز اندر آنجا میجرم
 لیکن دن رات اس بگ بگتی ہوں
 ہر شکم خواہے بد آنجا تاخفے
 ہر چہوہاں وہاں دور جاتا
 بے طلسم کے بماند سبز مرج
 بغیر طلسم کے چراگاہ سبز کہاں رہ سکتی ہے؟
 کہ چنانا ہو لے اگر بینی مترس
 کہ اگر تو اس طرح ذریعے تو نہ ڈرنا
 کہ بدم مستغرق دل سوزیت
 کیونکہ میں تیرے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی
 می شتابیدم کہ آئی تا دوا
 میں دوڑ پڑی کرتی ورنہ آجائے
 کاں خیالے می نماید نیست جسم
 کہ وہ ایک خیال نظر آتا ہے جسم نہیں ہے
 حل آن مشکل نمیباید لڑیا
 اس خوفناک دل کو اڑانے والی مشکل کا حل

لے بیگنا ہے۔ انسان کی
 کوئی گناہ نہیں انسان نے
 خیال کیا کہ یہ گناہ ہے۔
 گفت۔ لڑھی نے گھر سے
 کہا تجھے درخشاں کیا وہ
 کوئی حقیقتاً شیر تھا بلکہ
 ایک طلسم تھا جس کو وہ مجھ
 خیال جو عیب اس کی نظر
 آنے لگی وہ میرا ایک تصویر
 جس کی تصویر وہ میرا دکھائی
 ہے۔
 لے ورنہ اگر حقیقتاً شیر ہو تا تو
 میں تو تجھ سے کمزور جسم کی
 ہوں ہاں مجھے کچھ کچھ
 کہہ طلسم بنانے کی وجہ سے
 کہ ہر چہوہاں نہ پہنچ سکے
 بلکہ جہاں ہیں اور گینڈے
 بوسے پہنچتے ہیں اور طلسم نہ
 ہوتا تو وہ چراگاہ کو کھا دیتے
 اور گینڈے میں چلا جاتے
 پہلے ہی وہ اس کی حقیقت
 بتا دیتا تھا لیکن میں بھول
 گئی کہ وہ چمکے میں تیرے
 غم میں تھی اس سے طلسم کی
 حقیقت بتا کر بھول گئی۔
 لے تو بے شک۔ جوع کلب
 وہ بیمار کی میں ہر وقت
 بھول کر رہتی ہے۔ وہ اپنی
 غذا کتاں میں بتا دیتی کہ وہ
 طلسم خیالی چیز ہے
 حقیقتی چیز نہیں ہے مشکل
 پس وہی شیر گفت۔ کہ
 نے لڑھی سے کہا میں تیری
 بری صورت دیکھ کر جس پست
 پر سے سامنے سے مل جائے
 خدا نے برکت بتایا ہے اور
 ورنہ جو کہ کوئی نے نہ
 برکت بتایا ہے۔



شرح

شیر کے کہنے سے لومڑی گدھے کے پاس آئی۔ گدھے نے اس کو دیکھتے ہی کہا کہ تجھ جیسے دوست سے بچنا چاہیے تو ہرگز دوستی کے قابل نہیں ہے۔ ارے نا جان مرگ۔ میں نے تیرے ساتھ کیا کہا تھا کہ تو نے میرا شیر سے مقابلہ کر دیا۔ تجھے جوانی سے پہلے موت آنے تو بول تو سہی میں نے کیا بگاڑا تھا کہ تو نے کسی اژدھے کے سامنے لپکا کھڑا کیا۔ آخر تیری عداوت اور غصہ کا سبب کیا تھا کچھ بھی نہیں بجز اس کے کہ تو خبیث الطینت ہے۔ اب مولانا نظائر سے اُس کے خبیث طینت کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ یونہی خبیث الطینت تھی جیسے بچھو جو کہ آدمی کے پاؤں میں ڈنگ مارتا ہے حالانکہ اس سے اس کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا ہوتا۔ یا جیسے شیطان جو کہ ہماری جان کا دشمن ہے حالانکہ مجھ سے اس کو کوئی تکلیف یا نقصان نہیں پہنچا وہ طبعاً آدمی کی جان کا دشمن ہے اور اس کی ہلاکت سے خوش ہے اور کسی شخص کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ چھوڑے تو جب جبکہ

اپنی خصلت کو چھوڑے اور اپنی خصلت طبعیت کو کیسے چھوڑ سکتا ہے پس سے آدمی کا پیچھا بھی نہیں چھوڑ سکتا چونکہ اس کا خبیث ذاتی بدوں کے سبب اس کو ظلم و تعدی کی طرف کھینچتا ہے اس لئے وہ ہر وقت تمہیں خیمہ کی طرف بلاتا ہے۔ تاکہ اس ساتھ سے تمہیں کوئیں میں لے جا ڈالے۔ اور کہتا ہے کہ فلاں جگہ پانی کا حوض اور چشمہ ہیں وہاں چلو اور مقصد یہ ہے کہ تمہیں حوض میں سر کے بل گر دے۔ چنانچہ اس شیطان مردود نے باوجود آدم علیہ السلام کی شان و شوکت کے انکو قتلہ و فساد میں ڈال دیا اور باوجود جی الہی اور دھمکی کے۔ اس ملعون نے انہیں لے جا کر کنوئیں میں دھکا دیدیا۔ حالانکہ انہوں نے پیشتر اس کا کوئی قصور کیا تھا اور ان سے اس کو کوئی نقصان پہنچا تھا۔ آخر کوئی تلافی کہ ان کی طرف سے اس کو کوئی ناحق تکلیف کب پہنچی تھی اور انہی کے کیا تخصیص ہے ہم تو کہتے ہیں کہ نوع انسان کی جانب سے کب اسے کوئی برائی پہنچی ہے کہ وہ دہم اس کے لیے غم کی ڈھیر لاتا ہے اور لاگو انکو پہناتا ہے یعنی غلین کرتا ہے کہیں بھی نہیں۔ پس ثابت ہو کہ مقتضائے طبیعتش ایست و ہذا ہوا لدی۔ خیر تو لومڑی نے

اس کے جواب میں کیا جو کہ تمہیں شیر دکھائی دیتا تھا۔ وہ درحقیقت شیر تھا طلسم شیر تھا۔ ورنہ اگر وہ فی الحقیقت شیر ہوتا تو میں کیسے بچتے۔ میں تو تم سے زیادہ ضعیف ہوں۔ حالانکہ میں رات دن وہیں جرتی ہوں۔

دیکھو! اگر ایسا طلسم نہ بنایا جاتا تو ہر حریص وہاں دوڑ جاتا کیونکہ ایک عالم محتاج ہے مثلاً ہاتھی گینڈا وغیرہ۔ ایسی حالت میں وہ سبزہ زار میں سرسبز کیسے رہ سکتا تھا جانور؟ ہی دن میں اسے اُجاڑ دیتے۔ میں تو اول ہی تم کو یہ سبق پڑھا دینا چاہتا تھا کہ دیکھو! اگر اس قسم کی کوئی ہیبت ناک چیز تمہیں نظر آئے تو ڈرنا مت لیکن یہ تعلیم میری یاد سے جاتی رہی کیونکہ میں تمہاری دل سوزی میں مستغرق تھی۔ بدیں وجہ کہ میں نے تم کو بھوک میں مبتلا اور بے سروسامان پایا۔ اسلئے میں جلدی کرتی تھی۔ کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو۔ اپنی مرض کی دوا کتبہ پہنچ جاؤ اس وجہ سے مجھے تم سے کہنا یاد نہ رہا۔ ورنہ میں تجھے اس طلسم کی حالت ضرور بیان کر دیتی۔ اور کہہ دیتی کہ ایک خیالی صورت دکھلائی دیتی ہے اور جسم نہیں ہے مگر کیا کروں۔ میں تم سے اس ہیبت ناک اور دل اڑا دینے والی شکل کا قصہ بیان کر دینا بالکل بھول گئی۔

جواب گفتن خررُواہ را

گمے ۲ روزی کر جواب دینا

گفت روز وین ز شیم کعدو
میں نے کہا اے دشمن میرے سامنے کسے اور جو
آں خدایے کہ ترا بندخت کرد
جس خدائے تجھے بدبخت بنا یا ہے
بالکدائیں رومی آئی بمن
تو کس منہ سے میرے سامنے آ رہی ہے
زفتہ در خون و جانم آشکار
تو کلمہ کلمہ میرے خون اور جان کے دہے ہوئی
تا نہ بینم زوئے تولے زشت رو
اے بد صورت! تاکہ میں تیرا منہ نہ دیکھوں
رویی زشت را و قبح و سخت کرد
تیری بھڑی صورت کہ بے شرم اور سخت بنایا
ایں جنیں مغرخی ندارد گردن
ایں بے جان گینڈا میں نہیں رکھتا ہوں
کہ ترا من رہم برم تا فرغزار
کہیں تیرے ہی جھٹل کے لئے رہ رہوں

اے تیری سخت روئی،
بے جان، گردن گینڈا،
تو زبیر تو میرے خون اور جان
کے درپے تھی

تو بدیم کو
نے دوسری سے کہا تو نے کیا کیا
کے سامنے لے جا کر دیکھا کہ
جس ساز کے خرم اگرچہ
میں جاؤں اور گھبراہٹ میں
ہلک ہو جائیے پسند کرنا ہو
ملنے مصائب سے بچنا ہوا
ہیں جا کر۔
لے بیل۔ اس شیر کے
خوف سے میں نے اپنے آپ
کو ہار پر سے اوندھا گرا
تے۔ اس خوف سے میرے
پاؤں کام نہ دیتے تھے۔
کردم۔ اس حالت میں نے
خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر میرے
پاؤں کو دل سے تو میں ہر کس
کے پہلو سے میں نہ آؤں گا۔
لے حق کا وہ۔ اس عہد
اور دعا کی برکت سے میرے
پاؤں کھل گئے اور میں
بھاگا دوڑنے پر وہ پست
اور بھر ظاہر ہے شیر کے بچہ
میں یہ کیا حال ہوتا۔ آخر
اب کر کرنے کے لئے خیر
لے مجھے وہ اہم ہے۔
عربی شیر کی جھاری جلی
القوی۔ برا ساتھی۔

تا بدیم رومی عزرائیل را
یہاں تک کہ میں نے ملک الموت کو دیکھا
گرچہ من شنگ خراخرا یا خرم
اگرچہ میں کوہوں کے لئے سب شرم نہ لگا دیا
آپنج من بدیم زہو لے بے اہل
جو میں نے بے پشہ دور دیکھا ہے
بیدل و جاں از نہیب گشایں شکو
اس خوف کے اند سے بے دل اور بے ہوش
بستہ شد یا کیم در اندم از نہیب
اس وقت دور سے میرے پاؤں بندہ گئے
عہد کردم با خدا کا سے دوا ملین
میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ اس وقت تک
تا انوشتم و سوسہ کس بعد ازین
اس کے بعد میں کسی کے پہلو سے میں نہ آؤں گا
حق کشادہ کرد اندم پای من
اللہ تعالیٰ نے اس وقت میرے پاؤں کو رکھ
ورنہ اندر من رسیدے شیر نر
دور وہ ز شیر بچہ آپڑا تھا
باز بفرستادت آن شیر عریں
اس بھار کے شیر نے بھر گئے یہاں ہے

حق ذات پاک اللہ الصمد
اللہ پاک بے نیاز کی قسم
مار بند جانے ستاند لے سلیم
لے بر قوت! برا ساپ جان لے پست ہے
از قرین بیقول و گفت گئے او
ساتھی سے جس کی گفتگو اور بات کے بغیر
چونکہ او افگند بر تو سایہ را
جب وہ چھوڑے سنا و نکالتا ہے

لے تو دور شیر بر ساتھی
شریر ساپ بھلا ساپ تو
معنی اور دانا ہے میکہ
ساتھی تو جسم میں پھلوتا
ہے۔ اگرچہ ساتھی کی خواہش
السان میں ہونے پر ہر اذکر
جاتی ہے چونکہ وہ جس پر
ساتھی کا سایہ پڑے تا پست
تیرا ساپ سراپ چاہتا ہے۔

باز آوردی فن و تسویل را
تو پھر ستاری اور جسد لاتی ہے
جانورم جاندارم این لے خرم
میں جاندار ہوں میں جاندار ہوں اس کو میں کہتا ہوں
طفل دیدے پیر گشتے در زمان
اگرچہ بچہ دیکھ لے تو تو بڑھا ہو جائے
سزنگوں خود را در افگندم ز کوہ
میں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے اوندھا لایا
چوں بدیم آں غدا کی عجیب
جب میں نے غدا کو دیکھا وہ غائب دیکھا
بر کشا زین بستگی تو پای من
اس تہد سے میرے پاؤں کو دل سے
عہد کردم نذر کردم لے معین
لے مددگار! میں نے عہد کر لیا میں نے تیرا
ناں دعا و داری و یہ پہلے من
میری دعا اور حاجی اور دے دے
چوں بیدے در زیر پنجہ شیر خرم
گدے کا شیر کے پنجہ میں کیا حال ہوتا؟
سوی من از مکر لے بش القریں
کرے میری جانب اسے بڑے ساتھی!

گہو بد مار بد از یار بد
کہ بڑے ساتھی سے برا ساپ بہتر ہوتا ہے
یار بد آرد سوی نار حیم
برا ساتھی دھڑکی جانب ۲۷ ہے
خوبہ و دل نہاں ز نختے او
دل خیر طور پر عادت نہیں کی مار کے چھان ہے
دزد و آں بے مایہ از تو مایہ را
وہ بے مایہ تیرا سراپ چاہتا ہے

عقل تو گرا اثر دہائے گشتِ مست
تیری عقل اگر مست اذما ہے

دیدہ عقلت بدو ویر دل جہند
اس سے تیری عقل کی آنکھیں باہر نکل پڑیں گی
در جہاں نبود برتر از بار بد
دہائیں بڑے دست سے ہڑ کر گئی ہوں ہے

یار بد اور از مزدواں کہ ہمت
بڑے درست کو اس کا زبرد سمجھ

طعن او اندر کف طاعون نہند
اس کا زہر مارنا تجھے طاعون کے اتوں زہر دیکھ
وہیں مرا عین اقیس گشتت خود
یہ میرے لئے خود آنکھوں دیکھ یعنی بات ہو گئی ہے

مقل خزاہ لسان کشتا ہی
مقلند ہو لیکن جسے درست
کی صحبت اور کہا نکاح کر دیتی
ہے۔

۵۵ دہائیں دیا میں نے
یاد سے تیری کر لی چیز نہیں ہے
اب تو میرے مقابلہ کی جو
میں اسے میں ہے
میں انہیں کامر جہاں
ہو گیا ہے

شرح

گدھے نے جواب دیا کہ ارے دشمن! جا میرے سامنے سے
چلی جا کہ مجھے تیری صورت نہ دکھائی دے جس خلد نے تجھے
بدبخت بنایا ہے اس شکل تیرے بھونڈے منہ کو بے حیا اور سخت بھی بنایا ہے کہ باوجود
اس قدر سخت عداوت کے پھر تو میرے سامنے موجود ہے اور ذرا نہیں چھپتی، -
ارے تجھے شرم نہیں آتی تو کیا منہ لے کر میرے سامنے آتی ہے پس تو یہ ہے کہ بڑی
ہی بے حیا ہے ایسی سخت رتی تو گینڈے میں بھی نہیں کیونکہ تو نے یہ کہہ کر کہ میں تجھے
سبزہ زار میں لے جاتی ہوں میرے مار ڈالنے کی صریح تدبیر کی تھی حتیٰ کہ میں نے
عزرائیل کی صورت بھی دیکھ لی تھی۔ اس کا مقتضی یہ تھا کہ تو مجھے صورت نہ دکھاتی
مگر اب تو پھر مکر و فریب لے کر آتی ہے۔ سو میں گونگ خراں یا خمر ہوں لیکن جانور
اور جاندار تو ہوں تھوڑا بہت حسّ شعور بھی رکھتا ہوں پھر میں اس بات کو کیوں ماننے
لگا ہوں۔ اسلئے کہ جو بے امان خوف میں دیکھ چکا ہوں وہ اس قدر سخت تھا کہ اگر
بچہ دیکھتا تو شدتِ خوف سے بوڑھا ہو جاتا۔ اور میں نے اس خوف کی عظمت کے
سبب بے دل اور بے جاں ہو کر اپنے کو پہاڑ سے سر کے بل گرا دیا تھا۔ اور جبکہ میں نے
اس بے حجاب عذاب کو دیکھا تھا تو اس وقت خوف سے میرے پاؤں سن ہو گئے
تھے اور میں نے خلد سے عہد کیا تھا کہ اے ذوالہنن تو اس بستگی سے میرے پاؤں

کھول دے تاکہ اب میں کسی کا قریب نہ کھاؤں۔ اب میں تجھ سے اس بات کا عہد
 اور مذاکرہ کرتا ہوں کہ میں اُس کی باتوں میں نہ آؤں گا۔ سو اس وقت خدا نے میری
 اس دعا اور تضرع اور بلانے بلانے کے سبب میرے پاؤں کشادہ کر لئے تھے
 ورنہ شیر مجھ تک پہنچ جاتا۔ پھر وہ اگر شیر مجھ پر قابو پالیتا تو اس وقت میری کیا حالت
 ہوتی۔ یہ واقعہ تو گذر گیا تھا۔ اب اس شیر بیشہ نے مکر سے تجھے میری طرف پھر بھیجا
 سو اب میں اس بات میں نہ آؤں گا کیونکہ تو یارِ بد ہے اور میں خدا نے بے نیاز کی ذات
 پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یارِ بد سے خبیث سانپ بہتر ہے۔

اب مولانا اس مقولہ کو موجد فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خبیث سانپ تو فقط
 جان ہی لیتا ہے یارِ بد تو جہنم میں لے جاتا ہے کیونکہ دل چکے چکے قرینِ بد کی خصلت
 بدوں اس کی تعلیم کے بھی اڑا لیتا ہے پس اگر ساتھ میں تعلیم بھی ہو تب تو بالادنیٰ
 اڑائے گا نیز جبکہ وہ تم پر سایہ ڈالتا ہے تو وہ تمہارے خصالِ حمیدہ کو دور کر دیتا ہے
 اور اس طرح اس میں برائیاں آجاتی ہیں کیونکہ تمہاری عقل اگر اثر دھاسے مست ہو تو تم
 سمجھو کہ یارِ بد اس کے لیے زمرِ بد ہے اس کے تمہاری عقل کی آنکھیں نکل پڑتی ہیں اور وہ
 اندھی ہو جاتی ہے اور نیکِ بد میں اس کو تمیز نہیں رہتی اس لئے وہ اچھائیوں کو چھوڑ کر
 برائیاں اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح اُس شیطان کا کُوجا تم کو طاعونِ روحانی کے
 پنجہ میں پھنسا دیتا ہے اور موتِ روحانی میں مبتلا کر کے جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔

خیں! یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سُنو! کہ گدھے نے کہا کہ دنیا میں یارِ بد
 سے بدتر اور خطرناک کوئی شے نہیں ہے اور مجھے تو مشاہدہ کی بنا پر اس کا حقِ یقین
 ہو گیا ہے۔ فائدہ: طعنِ ادا نہ رکھ طاعونِ سند میں ایک حدیث کی طرف اشارہ
 ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ طاعونِ جنات کے کوچے کا اثر ہے۔

جواب گفتن روباہ خردا

دورن کا حکم کر جواب دینا

گفت روباہ صاف مارا دوریت

دورن نے کہا ہاں میری کوئی گنہگار نہیں ہے

اِس ہمہ دہم تو اس کا سناہ دل

اے بھولے! یہ سب تیسرا دہم ہے

از خیال زشت خود منگر بمن

اپنے بُرے خیال سے مجھے نہ دیکھ

ظن نیکو بر برا خوان صفا

فصلوں پر نیک گمان کر

اِس خیال و دہم بدچوں شہید

جب بے خبر خیال اور دہم ظاہر ہوئے ہیں

مُشفق کو کر دور و اتحاں

جس ہر ان نے زیادتی اور اِستحسان کیا ہو

خاصہ من بدگ نبو دم زشت قسم

مخصوصا میں بُری قسم کی بدعت نہیں ہیں

وَر مبرے بکاش سگاش قدرا

اگر باغرض، مانتقد راہ خیال بُرا تھا

عالم دہم و خیال طبع و دہم

دہم اور خیال اور مزاج اور عقل کی دنیا

نقشبہائے اِس خیال نقش بند

اِس نقش بنانے والے خیال کے نقش

گفت ہذا رقی ابراہیم راد

فصلہ (حضرت ابراہیم نے کہا: یہ ہر اس ہے

ذکر کو کب راجعیں تاویل گفت

ستارے کے بارے میں ایسی تاویل کی

عالم و دہم و خیال چشم بند

بہر کی دنیا اور احمق کرنا نہ دینے سے

لیک تحفلات و دہمی خردیت

لیکن دہی تحفلات دہی، ہوں جو نہیں ہی

ورنہ بر تو نے غشی دام نمل

ورنہ میری جو سے نہ کوٹ دکتی ہوں نہ کینہ

بر مجتباں از چہ داری شمعے ظن

دوستوں پر تو کیوں بدظن کرتا ہے!

گرچہ آید ظاہر ازیشاں جفا

اگرچہ ظاہر ان سے ظلم سہہ زد ہو

صد ہزاراں یار را از ہم بُرید

لاکھوں دوستوں کو ایک دوسرے سے کاٹ

عقل باید کہ نباشد بدگمان

عقل کو چاہیے کہ بدگمان نہ ہو

آنکہ دیدی بدنہ بد بوداں طلسم

جو تو نے دیکھا وہ بُرا نہ تھا وہ طلسم تھا

عفو فرما بند از یاراں خطا

اور دوستوں کی غلطی صاف کر دیتے ہیں

ہست زہر و لیکے سَدِ عظیم

ساک کے لئے ایک لڑی کاوٹ ہے

چوں خلیلے را کہ کہ بد شد گزند

حضرت ابراہیم خلیل (اذا) جیسے کہ ہے جو ہر شخص

چونکہ اندر عالم دہم اوقات

چونکہ دہم کے عالم میں ہست ہر گئے

آنکے کو گوہر تاویل شفقت

اُس حالت میں جس نے تفسیر کی ہوئی ہے

اچنساں کہ از جہلے خوش کند

ایسے بہادروں کا ہونا جو سے پلا دینا

گفت دورن

لے کہا میری غلطی میں کوئی

گنہگار نہیں میں صاف

اور وہاں سے بُری ہوں لیکن

دہم ہی کی اصل جو نہیں

میں بات کو غلط سمجھتا

ہے وہ مجھ میں کوئی گنہ

نہیں ہے۔

سے از خیال دہم کی بنیاد

بدعتوں سے بدظن کا

نہیں ہے غصوں کے جھ

میں بہتر خیال دیکھنا چاہئے

آنے بعد کہ غلطی میں نہ

برہان ہے اچھا خیال ہوگا

سے بہت سے استدلالت

مالی ہیں۔

سے مشفق دوست آنا

کہنے کے زیادتی میں کرتا ہے تو

فصلہ میں ہیں کہ کہیں

برگانی نہ کہتا ہے

نے اس کا فتنہ پہلے صراحت

سے قرار دے کر انقضائے

کے منہ کے ہیں بعض شخصوں

مقہ دہم سے قلم باخلاق

دوسرے صراحت سے کیا جاتے

اور یہی حق کے جانیں کہ چر

معتد کہ اس غلطی کو صاف

کر دیا جائے

سے عالم دہم اور خیال

راہروں کے لئے نئے ہیں

ان دہی خیالات سے صراحت

ابراہیم کر میں تعریف پہنچی

اور انھوں نے دہم کی بنیاد

ستارے کو کہہ دیا کہ یہ برا

خدا ہے اور ہر اس غلطی کا

احساس کہ جس سے وضع

کیا۔ چنانچہ یہ میرا خواہ

مولانا نے حضرت ابراہیم کے

اِس قول کی بنیاد میں لاہور ہزار

وا دوسرے مفسرین کے نزدیک

اُن کی قول کو ہم کو ان کی غلطی

کا احساس لانے کے لئے تھا۔
دہم کی بنیاد پر عقیدہ کا اظہار
نہ تھا۔ تاہم ایک دوسرے سے
میں تارڑوں سے صحیفوں کی تعمیر
مبارک۔

طبع بہت اودھ۔ اہل سنت کے پیڑ
 فروغ کی دم کی نیار پہنچا بیٹے
 حوث شرف پہنچا میرے سنت بہتر،
 زور دےں طبع اچھا میرے سے
 ایک بہت اچھا اودھ اور دوز
 ہوا جو میرے دوسرا بہت سنت
 برعل کر کے بہتر بہتر خوش ہے
 مزہ لگتا ہے ایک بہت گور
 ہے میں بھی کالی کالی تار ایک
 حساب کیا زور بادل زور اٹا
 اودھ اکی اکو کہتے اکی اٹا
 اچھا نہ کہنے کی کوشش کر رہے تھے
 فائدہ نہ تھا ہر کہنے کہان کہ
 چاند میرا اہل سنت کے کہ چاند نکل
 آ رہے ہیں کی صمیم صوفی وہ
 نے کی اور وہ دوز اور اچھا بنا
 دیا تو چہا نہا نہا ہوا ایک
 دنیا کے اور واقعت سے قطع لکھ
 فروغ نہ ہو کہ میرے دم کی زیاد
 پر کہ اودھ میری گرا۔

۵۲ لہجہ ناز میں اور دیر
جس کی ہر آنکھ ہے اور ہر گوشہ
نہیں کہتا ہے اور اگر سمجھا گیا
قرآن کے کونٹے نہیں کہتا ہے
مجھ سے ہر ایک کا زمانہ اور تجربہ
انسان کہنے اپنے وہ کام کا
نفس ہے تو دوسرے کے دہم کا
کیا حلال کر سکتا ہے مجھ پر جبکہ
انسان خود غریب میں مبتلا ہو کر
دوسرے کی خوبی کا حال نہیں
کر سکتا۔

۵۳۔ ازمنہ جو انسان خودی میں بسکتا ہے وہ تو خدا پناہ یافتہ ہے اس کو تمام فاعل نہیں

تعالیٰ ہذا ربی آمد قال او

یہاں تک کہ میرا خوابہ کہ اُن کا قتل ہوا
غرق گشتہ غفلتِ مہی چون جبال
ہیسا اڑوں میں نقیبیں ڈوب گئیں
عقل ثابت تر زنگہ را دم ہم ہیں
دیجہ وہم نہ بہت جی ہونی عقل کو
کو بہا راہستہ میں طوفانِ مضحج
ہنس طوفان سے بہا اڑوں کی کھوٹا ہاں ہیں
زیرِ خیال رہن راہِ یقین
ہیں گے راست کو خدا کو کہ اس خیال کی وجہ سے

مردِ ایقان رست از دہم خیال
حاجبِ یقینی وہم اور خیال سے نہات پا آئے
واں کہ را نورِ عمر نبود سند
جس کا سبب امر کا نور نہ ہو
صد ہزار اں کشتی باہول شہم
لاکھوں کشتیاں خوف اور ڈر سے
کتریں فرعون چستِ فیلسوف
کم از کم فرعون چلاک اور فیلسف
کس نہ اندر زویٰ کیست
کوئی نہیں جانتا درختی عدوت کون ہے !

چوں ترا فہم کو دارِ دیر و سر
 جسک تیرا دم تجھے میسرا بنا دیتا ہے
 عاجز مں از منی خویشیتن
 میں اپنی غری سے عاجز ہوں
 از مں و ماہر کہ ایں در میزند
 جو غری اور انانیت کیستہیں اردوانہ کو کلکشاہ
 بے مں و مانی ہی مجھ کو بجاں
 میں (دل) پہاں سے بجز ابد کے انانیت والے کو نہ جھوڑتا
 ہر کہ بے مں شد ہم نہ نہا خودا
 جو بے خود ہو گیا، تمام خوداں و خود ہے

خریط و خراج باشد حال او

امین اور گدھے کو بیک حال پر؟
در بحارِ وہم و گردابِ خیال
دہم کے سمندرِ ادنیٰ خیال کے بندر میں
کچھ فرمودست گفتن اے امین
کیا کہہ دینے کو کہیں اے امین!
کو امانے مجز کہ در کشتیِ نوح
نوح کی کشتی کے سوا ان کہاں ہے؟

گشت ہفتاد و دو دولت اہل دیں
دیندار بہشت فرقی بن گئے

موسیٰ ابرو را نمی گوید ہلال
نہ ابرو کے بال کو چاند نہیں کہتا ہے
موسے ابروئے کجے را ہش زند
ابرو کا نیچا بال اس کو ہشکا دیتا ہے
تختہ تختہ گشتہ در در پائے دہم
دہم کے دریا میں تخت تختہ بر مٹی ہیں
ماہ اود در برج وہمی تو خسوف
ماہ کا چاند دہم کے برج میں گر ہی رہا ہے
واکد اندیشش بر خود گماں
اور جو جانتا ہے اس کو اپنے بائے میں گمان نہیں تھا

ازجہ کردی کرد و دہم آں دکر
 خود سے کے دہم کے کیوں چکر لانا ہے؟
 چہ نشینی پڑ منی تو پیش من
 تو خودی سے ہوا ہوا میرے سامے کیوں بیٹھا ہے؟
 عاشق خوش است بر لایمی تند
 وہ اپنا عاشق ہے، فنا کا چکر لانا ہے
 تا شوم من گوئی آن خوش صولجا
 تاکہ میں اس اچے بنے کی گیند بن جاؤں
 یار جگر شمر جو خود را نیست دوست
 وہ سب کا دوست بن گیا جبکہ اپنا دوست نہ تھا

آئینہ بے نقش شد یا بد بہا زانکہ شد حاکم جملہ نقش بہا
وہ بے نقش کا آئینہ بن گیا، قیت ہائے ۴ کیونکہ وہ تمام نقشوں کا منظر بن گیا

برکت تاجے جس ایسے شیخ
کی تلاش کرنی ضروری ہے جو
انہیت اور غوری کو نکال دیا ہو
پھر اس کی اعانت ضروری ہو

ہرگز جو شخص غوری نہ کرے اب اس میں اپنی غوری نہیں ہے اس میں مخلوق خدا کی غوری ہے اور وہ جسد
عقل اظہار کا دھت ہے۔ نیز جب انسان کے دل میں غور آجائے نقش نہیں ہے تو اس دل کی قدر و قیمت ہے
اس میں دوسروں کی تصویریں نمایاں ہو سکتی ہیں۔

شرح لوٹری نے کہا کہ ہماری صاف دوستی میں تو فریب کی پچھٹ کی آمیزش
نہیں ہے مگر وہم کی تخیلات --- معمولی نہیں ہیں انہوں نے

تم کو بدظن کر دیا ہے اور جو کہ تم کو میری نسبت خیال ہے یہ سب تمہارا وہم ہے ورنہ
میں نہ تم سے دھوکا کرتی ہوں نہ خیانت۔ تم کو اپنے برے خیال سے مجھے نہ دیکھنا
چاہیے۔ دوستوں سے کیوں بدگمانی کہتی ہو ہم کو یہ بات مناسب نہیں ہے۔
بلکہ تم کو چاہیے کہ اگر دوستوں سے بظاہر کوئی زیادتی بھی ہو جائے تو اس کو اچھے
دلی پر حل کرنا چاہیے کیونکہ بدگمانی نہایت بُری شے ہے۔

دیکھو! جب یہ خیال اور وہم جلوہ گر ہوا ہے تو سب بگاڑوں و دروتوں
کے تسکات کو اس کے منقطع کر دیا ہے بالخصوص مجھ پر تو بدگمانی ہوئی ہی نہ چاہیے

کیونکہ نہ میں بد ذات ہوں اور نہ بد جنس۔ میں سچ کہتی ہوں کہ جو کچھ تم نے دیکھا تھا
وہ فی الحقیقت کوئی بُری شے نہ تھی بلکہ محض طلسم تھا لیکن اگر مان لیا جائے
کہ میں نے تمہاری نسبت برا ہی خیال کیا تھا تو آخر خطا بھی ہو جاتی ہے اور خطا کو معاف
بھی کر دیا کرتے ہیں۔ یہاں سے مولانا مذمت وہم و خیال کی طرف انتقال فرماتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم وہم و خیال اور عالم نفس و طبع اور عالم خوف بے جا
ساک کے لیے ایک زبردست رکاوٹ ہے کیونکہ قوت خیالیہ مصورہ کی بنائی
ہوئی تصویریں۔ خلیل اللہ جیسے شخص کے لئے جو کہ پہاڑ کی طرح غیر متزلزل تھے
مضر ثبات ہوئیں ہیں چنانچہ جس وقت وہ عالم وہم میں پھنسے ہیں اور وہم کا ان پر
غلبہ ہوا ہے اور عقل عارضی طور پر مغلوب ہو گئی ہے تو انہوں نے حق سبحانہ کو طلب

کرتے ہوئے شمسِ قمر اور دیگر ستارہ کی نسبت ہذا اربابی کہدیا۔

جس کسی نے ہذا اربابی کی توجیہ کی ہے اس کی یہ بھی وجہ بیان کی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ پس تم غور کرو کہ اس نظر بندی کرنے والے عالمِ وہم و خیال نے اپنے غیر متزلزل پہاڑ کو اپنے مقرر اصلی سے تھوڑی دیر کے لیے ہٹا دیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے ایک ستارہ کی نسبت ہذا اربابی کہہ دیا پھر اس عالم میں احمق اور گدھے کی کیا حالت ہوگی۔

جناب من! وہم کے سمندر اور خیال کے بھنور میں پہاڑوں جیسی عظیم الشان ڈوب گئی ہیں دیکھ! ابراہیم علیہ السلام کی پہاڑ سے زیادہ نہ جنبش کرنے والے عقل کو وہم نے کیا کہنے کو کہا اور اس کی کیا کہہ دیا۔

الغرض! یہ طوفانِ وہم و خیال پہاڑوں کو ذلیل کو دیتا ہے ایسی حالت میں یقین کے سوا جو کہ بمنزلہ کشتیِ نوح کے ہے اور کہیں اماں نہیں اور اس کے نجات دلانے والا صرف یقین ہے صاحبِ یقین شخصِ وہم و خیال سے نجات پا جاتا ہے اور وہ مٹے ابرو کو ہلالِ نہیں کہتا اور نورِ عمر جس کا مستند نہیں ہوتا۔ یعنی جو کہ وہ نورِ بصیرت نہیں رکھتا۔ جو کہ حضرت عمرؓ کو حاصل تھا۔ مٹے ابرو کے اس کا راہِ مارتلہ ہے۔ اور خیال اس کو گمراہ کرتا ہے۔

القصہ وہم نہایت خطرناک چیز ہے۔ عقل کی ہزاروں ہولناک اور عظیم الشان کشتیاں جن کو دیکھنے سے ڈر لگے دریائے وہم میں پاش پاش ہو گئیں ان میں ادنیٰ درجہ کا آدمی فرعون تھا۔ جو کہ نہایت ہوشیار اور فلسفی تھا۔ مگر اس کی عقل کا چاند بھی بروجِ وہمی میں آکر گہن میں آگیا تھا۔

آگے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور چونکہ مری گدھے کو یوں نصیحت کر ہی تھی جیسے کوئی دلی کسی دنیا دار کو نصیحت کرتا ہے اور باوجودِ خود بھی دنیا دار ہونے کے سبب مبتلائے وہم تھی۔ مگر گدھے کو وہم سے روک رہی

تھی۔ اسلئے مولانا اس کے مناسب مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لومڑی گدھے کو مبتلائے وہم کہتی تھی حالانکہ خود بھی مبتلائے وہم تھی اصل بات یہ ہے کہ واقع میں کوئی نہیں جانتا کہ کس کی عورت فاحشہ ہے ہاں بنا پر وہم اس کا علم ہوتا ہے سو جس کو بنا پر وہم اس کا علم ہوتا ہے اس کو دوسرا ہی کے سبب وہم ہوتا ہے۔ اپنی نسبت اسے وہم بھی نہیں ہوتا۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ حقیقتاً تو بدوں کی بُرائی کا خدا ہی کو علم ہے لیکن لوگوں کو جو ان کا علم ہے وہ بنا پر وہم ہے مگر انکو بُرائی کا وہم دوسرے کی نسبت ہوتا ہے اور اپنی نسبت نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر لومڑی نے گدھے کو مبتلائے وہم کیا اور اپنے کو مبتلائے وہم نہ جانا۔

اب ہم ان لوگوں کو خطاب کرتے ہیں جو دوسرے کی نسبت وہم کا الزام لگاتے ہیں اور انکو نصیحت کرتے ہیں حالانکہ خود بھی مبتلائے خود ہی ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تیرا وہم خود تجھ کو پریشان کرتا ہے تو تو اپنے وہم کی فکر کیوں نہیں کرتا دوسرے کے وہم کے پیچھے کیوں پڑتا ہے وہ تو بے چارہ اپنی مصیبت میں خود گرفتار ہے تو اسکی پاس ہسٹ کر اس کی مصیبت میں اور اضافہ کرتا ہے کیونکہ ہر ہمنشیں دوسرے ہمنشیں سے کچھ نہ کچھ چراتا ہے پس جبکہ تو بھی مبتلائے وہم ہے تو اگر اسکی پاس بیٹھے گا۔ گو بغرض نصیحت ہی ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تجھ سے صفت وہم چرائے گا اور اسکی مصیبت میں اور اضافہ ہوگا پس جبکہ وہ اپنی خودی سے خود پریشان اور مجبور ہے تو کیا ضرور ہے کہ تم بھی خودی سے پُربوکر اُس کے پاس بیٹھو۔ اور اسکی مصیبت میں اضافہ کرو۔

یاد رکھو! کہ جو شخص مبتلائے خودی ہو کر طالب حق بنتا اور مستذبحیت و ارشاد پر جلوہ گر ہوتا ہے وہ درحقیقت خود اپنے اوپر عاشق اور لاشے کا طالب ہے ہم تو دل سے ترک خودی اور فنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ہم ترک خودی کے سبب اس خوش چوگاں یعنی حق سبحانہ کی گیند میں جائیں اور وہ جس طرف ہم کو لے جائے اس

طرف جلا ہیں کیونکہ فتنہ عجیب چیز ہے جو شخص فانی ہو جاتا ہے وہ سب کے مستر
 باتحاد توافق ہو جاتا ہے اور جبکہ وہ اپنا دوست نہیں رہتا اور اسلئے اپنے کو مٹا
 دیتا ہے تو وہ سب کا دوست ہو جاتا ہے

دیکھو! آئینہ جب حصول صفا کے سبب بے نقش یعنی بے رنگ ہو جاتا ہے
 تو لوگوں میں اس وقت وقعت اور قدر قیمت حاصل ہو جاتی ہے اسلئے کہ اس وقت
 اس میں سب کی صورتیں منقش ہوتی ہیں اور ہر ایک اس کو اپنے موافق جانتا ہے
 اسلئے اس کا کوئی مخالف نہیں ہوتا۔

(فائدہ ۷۷: اس پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہ بیان خلاف واقع ہو کیونکہ
 اگر ایسا ہوتا تو لازم تھا کہ انبیاء و اولیاء کا کوئی دشمن نہ ہوتا حالانکہ ان کے دشمن
 ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود مولانا نے دفتر دوم بہ ذیل سرخی ملامت
 کردن مرد ماں شخصے را کہ یہ تہمت کشت۔ یہی سوال قائم کر کے اس کا
 مفصل جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ درحقیقت انبیاء و اولیاء
 کے دشمن نہیں ہیں بلکہ خود اپنے دشمن ہیں۔

۷۷: اگر یوں سوال کیا جائے کہ اس کا لازم ہے کہ انبیاء و اولیاء کسی کے
 دشمن نہ ہوں حالانکہ وہ بھی لوگوں کے دشمن ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے
 کہ ان کی دشمنی ان کی ذاتی دشمنی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی دشمنی خدا کے لیے ہوتی ہے ایسے
 کہ وہ خدا کے دشمن ہوتے ہیں۔



حکایت شیخ محمد سررزی غزنوی قدس سرہ اللہ زود العزیز شیخ محمد سررزی غزنوی کی حکایت خصال کی سرزود کو پاک کرے

زاہدے در غزنی از دانش نری
غزنی میں ایک زاہد عقل سے پروردہ
بود افکارش سررزی ہر شبے
ہر شام کو ان کا افکار انور کی کونسل حق
بس عجائب دیدار شاہ وجود
سورج رات شاہ کے انور سے بیک عجائب کی
بر سر کر رفت آل زنجوش شیر
وہ اپنے آپ سے سینار ہو کر ہانک پرتی گئے
گفت نامد نوبت آل نکمر مت
فرمایا میں اعزاز کا سوغ نہیں آیا ہے
اوفر او فکند خود را از دود
انور نے مشق میں اپنے آپ کو بچے پر یک نما
چوں نمر از نس آنجاں میر مرد
جب اٹھا کر گئے سے دھڑلے وہ جان سے بڑھادی
کایت حیات او را جو مرگے می نمود
کیونکہ یہ زندگی ان کو موت کی طرح نظر آتی تھی
موت را از غیب می گرداؤد
موت کی غیب سے ہیک اٹھتے تھے
موت را چوں زندگی قابل شد
موت کو زندگی کی طرح قبول کر لے بن گئے تھے
سیف و خنجر چوں علی برب جان او
حضرت علی کی طرح تلوار و خنجر ان کا رعبان تھا

بد محمد نام و کنیت سررزی
نام مستبد اور کنیت سررزی حق
ہفت سال او دائم اندر مطلبے
سات سال وہ ہمیشہ (مصلوب) مقصد میں تھے
لیک مقصودش جمال شاہ بود
لیکن ان کا مقصد شاہ کا جمال تھا
گفت بنمایا فساد من بزیر
عوض کیا دکھا دے، در میں نیچے کر دوں گا
ور فر و افقی نمیری نکشت
اگر تم نیچے کر دو گے زردی میں تیر شادوں کا
در میان عمیق آبے اوفتاد
ایک ماہ کی گہرائی میں جسا بڑے
از فراقی مرگ بر خود نوحد کرد
اپنی موت کے سداق پر رونے لگے
کار پیش باز گو نہ گشت بود
سداق ان کے لئے آٹا ہو گیا تھا
ان فی موتی حیات میزے
جیک میری موت میں میری زندگی کو کالہ رکھتے تھے
باہلاک جان خود یک دل شد
اپنی جان کی ہلاکت پر مطمئن ہو گئے تھے
نرگس و نسریں عدو جان او
نرگس اور نسریں ان کے جان کے دشمن تھے

حکایت چکر کے لیے
شیخ کی خدمت الہام کیا تھا
میں میں خودی اور انانیت نہ ہو
ہم نے کسے نہ سمجھ کر سررزی
غزنی کا ذکر کیا ہے جو جس
صفت کے ساتھ موصوف تھے
سررزی سررزا انور کی ہیل
کی کہنیل جو کو یہ روزہ میں سے
افکار کرتے تھے ہلکے آنکھوں
سررزی پر ہی تھا غزنی غزنی
کا ہے وہ غزنی اور غزنی ہی
شہر ہے جس میں سلطان مسعود
غزنی پیدا ہوئے تھے۔ غلطی
یعنی رسول اللہ خدا و ہدیہ
اشراق ہے جمال یعنی ان کا مقصد
عجائب دیکھنا تھا بلکہ دیدار
خداوندی تھا۔
میں غزنی سررزی ان کا لہیر
دیا ہوا ہونے کے لئے کی گئی
دل میں تھا اور زور و رجا
پا چنے تھے۔ گفت دیدار جلال
کی در خواست پر ان کو کرم
کا لہیر نہیں وہ مقام حاصل
نہیں ہے جس میں دیدار ہو سکے
قد۔ اگرچہ ہمارے گراں گئی پلے
آپ کو پاک کر کے کی کوشش
کر کے تو نہیں ہونے دیا
جانے گا اور اگر ملے سے تھا
بدن شک نہ ہوگا اور تہیان۔
دو ہاڑے کو ملے تو پاں
میں باگرے بجس اور دھا۔
آزاد چکر کی کاندھ سے
دل میں تھا اور اٹھنا کرنے
سے ہی نہرے ترونے لگے
میں لہیر۔ ورنہ زندگی
عوض ہے ان کے لئے آٹا
بت ہو گئی ان کو اپنی موت
بیاری تھی۔ موت اور موت

کی قرار کرتے تھے اسلئے کہ ان کی عین تھا کہ موت کے بعد دیدار جمال ہو جائے گا بیک دل شدہ یعنی وہ مطمئن
تھے جتنی جہل پہلے سلاطین بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علی کے لئے اسباب موت دنیا کی لذتوں سے زیادہ
ہیسا رہے تھے۔

لے ہانت چوکنندہ لگو
 من سوجہ پہنچیا تھا جس میں
 ویدار جال پر توڑی کھانے
 ان کو دانت کی کوہ شہری
 جانیں نہیں گردانی کر اللہ
 بیگ نہیں گفت۔ ان
 جنگ لے سوال کیا شہری
 ہا کر کھانے کو چاہیے
 آپ کو کھانے نہیں بناو۔۔۔
 تباہ نہیں۔ ایک ہکاوی
 تھا جو طرح کے خیالوں سے
 لگا کر کرتا تھا جس طرح کوڑہ
 دتا تھا جس ہنسا تھا اور
 مختلف طریقوں سے ایک
 انکی تھا جانتا کلمات میں
 جس کے تھے ذکر میں بعض
 دگر نے اس کو گرا تا
 تباہ دوس تھا ہے اللہ کو
 کرے دگر قیل کا تھا۔
 لے گفت۔ ان پر گئے
 دوس کیا کہ جس حکم کو پڑھا
 کو تو یہ سنی دگر لے
 کہ وہ دیش چوکنی کے کھا
 اور میں منور گئے تھے
 یہ کتاب ۱۴۰۰ میں
 محمد زور کی تھے ذکر میں
 بعض دگر نے اس کو سنا
 روم کی تفسیر قرار دیا ہے۔

ہاٹک آمد روز صحرائے شہر
 آواز آئی، جنگل سے شہر کی جانب جتاؤ
 گفت اے دانائے لازم مومنو
 عرض کیا، اسے میرے تمام زندوں کے ہاتھ مالے
 گفت خدمت آنکھ بہر فل نفس
 زما عوت ہے کہ نفس کو زہل کرنے کیلئے
 مدتے از اغیاء زرمی ستاں
 ایک مدت تک، اللہ اوروں سے روپے لے
 خدمت اینست تا یکچند گاہ
 ایک وقت تک قیری ہی خدمت ہے
 بس سوال و بس جواب ماجرا
 بہت سے سوال، بہت سے جواب اور کثرت
 کہ زمین و آسمان پر نور شد
 کہ زمین اور آسمان نور سے بھر گئے
 لیک کو تہ کر دم آں گفتار را
 لیکن میں نے وہ گفت کو مختصر کر دی

ہاٹک طرف از درائے ستر و جہر
 عجیب آواز آئے اور نور کی آواز کے طالع
 چہ کثرت در شہر از خدمت بگو
 شہر کی کیا خدمت کدوں، فسانے
 خوشن سازی تو چون فلک بر دیش
 قرآن ہے آپ کو عباس دیش کی طرح بنا لے
 پس بدر ویشان مسکین می رسا
 پھر مسکین اور دیشوں کو پہنچا
 گفت سمعاً طاعت اے جاں پنا
 عرض کیا اسے جاں پناہ! میں نے سنا، قبول کیا
 بکر میان ز اہد و رب النور می
 راہ اللہ مخلوق کے رب کے درمیان ہوا
 در مقالات آں ہمہ مذکور شد
 مقالات میں سب مذکور ہیں
 تا ننوشد ہر خستے اسرار را
 تاکہ ہر کسبت اسرار کو نہ کھنٹے



شرح

غزنی میں ایک درویش تھے جو کہ علم با عقل میں بہت بڑھے
 ہوئے تھے ان کا نام محمد تھا اور لقب سراسری۔ کیونکہ وہ ہر
 شام کو سراز یعنی انگوڑ کے پتوں سے روزہ کھوتے تھے وہ سات سال سے حق سبحانہ
 کی طلب میں تھے اور انہوں نے حق سبحانہ کی طرف سے بہت کچھ عجائب و غرائب دیکھے
 تھے لیکن ان کی طرف انہوں التفات نہیں کیا کیونکہ ان کا مقصود جمال حق سبحانہ
 کا مشاہدہ تھا۔ ایک روز کا واقعہ یہ ہے کہ وہ جان سے بیزار درویش پہاڑ پر چڑھے

اور جوش و غلبہ شق میں عرض کیا کہ اپنا جمال دکھلا دیجئے ورنہ میں نیچے گر کر اپنی جان دے دوں گا۔ حکم ہوا کہ ابھی اس شرف کا وقت نہیں آیا۔ اگر کرو گے تو مرو گے نہیں اور ہم تمہیں نہ ماریں گے عشق کا غلبہ تھا لہذا بیتاب ہو کر پہاڑ کے نیچے گر پڑے مگر وہ زمین پر نہ گرے بلکہ ایک پانی کے اندر جا پڑے اور اس طرح مرنے سے بچ گئے پس سے جبکہ وہ جان سے آزرده درویش گر کر بھی نہ مرے تو ان کو موت کی جدائی کا حدمہ ہوا اور اپنی حالت پر خوب روتے کیونکہ ان کو یہ زندگی موت دکھائی دیتی تھی اور ان کے نزدیک معاملہ الٹا ہو گیا تھا۔ اسلئے وہ حتیٰ سبب از سے موت کی درخواست کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مر جانے ہی میں میری زندگی ہے انہوں نے موت کو یوں قبول کیا تھا جیسے اور لوگ زندگی کو قبول کرتے ہیں اور وہ موت پر عاشق ہو گئے تھے۔

حضرت علی کی طرح سیف و خنجر انکوریان معلوم ہوتے تھے اور زکس نسرین ان کے دشمن جانتے تھے یہ واقعہ بھی ہو چکا اسکے بعد انکو آواز آئی کہ جنگل سے شہر کی طرف جاؤ۔ یہ آواز عجیب تھی کہ نہ آہستہ تھی اور نہ زور سے۔ کیونکہ یہ صفات حروف و صوت کے ہیں۔ اور آواز حق سبحانہ الحرف و صوت منزہ ہے۔

اس پر انہوں نے عرض کیا کہ لے میرے تمام اسرار کے جاننے والے خدا! مجھے حکم دیکھئے کہ میں شہر میں جا کر کیا کام کروں حکم ہوا کہ ذلت نفس کے لیے تم اپنے کو عباس کی طرح گدا گر بنا لو۔ تمہارا یہ کام ہے اور کچھ نہیں۔ تم ایک وقت معین تک امرائے مال لے کر فقرا کو دو۔ کچھ دنوں تک تمہارا یہی کام ہے انہوں نے عرض کیا کہ میں نے سن لیا اور میں تعمیل کروں گا۔ حق سبحانہ اور ان مددیش کے درمیان اور بھی بہت سے سوال و جواب اور بہت کچھ گفت و شنید ہوئی۔ جن سے زمین و آسمان نور سے بھر گئے وہ سب کتاب مقالات یا مقامات شیخ سرزدی میں مذکور ہے مگر میں نے اس گفتگو کو مختصر کر دیا تاکہ ہر نااہل اسرار پر مطلع نہ ہو۔ (فائدہ: یہ گفتگو الہامی تھی)

۱۲۰ زنبیل گردانید۔ جے
 قرین میں معلوم ہوا تھا کہ وہ
 فرقی میں ریاضت اپنی
 بات ہے ان کا شیخ کسی کو اپنے
 طبقہ میں جب داخل کرنا ہے
 تو مختلف ریاضتیں کرانا
 ہے اور اس میں یہ ریاضت
 بھی داخل ہے کہ شرب نہ کرے
 جائے نہ روزگار کرے نہ بڑی جے
 لے وہ ہفتہ میں ہی اس وقت
 کے بعد موسم زمیں خون میں
 پہنچے لوگوں نے انکی استقبال
 کے لئے شکر کہا یا کسی وہ
 بجز طوع خلق مانت سے طبع
 میں داخل ہوئے اور اپنے لئے
 اس امر کو پسند نہ کیا
 تھے گفت خلیع طور پر
 غریبی میں پہنچنے کے بعد انکو
 نے دکان سے کہا میں غریبی
 میں خود دانی کے لئے نہیں
 آیا ہوں میں تو اپنے آپ کو
 ذلیل کرنے اور عیب اٹھانے
 کے لئے آیا ہوں نہ تیرے
 کار گزاری، کشمکش، تکرار
 جسکے کسی نام فقیروں کی طرح
 انکوں کا تاکہ انکو جان لیں
 ہوں اور لوگوں سے جدا ہوں
 سنوں۔
 ۱۲۱ آخر میں۔ خاصہ لای
 اور طبع کا حکم دے تو چہرہ
 قناعت نہ کرتا ہے اور غفلت
 میں غرق ہے۔ اور وقت بیک
 خاصگی سے وقت کا ادب
 جو تو طالب خدا وقت کو
 پسند نہیں کرتا کہ جیت
 میں ہی مقبض رہے کسی میں
 عین بھکاری بن کر وقت ہتھ
 فقیروں کی مصداق ہے اگر
 توفیق ہے تو کہ خدا کے لئے

آمدن شیخ بعد از چندین سال از سیابان شہر غزنین
 شیخ کو ستر سالوں کے بعد جب سے غزن میں آئے اور غریب اشارے سے
 وزنبیل گردانیدن باشارت غیبی و تفرقہ کردن آنچہ
 جملہ قضاۃ اور جو بکھرتے ہوا انیس کو فقہار میں
 جمع آمدہ بر فقرارے
 تقسیم کردیت

ہر کرا جاں ز عزم لبتیکاست
 جس شخص کی جان جیک کی عزت و ادب ہے
 دوشہر آورد آن سہراں پذیر
 جس حکم ماننے والے نے شہر کا رخ کیا
 از فرح خلقہ با استقبال رفت
 مخلوق خوشی سے استقبال کیلئے روانہ ہوئی
 جملہ اعیان و مہاں برخاستند
 سب بنے اور سر وار کھڑے ہو گئے
 گفت من از خود دانی نامدم
 انہوں نے کہا میں خود دانی کے لئے نہیں آیا ہوں
 نیستم در عزم قال و قیل من
 میں بات جیت کے ارادہ میں نہیں ہوں
 بندہ فرمانم کہ امرست از خدا
 میں حکم کا خدا کا حکم ہے نہ کہ خدا کا حکم ہے
 در گدائی لفظ نادرا و دم
 میں بھکاری بن میں نیبا لفظ نادرا و دم
 تا شوم غرق مذلت من تمام
 تاکہ میں بدی طرح مذلت میں ادب پاؤں
 اتر حق جانست من آن راستیغ
 خدا کا حکم جانے میں جس کے تابع ہوں
 چون طمع خواہد ز من سلطان دیں
 جبکہ روں کا ستارہ مجھ سے طمع پائے گا

نامہ برنامہ پیک پیکست
 (اس کیلئے خط پر خط و نامہ پر نامہ ہے)
 شہر غزنین گشت از روش منیر
 غریبی شہر ان کے چہرے سے ستر بر گیا
 او در آمد از رو دزیدہ تفت
 وہ جلوہ در راستہ سے اندر آ گئے
 قصر از بہر او آراستند
 ان کی وجہ سے مسکنات کو آراستہ کیا
 جز بخواری و گدائی نامدم
 لذت اور بھکاری بن کے برائے کے نہیں آیا ہوں
 در بدر گردم بکف زنبیل من
 میں ہاتھ میں جھول لے کر در بدر گردوں گا
 کہ گدا باشم گدا باشم گدا
 میں بھکاری بن میں بھکاری بنوں۔ بھکاری
 جز طریقی خس گدایاں نسیرم
 کیونکہ فقیروں کے سوا طریقہ نہ اختیار کروں گا
 تا سقطھا بشنوم از فاضل عام
 تاکہ خاص و عام سے بڑا بھلا سنوں
 او طمع فرمود و ذل من قشع
 اس نے لالچ کا حکم دیا اور مجھ نے قناعت کی تو بھلا
 خاک بر فرق قناعت بعد ازین
 اس کے بعد قناعت کے سلسلہ میں

اودنزلت خواست کے عزت تم

اُس نے ذلت پا ہی میں کب عزت کے در پہ ہنگامہ

بعد ازیں گدی نہ ذلت جان من

اس کے بعد بیک اور ذلت میری جاں ہے

شیخ بر میگشت و زنیلے بدست

شیخ گم رہے تھے اور جھول اذ میں

برتر از کرسی و عرش اسرار او

ان کے ہستی احوال کرسی و عرش سے برتر تھے

انبیا ہر یک ہیں فن میز مند

ہر ایک ہی اسی طرح نمبرہ کا ہے

اَوْضُوا لِلّٰہِ اٰخِرُضُوا لِلّٰہِ میز مند

اخذ کر عرض دو، اخذ کر عرض دو، کہتے ہیں

درد برائیں شیخ می آرد نیاز

یہ شیخ درد و رنج جسمی کرتے ہیں

اں گدائی کہ بجہ میکرو او

وہ بکارتی ہیں جوہ کوشش سے کہتے تھے

دربکرے نیز از بہر گلو

اگر وہ ملن کے لئے بھی کرتے

در حق او خورد نان و شہد شیر

ان کیلئے روٹی اور شہد اور دودھ کی خوراک

نور میں نوشد لگو ناں می خورد

خوراں رہے ہیں، ملن روٹی کھا رہے ہیں

چوئل شرارے کو خورد و زنیلے

بیکار وہ لگ جھٹک رہے ہیں، زنیلے کا بھی ہے

نان خورے را گفت حق لا شہد و

اخذ دے، نے روٹی کا بڑا لے کیلئے تو لا شہد و

ایں گلوئے ابست لبد ویں گلو

یہ ملن آزمائش تھا اور : ملن

اور میں قد پناہی کائیں۔ ایں گلو۔ عام اہل ناک ملن اس کے لئے ایسا کام ہے آسمان کا کام

اود گدائی خواست میری گتم

اُس نے بکارتی ہیں ۱۰۰ میں کب بکارتی گردن

بیست عباس اندر انبان من

میری جھول میں بیست عباس من

شمی لہ خواجہ توفیقیت بدست

لے خواجہ ہمارے جے کہ توفیق سے تو کمال ہے

شَیْنًا لِلّٰہِ شَیْنًا لِلّٰہِ کار او

بکھو خدا کے لئے، بکھو خدا کیلئے ان کا کام تھا

خلق مفلس گدیہ ایشان می کنند

خلق مفلس ہے، ان سے بیکار آگئے ہیں

باشگوں بر انصروا للہ می تند

آنا : اللہ کی مدد کرو۔ ہر ملن کہتے ہیں

بر فلک صد در برائے شیخ باز

شیخ کیلئے آسمان پر سینکڑوں دروازے کھلے ہوئے ہیں

بہر نیز داں بود نے بہر گلو

خدا کے لئے تھا، ذکر ملن کے لئے

اں گلو از نور حق دار دغلو

وہ ملن خدا کے لئے نور سے بڑھتا

بہ زجلہ وز سر روزہ صد فقیر

سینکڑوں فقیروں کے لئے اور روزہ سے بہتر تھی

لا میکار و بصورت می چرو

لا رہے ہیں، بظاہر بڑھ رہے ہیں

نور افزاید ز خوردش بہر جمع

اس کے کمانے کے لئے لوگوں کیلئے نور جمع ہے

نور خوردن را گفت حق لا شہد و

نور کمانے کے لئے، میں کرو نہیں مسدود

فارغ از اسرافے ایمن از غلو

اسراف سے بے نیاز ہے اور غلو سے محفوظ ہے

اور میں قد پناہی کائیں۔ ایں گلو۔ عام اہل ناک ملن اس کے لئے ایسا کام ہے آسمان کا کام

۱۰۰ ہر شیخ کا مقام وہی
دکڑے سے بڑھتا میں کہوں
لے بکارتی، اختیار کریں
انبار کا بھی طرح کار
ہی ہے کہ باوجود ہر قسم کے
غنی کے غفلت مخلوق سے بیکار
آگئے ہیں۔ اقرضوا۔ انبار کہتے
ہیں کہ خدا کو عرض دو اور خدا کی
مدد کرو حال مخلوق خود عرض
اور مدد کی محتاج ہے۔ و قد بد
شیخ در بدر رہا ہے ہر جگہ تھے
ماہ کا آسان کے سینکڑوں گلو
ان کے لئے کھلے ہوئے تھے۔
۱۰۰ ان گدائی شیخ کو بکارتی
ہیں اپنے لئے خدا کا حکم
کے مطابق تھا اور اگر وہ اپنے
لئے بھی کرتے تو وہ اس حکم
پر پہنچ چکے تھے ان کا کام
چنانچہ ان کے لئے نور پناہ تھا
اور ان کے لئے دنیا کی قدریں
دوسرے سالک کے لاپرواہ
سے بہتر تھیں۔ روزہ تین
دن کا مہر۔ رسال۔ آج ایسے
بزرگ کا ناکارے ہیں تو وہ
نور میں جاتا ہے۔
۱۰۰ جس بزرگ کے لئے
دنیا کی قدریں ہیں دوسروں کے
لئے باعث فائدہ بنتی ہیں جس
طرح ان کو مہر ہی کہو گائی ہے
تو دوسروں کو نور حاصل ہوتا
ہے۔ آج غریب۔ جس کی
فتاویٰ میں ملتی ہیں ان کے
لئے قرآن حکم ہے خلتوا
واشربوا ولا تشربوا کما
اور جو بیکار ہے نماز گزار
لیکن جس کی نماز غرضی ہے بگو
اغتفوا میں کفایت کرو گا
کو نہیں ہے وہ جو چاہی

۱۰۰ ہر شیخ کا مقام وہی
دکڑے سے بڑھتا میں کہوں
لے بکارتی، اختیار کریں
انبار کا بھی طرح کار
ہی ہے کہ باوجود ہر قسم کے
غنی کے غفلت مخلوق سے بیکار
آگئے ہیں۔ اقرضوا۔ انبار کہتے
ہیں کہ خدا کو عرض دو اور خدا کی
مدد کرو حال مخلوق خود عرض
اور مدد کی محتاج ہے۔ و قد بد
شیخ در بدر رہا ہے ہر جگہ تھے
ماہ کا آسان کے سینکڑوں گلو
ان کے لئے کھلے ہوئے تھے۔
۱۰۰ ان گدائی شیخ کو بکارتی
ہیں اپنے لئے خدا کا حکم
کے مطابق تھا اور اگر وہ اپنے
لئے بھی کرتے تو وہ اس حکم
پر پہنچ چکے تھے ان کا کام
چنانچہ ان کے لئے نور پناہ تھا
اور ان کے لئے دنیا کی قدریں
دوسرے سالک کے لاپرواہ
سے بہتر تھیں۔ روزہ تین
دن کا مہر۔ رسال۔ آج ایسے
بزرگ کا ناکارے ہیں تو وہ
نور میں جاتا ہے۔
۱۰۰ جس بزرگ کے لئے
دنیا کی قدریں ہیں دوسروں کے
لئے باعث فائدہ بنتی ہیں جس
طرح ان کو مہر ہی کہو گائی ہے
تو دوسروں کو نور حاصل ہوتا
ہے۔ آج غریب۔ جس کی
فتاویٰ میں ملتی ہیں ان کے
لئے قرآن حکم ہے خلتوا
واشربوا ولا تشربوا کما
اور جو بیکار ہے نماز گزار
لیکن جس کی نماز غرضی ہے بگو
اغتفوا میں کفایت کرو گا
کو نہیں ہے وہ جو چاہی

لے کر گریہ لگایا ہے
 کوکے تو افس میں آئے
 ہی کا نام ہے آنکلاں
 شیخ جو بیگ ام ہے
 افس میں نہاں گئیں ہنسناں
 تیں گہنہای خدائے طبع
 کے سائے زمین کے سارے
 خوالے پیش کر دیئے تھے
 یکن بیع لے عرض کر دیا تھا
 اگر اس زر کا عاب بند
 تو عاشق نہیں بلکہ ناسخ ہوں
 ہشت۔ اگر کوئی جنت کے
 شوق اور ذرخ کے ڈر سے
 عبادت کرتا ہے تو وہ مومن تو
 ہے عاشق نہیں ہے کو کر
 ذرخ اور جنت کا خلق ہی
 ہے۔

عہ عاشق جس عاشق نے
 خدا کے عشق کی روزی کمال
 اس کے لئے بدن بچا جانا
 ہے اور جنت اور ذرخ کا خلق
 بدن سے ہے ہندواہ و جنت
 کی تکان ہے اور اس سے
 ذرخ کا خوف عبادت کرنا ہے
 وہ بدن شیخ کا بدن بدن
 تھا لیکن افس میں جہاں عشق
 رہتے عاشق عشق مزدوری
 نہیں چاہتا ہے جنت اور
 ذرخ عبادت کی مزدوری
 ہے جس طرح جہنم میں
 چری کا تصور نہیں ہو سکتا
 اس طرح عاشق سے مزدوری
 کی تلاش کا تصور غلط ہے۔
 عہ عاشق عاشق خدا تر
 بڑی چیز ہے بدن کے عاشق
 کے لئے ہی دنیا کی عظمت
 بیک حق جہنم کے نزدیک
 صوفی اور سنی میں فرق نہ
 تھا نہ جس کر جانی کا غلو تھا۔

امر و فرماں بوندے حرص و طمع
 علم اور فہم اس کا نہ کاج اور طبع

گرتی گویہ کمیاب اس را پدہ
 اگر کسی تانے سے کہے کر دے
 اس گدائی کہ بجد میکرواؤ
 وہ بکاردی ہیں جو وہ کرکشی سے کر پڑے تھے
 گنہائے خاک تا ہنتم طبق
 زمین کے خوالے سازوں ہفت ایک
 شیخ گفتا خالق ما من عالم
 شیخ نے کہا ہے خالق! میں تو عاشق ہوں
 ہشت جنت گرد را آرم در نظر
 اگر میں آٹھوں جنتوں کو نلکے سے لاؤں

مومن سے باقم سلامت جو دمن
 بر سہ من کا عاب ہوں ایک دمن ہوں
 عالم شفیق کو عشق یزدان خور و خور
 وہ عاشق جہنم کے عشق کی مذہبی کمال
 دین بدن کہ دارا آں شیخ فطن
 وہ سمجھتا ہے شیخ جو بدن رکھتے ہیں
 عاشق عشق خدا و انگاہ مزد
 عشق خدا کا عاشق اور پھر مزدوری

عاشق آں یسلی کور و کمبود
 انہی، نیسلی، یسلی کا عاشق
 پیش او یکساں شدہ بدعا کوند
 افس کے لئے بدن اور سونا یکساں ہو گیا تھا

شیر و گرگ و دواز و واقف شدہ
 شیر اور گرگ اور دوزخ و آس سے واقف ہو گیا تھا
 کایں شدت از خوئی جیوں پاک پ
 کہ یہ جہاں کی عظمت سے بہت پاک ہو گیا ہے

آپچناں جان حرص را بنود تیغ
 افس جان حرص کے تاج نہیں برقی ہے

تو بمن خود را کین بنود فرہ
 لہنے آپ کہے (دراہ) زادن اور کین
 بود از آثار حکمتہائے ہو
 وہ اٹھ کی بکھتر کا نتیجہ تھا
 عرصہ کردہ بود پیش شیخ حق
 اطاعتاں نے شیخ کے سامنے ہنسی کر بیٹھے
 ورنہ جو کم غیبر تو من فاسقم
 اگر جس جسے میری ہنسی کہوں تو میں فاسق ہوں
 ورنہ کم خدمت من از خوف سقر
 اگر میں ذرخ کے ڈر سے عبادت کروں

زانکہ اس ہر دو بود حفظ بدن
 کیونکہ وہ دونوں چیزیں بدن کا حصہ ہی
 صد بدن پیش نیر و ذرخ و توت
 لکے آگے جھکوں بدن فحش بچے کثرت نہیں
 چیز دیگر گشت کم خواشن بدن
 وہ دوسری چیزیں کم ہیں کہ بدن نہ کہ
 جبرئیل مومن آنگاہ دزد
 انستدار جبرئیل اور پھر چور

عکب عالم پیش او یک ترے بود
 دنیا کی عظمت اس کے سامنے ایک ترے تھی
 زرچہ باشد کہ نہ بدجاں را خاطر
 سونا کی ہمتا ہے افس کو جانی کا غلو نہ تھا

پوچو خویشتاں گرد او گرد آمدہ
 انہوں کی طرح انکے چاروں طرف سے پہنچتے تھے
 پیرز عشق و محم و شمش زہرناک
 عشق اور زہر یکے کرکشت اور پھر لے کر پڑے

زہر دوا باشد شکر ریز خرد
مقل کا شکر کا بخار دہندہ کا زہر مٹا ہے

محکم عاشق را نسیار دُخورد و دُرد
 در زندہ را عاشق کا مرثیہ نہیں کھا سکتا

وَرِخوردنی المشل دام و دوش
بالبغرض اگر اس کو جانور اور درندہ قتلے

ہر چیزِ محبت سے شکرِ ماکولِ عشق
جو عشق کے سوا ہے وہ عشق کی فدا ہے

داندہ مر مرغ را ہرگز خورد
داندہ مرغ کو کبھی کھاتا ہے !

پندگی کن تا شوی عاشق فعل
عبادت کرو تا تر شاہ عاشق بن مائے

بندہ آزادی طمع دارد ز جَد
بندہ قسمت سے آزادی کا لاکھ رکھتا ہے

بندہ داکم خلعت اور اجوست
بندہ ہمیشہ خلعت اور انعام کا جہاں ہے

درنگجو عشق درگفت و شنید
عشق کہنے اور سننے میں نہیں ملتا

قطرہ ہائے بحرِ انتواں شمر د
سمندر کے قدروں کو شمار نہیں کا ما سکتا

ایس سخن پایاں ندارد ک فلاں
اے فلاں! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

زاتکہ نیک نیک باشد خندید
 کیونکہ اجتماع نیک و بد کہ منہ جوتا ہے

عشق معرفت پیش نیک و بد
ہر نیک و بد کے لئے عشق بہمان ہوا ہے

محکم عاشق زہر گرد و یکشدش
عاشق کا مرشد زہر بن ملے، انکو خاک کر دے

دو جہاں یکدہانہ پیشِ نولِ عشق
عشق کی جڑ غم کے لئے دووں تہاں اک دانہ میں

کابڈاں مرا سپ را ہرگز خرید
آخر کبھی گھوڑے کو کھاتا ہے !

بندگی کسب ست آید در عمل
عبادت کسب ہے عمل میں آجاتی ہے

عاشق آزادی نخواهد تا ابد
عاشق کس آزادی نہیں جاستا

خلعت عاشق ہمہ دیدار است
عاشق کی سب خلعت اس کا دمار ہے

عشق دریا نیست قعرش ناپید
عشق نہ درماے جس کی گہرا معلوم نہوے

ہفت ریاض آں کھست خرد
اے سندر کے سانے ساندوں پر ماحول ہے

بازار و در قصہ شیخ زماں

در معنی لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ

عشق آمد لا ابالی اتقوا

عشق ساید کوہ را ماندریگ

شدائیں شیخ گدائے کو بکرو

عشق جوشد بحر را مانند دیگ

۱۵ کتابت مجسوں میں حیوانی
صفات ختم ہو گئی تھیں اور
حکومت نے ان کو...

کا گوشت و پوست عشق سے
زہر ناک ہو گیا تھا۔ زہر عشق

فصل کے لئے شکر کا پھل
ہے اور درختوں کے لئے زہر
شکر ریز۔ وہ شکر جو دہی پر

پنک و رک جاتی تھی۔ محرم کا جشن
عاشق کا گزشت عشق سے نہ بڑا
ہو جاتا ہے اگر روزہ اُس کو

کھالے تو رہتا ہے ہرگز۔
ہر چیز عشق کی خوراک ہے۔

۱۰۰

عشق بشکافد فلک را صد شکاف

عشق آسمان میں شکرکاف فلک را صد شکاف

با محمد بود عشق پاک جفت

پاک عشق محمد کا ساتھ تھا

منتہی در عشق چوں او بود فرد

عشق میں چونکہ وہ منتہی اور یکساں تھے

گر نبودے بہر عشق پاک

اگر آپ پاک عشق کے لئے نہ ہوتے

من بدایا افراتم جریح سنی

میں نے اوپنے آسمان کو اس لئے بند کیا

منفعتہای دگر آید ز جریح

آسمان کے دوسرے فائدہ دیں

خاک است رامن خاک کردم یکسری

میں نے مٹی کو باکس مٹی بنا دیا

خاک را دادیم سبزی نوئی

مٹی کو ہم نے تاکڑی اور سبزی بخش دی

باتو گویند ایں جبال را سیات

پہاڑے کہتے ہیں کہ یہاں کو بھاتے ہیں

گرچہ آن غنیش میں نقش لہیر

اے شاہ: اگرچہ وہ مٹی میں اور یہ صورت ہے

غصہ را با خا ترشیبہ کنند

غصہ کو سٹنے سے ترشیبہ دیتے ہیں

آں دل قاسی کہ سنگیں خواندند

وہ سخت دل میں کہ پتھر کا کہتے ہیں

در تصور در نیاید عین اس

اگر وہ عین تصور میں نہ آئے

عشق لرزاند زین را از گزراف

عشق زمین کو آسانی سے لرزادیتا ہے

بہر عشق او را خدا لولاک گفت

عشق کی وجہ سے خدا نے آپ کے لئے لولاک بنایا

پس مرا و را ز انبیاء تخصیص کرد

قرآن میں ہے کہ ان کو مخصوص کر دیا

کے وجودے دادے اطلاق

زمین آسمان کو جو دیکھ مٹا کر

تا علو عشق را فہمی کنی

تاکہ آپ عشق کی بلندیوں کو سمجھ سکیں

آں جو بیضہ تاج آید ایں چو فرخ

وہ ان کے لئے تاج ہے اور یہ مری کی طرح

تا ز دل عاشقان بوی بوی

تاکہ آپ عاشقوں کی زلفت کا بہہ سکیں

تا ز تبدیل فقیر آگ شوی

تاکہ آپ فقر کی تبدیلی سے آگاہ ہو سکیں

وصف حال عاشقان اندوختا

عاشقوں کی حالت بھاتا ہے

تا بفہم تو گند نزدیک تر

تاکہ (پیشانی) تیری مجھ کے زیادہ قریب کر دے

آں نباشد یک تنبیہ کنند

وہ وہ نہیں ہوتا ایک تنبیہ کرتے ہیں

نامناسب بد مشالے زاندند

نامناسب نہیں ہے، ایک بد مثال دیتے ہیں

عیب بر تصویر نہ نقش مدان

اُن کی مثال پر عیب نہ لکھو، انکار نہ کرو

لہ عشق نہیں۔ جس قدر

ہر گز عشق اور عشق میں سے

گرا کر کرنا ہو ہے عشق بادل

جو پہلے کرتا ہے اس سے

ڈرتے رہو عشق عشق کے

کارنامے ہیں کہ وہ سندر

کو دیکھ کر طبع بال دیتا

ہے بہار کو ریت کی طرح

پس دیکھو عشق آسمان

میں ملکات کو دیکھتے ہیں

کرتا دیتا ہے۔

سے آمو عشق کی غفلت

یہ ہے کہ وہ اکثر کرنا

توڑنے لگے ہر سے ہیں

فرما کر اگر تو ہوتا تو ہیں

آسمانوں کو نہ پیدا کرتا ہے

اور انبیاء میں ہی عشق تھا

لیکن انھوں نے ہر آتم

خاص میں جو اس آسمان کی

بلندی عشق کی بلندی

سمجھنے کے لئے ہے۔۔۔

منفعتی ہی آسمان کی دیکھو

میں اصل منفعت یہی ہے

منفعتوں کی مثال انھوں

کی اور اس منفعت کی مثال

چوڑے کی ہے چوڑاں

ہے۔

تکے قاصد زمین اور مٹی

پیدا کرنے کی منفعت یہ

ہے کہ عاشقوں کی ذلت کو

اس سے سمجھو بے وقار

خاکسار ہے پھر نہ ہی

سبز و زرد آگ کا جس سے

سے عاشقوں کی تہی کو

سمجھو۔ آگ جو جلا کر جلا کر

دھنوں کو جلا دیتا ہے



شرح

خیو تو جب اُن کو گداگری کا حکم ہوا تو وہ مطیع فرمان دُوریش
متوجہ شہر ہوئے اور شہر غزنی ان کے روئے منور ہوئے

لوگ تو خوش خوش ان کے استقبال کو گئے مگر وہ خفیہ راستہ شہر میں آپہنچے اس کے بعد
تمام امراء ان کی خدمت پر کمر بستہ ہوئے اور محلات ان کے لیے سجائے مگر انہوں نے
کہا کہ میں خود نمائی کی غرض سے نہیں آیا بلکہ میں تو صرف گداگری کے لیے آیا ہوں
اور میرا عزم لوگوں کو تعلیم تلقین کا نہیں ہے بلکہ میں ہاتھ میں جھولے لیے ہوئے
در بدر پھروں گا۔ کیونکہ مجھے حق سبحانہ کا یہ حکم ہے کہ میں فقیر بنوں میں اس کا مطیع
ہوں پس میں فقیر ہی بنوں گا اور فقیری مجھے مہذب طریق سے نہ کروں گا اور سوال

میں شاندار الفاظ استعمال نہ کروں گا۔ بلکہ معمولی فقیر بنوں کا اور ذلیل فقیروں کی روش
کے سوا اور کوئی روش اختیار کروں گا۔ تاکہ میں سر سے پاؤں تک ذلت میں ڈوب جاؤں
اور تاکہ میں ہر خاص عام سے سخت سُست سُستوں کا خدا کا حکم جان کے برابر رہے اور
میں اس کا متبع ہوں پس چونکہ اس طرح کا حکم دیا ہے لہذا میں طامع اور گداگر
بنوں گا کیونکہ ایسی حالت میں جو قناعت و ترک گداگری نہ کرے وہ از کتاب معصیت
کے سبب ذلیل ہے جبکہ خدا خود مجھ سے طمع اور گداگری چاہتا ہے تو قناعت کے سر پر
خاک جب وہ ذلت چاہتا ہے تو میں کب عزت کے درپے ہوں گا اور جب گداگری
چاہتا ہے تو میں کب رئیس بنوں گا۔ میں تو ایسے دھڑلے کی گداگری کروں گا کہ اس
گداگری اور ذلت جان کے بعد بیس عیس میرے قبیلے میں ہوں گے۔

الغرض! انہوں نے گداگری اختیار کی اور جھولے ہاتھ میں لئے پھرتے
تھے اور کہتے تھے ”جناب کچھ تو منیق ہے اچھا خدا کے لیے کچھ دیجئے حالت تو انی یحییٰ
کہ ان کے اسرار عرش و کرسی سے بالاتر تھے اور کام ان کا یہ کہ خدا کے لیے کچھ دو۔
خدا واسطے کچھ دو۔ کیوں اسلئے کہ وہ انبیاء کے قدم پر تھے اور انبیاء بھی یہی کام کرتے
ہیں اور مخلوق خود مغایس کر مگر وہ اس کے مانگتے ہیں اور بھی اقضوا للہ اقضوا للہ

کے نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی انصار و ائدہ کہتے ہیں جو کہ اُلٹی ... بات ہے
کیونکہ خدا تو خود سب کی مدد کرتا ہے اسکو مدد کی کیا حاجت ہے اور جو خود محتاج مدد
ہیں اس کی کیا مدد کر سکتے ہیں مگر یہ حق سبحانہ کی عنایت ہے کہ اُن کی خود اپنی مدد کو
حق سبحانہ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور خود ان کے اپنے لیے خرچ کرنے کو خدا کا قرض
دینا ٹھہرایا ہے۔

خیس یہ درویش کہ در بدر گداگری کرتے ہیں حالانکہ آسمان پر سود و ازاہ ان کے
لیے کھلے ہوئے ہیں پھر وہ ایسا کیوں کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انکو خدا کا حکم ہے اور
خدا کے لیے وہ گداگری کرتے ہیں نہ کہ خود اپنے کھانے کے لیے۔ لیکن اگر بالفرض وہ اپنے
ہی کھانے کے لیے کرتے تب بھی کوئی بری بات نہیں کیونکہ ان کا حلق نور حق سے لبریز ہے
اسلئے ان کے لئے کھانا برا نہیں ہے بلکہ ان کے حق میں روٹی، شہد، دودھ وغیرہ سب کچھ
فقیر کے چلہ اور صیام آیام بیض سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ روٹی نہیں کھاتے بلکہ نور کھاتے
ہیں اور گو بظاہر چرتے ہیں مگر فی الحقیقت لالہ کاری بہ کرتے اور روح میں صفات
حمیدہ بڑھاتے ہیں ان کے کھانے کی ایسی مثال ہے جیسے شعلہ جوارغ تیل پتیا ہے مگر اس
کھانے سے لوگوں کے لیے نور بڑھتا ہے جب یہ حالت ہے تو ان کے لیے زیادہ کھانے
کی ممانعت نہیں ہے اسلئے کہ حق سبحانہ نے روٹی کھانے کے لئے لائبر فواکھل ہے نور کھانے
کو نہیں کہا کہ بس کرو۔ روٹی کھانے والا حلق زیر امتحان ہے اسکو ضرورت ہے اسراف سے
ممانعت کی۔ اور نور کھانے والا حلق اس مرتبہ کو طے کر گیا ہے اور اسلئے وہ اسراف اور غلو
سے بے تعلق ہو گیا ہے۔ اب نہ وہاں اسراف ہے اور نہ حد سے تجاوز۔ لہذا انصاف کی
ممانعت بھی نہیں ہے (فائدہ: ابن گوی ابتلا بد الخ سے کسی کو شہ نہ ہونا چاہیے
کہ اہل اللہ حد تکلیف سے خارج ہو جاتے ہیں اور مکلف نہیں رہتے بلکہ تحقیق اسکی یہ ہے
کہ اوامر الہیہ مقید بقیود۔ اور مبنی بر مصالح خاصہ ہوتے ہیں اسلئے وہ اپنے مواقع کے
ساتھ مخصوص ہوتے ہیں نہ کہ عام مثلاً حکم ہے کہ زکوٰۃ دو مگر یہ مقید ہے اس قید کے

ساتھ کہ مال نامی جو حوائج ضروریہ سے فارغ ہو، حوالان حول ہو چکا ہو۔ پس جہاں یہ قید پائی جائے گی وہیں یہ حکم بھی ہوگا اور جہاں یہ قید نہ پائی جائے گی وہاں یہ حکم نہ ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس امر لا تسرفوا مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ غذا موجب تقویت نفس ہو۔ پس جہاں غذا موجب تقویت دفع ہوگی وہاں کثرت اکل کی ممانعت نہ ہوگی اسلئے جو لوگ اس حکم کے مخاطب ہوں گے وہ اس حکم کے لحاظ سے زیر امتحان ہوں گے اور جو لوگ مخاطب ہوں گے وہ فارغ از امتحان ہوں گے پس شرعاً کو میں اہل اللہ سے امتحان خالص کی نفی کی گئی ہے نہ کہ امتحان عام کی لیکن یہ امر بھی واضح ہے کہ اہل اللہ کا نفس کو نہایت مضحکہ بوجہا ہے مگر بالکل مردہ نہیں ہو جاتا۔۔۔ دلیل اسکی خود مولانا کا ارشاد یک قدم زد آدم اندر ذوق نفس الہی۔ اور حق سبحانہ کا ارشاد حکایت عن یوسف علیہ السلام مَا أَسْبَغْتُ نَفْسِي أَنْ النَّفْسَ لَا مَبْرَأَةَ بِالسُّوءِ ہے اسلئے یہ حکم مبنی بر اعلیٰ علیہ ہوگا نہ کہ کلی۔ پس ثابت ہوا کہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ بحالت صحت عقل مرفوع القلم اور مطلق الضمان نہیں ہو سکتا۔۔۔ اس مقام پر یہ بھی بتلادینا ضروری ہے کہ گواہ حکام شرعیہ مقید بقیود و شروط البشر الط خاصہ ہوتے ہیں۔ مگر ہر کسی کو اس کی۔۔۔ گنجائش نہیں ہے کہ اپنے عقل سے مقید کرے۔ بلکہ یہ کام یا خود شارع کر سکتا ہے یا وہ لوگ جو مرئسینا مثلاً مجتہدین وحی ہیں۔ واللہ اعلم

غرض کہ وہ گداگری بحکم و فرمان الہی تھی نہ کہ حرص طمع سے کیونکہ یہ مقدس لوگ تابع حرص نہیں ہوتے۔ بنین یہ گداگری خود ان لوگوں کی منفعت کے لیے تھی اسلئے بھی حرص نہ تھی۔ مثلاً کیمیا تانبے سے کہے کہ تو اپنے کو مجھے دیدے تو یہ حرص نہ ہوگی۔ بلکہ خود کیمیا کا احسان ہوگا۔ پس ان وجہ سے یہ گداگری ممنوع اور قبیح نہ تھی اور جو گداگری وہ کرتے تھے وہ حکمت الہیہ کے آثار نامتناہیہ کا ایک اثر تھی نہ کہ عام گداگری وہ عام گداگری کیسے کر سکتے تھے کہ حق سبحانہ نے ساتوں زمینوں کے خزانے ان کے سامنے پیش کئے تھے۔ مگر شیخ نے کہا کہ اے اللہ میں تو عاشق ہوں میں خزانے کیا کروں گا۔ اگر میں تیرے سوا اور کا طالب ہوں تو عاشق

کا ہے کہ ہوں گا۔ میں تو نفس پرست عاشق ہوں گا اور اگر میں طاعت میں آٹھوں
جنتوں کو پیش نظر رکھوں یا خوف دوزخ سے عبادت کروں تو اس وقت میں عالمی
مومن اور سلامتی کا طالب ہوں گا۔ کیونکہ ان دونوں کا تعلق جسم ہے نہ کہ روح سے
پس اس وقت میں اپنے جسم کو مضرت سے بچانے والا اور اس کو نفع پہنچانے والا
ہو گا جو کہ عامہ مومنین کے شان ہے نہ کہ عاشق کی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ جو عاشق غذائے عشق خداوندی کھاتا ہے اس کے
سامنے ایک جسم کیا۔ سو جسم قوت کے پتے کے برابر بھی نہیں ہوتے پھر وہ بدن کی
کیا فکر کرتا۔ شاید کوئی کہے کہ بزرگ کھاتے تھے پیتے تھے اس کو گرمی سردی سے
بچاتے تھے وغیرہ وغیرہ اور عاشق الہی بھی تھے ————— پھر کیسے کہا جاتا
ہے کہ عاشق الہی کو بدنوں کی ذرا بھی پروا نہیں ہوتی اس لئے اس کا جواب دیا جاتا ہے

اور کہا جاتا ہے کہ جو بدن شیخ کو حاصل ہے وہ بدن نہیں رہا بلکہ کچھ اور بھی ہو گیا ہے تم
اسے بدن نہ کہو کیونکہ وہ روح ہو گیا ہے (فائدہ: تفصیل اس کی یہ ہے کہ جسم میں ذاتی
دو قسم کی صفات ہیں ذمیمہ وغیرہ ذمیمہ۔ مثلاً حرص کینہ وغیرہ صفات ذمیمہ ہیں۔ لون، تاثیر
و تشکل وغیرہ غیر ذمیمہ ہیں۔ علی ہذا روح میں بھی دو قسم کے اوصاف ہیں حمیدہ وغیرہ حمیدہ
صبر قناعت وغیرہ صفات حمیدہ ہیں۔ جو ہریت لطافت، بدنیت وغیرہ غیر حمیدہ
پس ارباب تصوف جب روح اور جسم کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے صفات حمیدہ
و ذمیمہ کے لحاظ سے کرتے ہیں۔

مثلاً جب کہتے ہیں کہ روح جسم ہو گئے تو اس اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس نے
جسم کی صفات ذمیمہ اختیار کر لیں اور جب کہتے ہیں کہ جسم روح ہو گیا تو اس مقصود
یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنی صفات ذمیمہ کو چھوڑ دیا اور صفات حمیدہ سے متصف ہو گیا
پس جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب جسم صفات ذمیمہ سے خالی ہو گیا تو اب
اس کی خدمت جسم بمعنی مراد ارباب تصوف جسم کی خدمت نہیں ہے۔ بلکہ اب وہ

روح کی خدمت ہے۔ فافصح المسرام ولشد الحمد) ہاں تو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ عاشق خدا حظوظ جسمانیہ کی پڑاؤ نہیں کرتے اسلئے وہ جنت و دوزخ کے لئے طاعت نہیں کرتے اب اسکی وجہ سنو۔ وجہ یہ ہے کہ یہ طاعت باجرت ہے اور عاشق خدا ہوا اور مزدوری چاہے۔ ناممکن ہے۔ جبرائیل امین ہوا اور چور ہو محال ہے عاشق خدا تو بڑی چیز ہے۔ ایک ذلیل لیلیٰ کے عاشق کی یہ حالت تھی کہ سلطنت عالم اس کے سامنے بیچ تھی اور سٹی اور سونا اس کے نزدیک برابر ہو گئے تھے سونا تو کیا چیز ہے۔ اس کے نزدیک خود جان کی کوئی وقعت نہ رہی تھی اور عشق نے اُس کے یوں قلب ماہیت کر دی تھی کہ شیر اور لومڑے اور دیگر درندے اسے واقف ہو گئے تھے اور عزیزوں کی طرح اس کے گرد جمع ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب عام جانداروں کا سا نہیں رہا۔ بلکہ ان کی خصلت طبعیت سے پاک صاف ہو گیا ہے اب یہ عشق سے پُرس ہے اور اس کا گوشت اور اسکی چربی زہر آلود ہو گئے ہیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب عشق زہر ہے تو بری چیز کیونکہ وہ درندوں کے لئے زہر ہے اور جو چیز درندوں کے حق میں زہر ہو وہ عقلاء کے حق میں شکر ریزہ ہوتی ہے کیونکہ ان دونوں کے طبائع میں تضاد ہے پس جو چیز ایک طبعیت کے لئے مُضر ہوگی۔ اسکی ضد کے لئے خواہ مخواہ مفید ہوگی مثلاً جو چیز اچھے کے حق میں اچھی ہے وہ بُرے کے حق میں ضرور بُری ہوگی۔

خیں تو وہ درندوں کے حق میں زہر ہے لہذا درندے عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتے۔ کیونکہ عشق کو بری اور بھلی درندے اور عقلاء سب جانتے ہیں اور اپنے اپنے موافق خواص سے واقف ہو۔ ایسے درندے بھی جانتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے زہر ہے اور اسلئے وہ عاشق کا گوشت نہیں کھاتے اور اگر بالفرض اُسے کھا بھی لیں تو وہ ہضم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگلے حق میں زہر ہو جائے گا اور انہیں مار ڈالے گا۔

دوسری وجہ انس کی یہ ہے کہ عشق آکل ہے اور تمام جنہاں ماکول۔ اور حُر عالم اس کی چونچ کے سامنے ایک دانہ ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ماکول آکل کو نہیں کھا سکتا۔ بتلاؤ کبھی دانہ بھی جانور کو کھاتا ہے اور سمجھو کہ کبھی گھاس بھی گھوڑے

کو چرتا ہے ہرگز نہیں پس یہ بھی عشق کو بھی کوئی چیز نہیں کھا سکتی اور جب عشق کو کوئی چیز نہیں کھا سکتی تو اس گوشت کو بھی نہیں کھا سکتے جس میں عشق ساری ہے۔ وہ ہوالہی۔ پس اگر تم درندوں (نفسِ شیطان) سے بچنا چاہتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ تمہیں نہ کھا جائیں۔ تو تم عاشقِ حق سبحانہ ہو جاؤ۔ تم یہ کہو گے کہ ہم عاشق کیسے ہو جائیں عشق تو اختیاری شے نہیں ہے کہ جو چاہے عاشق ہو جائے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ اسکی مبادی تو اختیاری ہیں۔ تم ان مبادی کو اختیار کرو اور بتکلف طاعتِ حق سبحانہ کرو امید ہے کہ تم کو عشق حاصل ہو جائے گا۔ گو عشق اختیاری اور کسبِ نہیں۔ مگر طاعت تو کسی ہے اور وہ تو عمل میں آ سکتی ہے پس تم طاعت کرو۔ اسی طرح تم کو عشق حاصل ہو جائے گا۔ عشق بڑی چیز ہے اور اس میں اور بندگی میں بہت فرق ہے۔ بندہ اور غلام کی تو دلی خواہش آزادی ہوتی ہے اور عاشق بھی آزادی نہیں چاہتا۔ نیز بندہ ہمیشہ خلعت اور وظیفہ چاہتا ہے۔

برخلاف عاشق کے کہ اسکی خلعت صرف دیدارِ بار ہے۔ پس بندہ اور غلام کی طاعت اور عاشق کی طاعت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس کا خلوص اس کے خلوص سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ عشق کی حالت میں کیونکر بیان کروں یہ مضمون گفتِ شنید میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ عشق ایک ایسا ہے جس کی تہہ ہی معلوم نہیں اور معلوم ہے کہ کوئی دریا قطرے نہیں گن سکتا۔ پھر عشق کا بیان مکمل اور مفصل کوئی کیونکر کر سکتا ہے کیونکہ اس کے سامنے تو ساتوں سمندر چھوٹے ہیں۔

خیر یہ گفت گو تو ختم نہیں ہو سکتی۔ اب لوٹنا چاہیے اور شیخِ سمرانی کا قصہ بیان کرنا چاہیے۔ تم سو کرو کہ ایسا عظیم المرتب شیخ کلی گلی بھیک مانگتا پھر تاپ ہے۔ کیوں محض اسلئے کہ وہ عاشق ہے۔ سو عشق بھی عجیب بے نیاز ہے نہ کسی کی عزت کا لحاظ کرتا ہے نہ کسی کی عظمت کا۔ پس اے خواستگارِ انِ عزت و جاہ! تم اس کی جتنی دہنا۔ عشق وہ شے ہے کہ دیا کو ہانڈی کی طرح اُباتا ہے اور پہاڑ کو پیس کر ریت بنا دیتا ہے۔ عشق آسمان کے سونے کو گڑے کو دیتا ہے اور عشق زمین کو سخت مٹرا ل کر دیتا ہے یہ تو اس کی سختی کی حالت تھی اب اسکی

برکات سنو: عشق منشأ وجود عالم ہے کیونکہ حق سبحانہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 عشق تھا اس عشق کے سبب اس شخص کو لاگ لگا خلت الافلاک فرمایا۔ یعنی اگر مجھے تم سے محبت
 نہ ہوتی اور اس لیے تمہیں پیدا نہ کرتا تو عالم کو پیدا نہ کرتا۔ پس عالم کو میں نے تمہاری خاطر پیدا
 کیا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حق سبحانہ کو اور انبیاء اور صلحاء سے محبت نہیں ہے بلکہ
 یہ ہے کہ آپ محبوبیت میں خرد اور کامل ہیں۔۔۔۔۔ اس لیے انبیاء و صلحا میں
 سے آپ کو مخصوص بالذکر کیا گیا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب مضمون سابق سنو حق سبحانہ
 بھی فرماتے ہیں کہ اگر عشق کی وجہ نہ ہوتی اور مجھے اس کی حالت کا اظہار مقصود نہ ہوتا تو میں عالم کو
 پیدا نہ کرتا۔ میں نے آسمان کو اس لیے رفعت دی ہے کہ تم اس عشق کی رفعت سمجھو اور خیال کرو
 کہ جس سبب کا مسبب اتنا رفیع ہے اس سبب کی رفعت کس قدر ہوگی۔ گو آسمان سے اور
 منفعتیں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ مگر وہ بیضہ کی طرح غیر مقصود ہیں اور یہ بچہ کی طرح مقصود
 ہے اور میں نے زمین کو اس لیے متدلل پیدا کیا ہے کہ تم عاشقوں کے تذلل کو سمجھو۔ اور میں نے
 اس کو اس لیے سرسبز کیا ہے تاکہ تم فقرائے کے بدل و تعمیر حالت سے واقف ہو جاؤ۔ اور سمجھو
 جس طرح زمین کو اس کے تذلل کا یہ ثمرہ ملا کہ وہ سرسبز و شاداب ہو گئی۔ یوں ہی فقرائے کے تذلل
 سے اُن کو سرسبز و شادابی روحانی حاصل ہوتی ہے اور یہ جیسے ہوئے اور مضبوط پہاڑ،
 عشاق کی ثابت قدمی کی حالت بتاتی ہے۔

غرض کہ ہر چیز سے مقصود عشق اور عشاق کے حال پر دلالت ہے۔ اب ملاحظہ فرما
 ہیں کہ گو رفعت آسمان اور تذلل و شادابی زمین اور قرار جبال امور حسیہ ہیں اور رفعت عشق
 و تذلل و شادابی و ثبات عشاق امر معنوی و عقلی اس لیے کہ یہ ان کی صحیح نظیر نہیں ہو سکتے
 مگر مقصود محض تقریب ہنم ہے اور محاورات میں ایسا کہا جاتا ہے چنانچہ غصہ کو خار سے تشبیہ
 دیتے ہیں گو غصہ خار نہیں ہوتا۔ مگر اس غصہ کی حالت بتلائی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا قلب
 قاسی اور سخت دل کو پتھر کا دل کہتے ہیں گو یہ ٹھیک نہیں ہے لیکن تقریب ہنم کے
 لیے تشبیہ دیتے ہیں اور وجران تقریبی مثالوں کے اختیار کیے ہیں کہ بیان میں عین حالت
 عشق عشاق کی تصویر نہیں کھینچی جاسکتی اس لیے اگر بیان میں کچھ نقص ہو تو اس کو قصور

کا نقصان سمجھو اس حقیقت کو منتفی اور معدوم نہ سمجھو۔

لے غدا۔ اسی کا شایک
سنی چیرے لکھ اس کر
کھنے سے تغیر دی جاتی ہے
دل تاسی سوت دل کو تھیرے
تغیر دی جاتی ہے اگر تغیر
سے تغیر پورا نہیں رہتا
تو یہ تغیر کا نقصان ہے اس
سے تغیر کا انکار کرنا چاہیے
لے رفتی شیخ شاہ نہیں
سے ایک امیر کے گھر پر ایک
دن میں چار مرتبہ بیک آگئے
تھے جس پر اس امیر نے ان کو
نہا ہوا کہا کہ بکت مرتبہ فقیر
میں تدکشی۔ ان کے اہل
میں زنبیل تھی اور وہ شایک
کی صلاح دے رہے تھے اور کہہ
رہے تھے کہ اٹھنا ہے ایک
مرد روئی اٹھا ہے۔
لے فقیر! یہ عجیب لفظ
سنا ہے میں خداوندی اور
شیخ مستفی اور متفق تھیں
لیکن اٹھ کا حکم ہوا کہ خوشی
مناجوں سے روئی اٹھیں۔
دعج بے شرم بکت۔ امیر نے
کہا کہ بے شرم! نہ بکتا نہ بکتا
یہ باتیں کہی پڑی ہیں۔
اتنے شرم! اس امیر نے شیخ کو
کہا کہ روئی پہلے ہارواں
قد رنگ دور کیوں ہے۔
سکری محنت دینی بے بیانی
جو تو یہاں کوئی توفیق نہ
نہم ہے مراد بیری محنت
کرے تو گناہ بڑا بگاڑا۔
لے عباسی عتہ ہر شرم
بکھری تھے اسے عباسی کے
سنگ بکھری ہیں بگے بگے
گھر دے کی زین کا کھنڈ
بروش ہستی نام نہونہ
گفت شیخ نے فرمایا میں

رفیق شیخ درخانہ امیر کے بہر گدیہ رونے چہا بار بار زنبیل

شیخ کا ایک امیر کے گھر پر نہیں اٹھا سے چار مرتبہ شیخ زنبیل کے بیک
بشارت غیب و عتاب کردن امیر اور ابدان قاحت
اٹھے جانا اور اسید کا اُن پر اس بے شرمی کے لئے ناکام رہا اور

وَعَدَرُ رَفِیقِ اَوَامِیْرَا

اُن کا امیر سے معذرت کرنا

بہر گدیہ رفت در قصر امیر

بیک کے لئے امیر کے محل میں گئے

خالق جاں می جوید تائے ناں

جان کا پیدا کرنے والا، ایک روز ناگت ہے

عقل گئی را کُند ہم خیرہ سر

جو عقل خن کوں میران کردی ہیں

گویمت چیزے منہ نامم شیخ

میں تجھے سے ایک بات کہتا ہوں یہ نام میل نہ

تا کے تا چند بار ذوق دو توئے

کہ بیک اور کتنی دو گئے ذوق کے لئے؟

کہ روزے اندر آئی چار بار

کہ تو ایک دن میں چار بار آتا ہے

مَن ندیم نہ کر گدا مانند تو

میں نے تجھ سے بڑا فقیر نہیں دیکھا

ایں چہ عباسی زشت آوردہ

یہ کیا بڑی عیاسیت تو نے عیاسی کی

ہیچ ملحد را مبادا پس لکش شخص

یہ شخص لکش کسی بے دین کا نہ

نا تشم آگ نہ چندیں خوش

فقیر آگ سے کتنا نہیں ہے بقصد خوشی؟

شیخ رونے چار کثرت چوں فقیر

شیخ ایک دن میں فقر کی طرح چار مرتبہ

درفش زنبیل و شئی بشد زناں

ان کے اہل میں زنبیل اور بگاڑا کھنڈ کھنڈ

نعلہائے باؤ گونا است آپس

اے بیٹا! اہل نعل بندیاں ہیں

چوں امیرش دیدش اے ذبیح

جب امیر نے دیکھا کہ اٹھے، اسے بے شرم

اے شرم بے شرم چندیں خوش

اے کینہ بے شرم! اتنی بھاگ دوڑ

ایں چہ سفری چہ زوایت پوکار

یہ کہا دشمنی اور کیا نہم اور کیا کہہ؟

کیست اینچا شیخ اندر نند تو

بڑے! یہاں بیری قید میں کون ہے؟

حُرمت و آب گدایاں بُردہ

تُو نے فقروں کی عزت اور آب بردار کردی

غاشیہ بردوش تو عباس و بس

عباس و بس تو عیسا نام ہے

گفت امیر ابندہ فرمانم خوش

انہوں نے کہا امیر میں تم کا نام ہوں پکار

بہر ناں در خوشی حاصل دیدے

اگر میں اپنے اندر رولی کی جرم رکشت

ہفت سال از سوز عشق جسم پر

جسم کو کہ دینے والی عشق کی لگی سے سات سال

تا زبرگ خشک و تازہ خوردم

یہاں تک کہ خشک اور تر پٹے کمانے سے

تا تو باشی در حجاب لب لبشر

جب تک تو اوسیت کے پردے میں ہے

زیر کاں کہ موہی بالمشکافتند

وہیں تک جنھوں نے سوکھناں کی ہیں

علم پیر نجات و بحر و فلسفہ

شعبوں اور جادو اور فلسفہ کا علم

لیک کو شید نہ تا اسکاں خود

لیکن اپنے مقدور انھوں نے کوشش کی

عشق غیرت کرد و زایشال دود

عشق نے غیرت کی اور ان سے بھاما

نور چشمے کہ بروز اترارہ دید

آنکھ کی روشنی جس نے دن میں ستارہ دیکھ یا

زیں گذر کن پندین پندیریں

جس کو چھڑا، ان میری نصیحت ان لے

وقت نازک گشتہ بجاں در صدد

وقت نازک ہو گیا اور جہاں اخطار میں ہے

فہم کن موقوف آن گفتن مباشر

سمجھ کے، بچنے پر موقوف نہ وہ

نے گمانے بردہ تو نہیں نشاط

میں، تو نے بیش دھشت میں بدگلی کی ہے

واجب ست جائزست تمیل

نقض ہے اور جائز ہے اور حرام ہے

اشکم ناخوارہ را بدیدے

روٹی کھانے والے پیٹ کو پھاڑا ذاتا

در سیاہاں خوردہ ام من برگ کرد

میرے بھل میں انھوں کے بچے کھاتے ہیں

سبز گشتہ بودایں رنگ تنم

میرے جسم کا یہ رنگ سبز ہو گیا

سبز ستری در عاشقان کمتر نگر

ماشوق کو سبز ستری تھکے سے نہ دیکھ

علم ہیئت را بجاں دریاقتند

انھوں نے علم ہیئت کو (دل و جاں سے) نہایت

گرچہ نشاند حق المعرفہ

اگرچہ بارے طور پر وہ نہ جان سکے

برگدشتند از ہمہ آقران خود

اپنے تمام ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے

شدنچیں خورشید زایشان پدید

ایسا شہد ان سے بدشہد ہو گیا

آفتابے چوں از و رود رکشد

ایسا سورج اٹھنے سے کیوں بٹھ گیا؟

عاشقان را تو چشم عشق میں

و عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ

با تو تنواں گفت اینم غدر خود

اس وقت تجھ سے اپنا مذا میں بانی کیا مانتا

سینہ بائے عاشقان اکم خراش

ماشوق کے سینے کو زخمی نہ کر

خزم را گذار و میکن جت سیاط

جستہ کاری کو نہ چھوڑ اور احتیاجدار

این قسط را گیر در حرم لے خیل

لے دوست! احتیاج میں کو اس دریا نہ کر احتیاج لے

بیک اشک کے نم سے گشتا

جوں میرے دل میں عشق کی

آگ لگے ہے جہیزاں انگریس

لپے اندر وہ کی طرح کیوں

تو اپنا پیٹ پھاڑوں و کشت

میں نے سات سال تک بچل

میں کو کہ تیرن پر گھبرا گیا

تو تازہ برگ میں سبز پتہ

کھاتے سے دن کا رنگ سبز

ہو گیا یا جان میں خوشا لہ رنگ

آہا لہر حوت کہ وہاں صفات

السان مراد ہے، جہیزاں۔

وہیں رنگ بول کی کمال

تکاتے ہیں انھوں نے میرے

دینی علم ماس کے نیلے رنگ

عشق کا ہر ماسل ہو گیا۔

تو تازہ حیات فہرہ

آہاں ساتھی عشق عشق کی

غیرت کا کھانا ہوا انسان کی

انھوں سے بدشہد ہو گیا

حیث ہے کہ بے رنگ لگے

بیک ہیں لے شیں انگریس

لہر و آہ تھی میں موت

تو وقت نازک کی شہد

میرے کام میں اپنے عشق کی

پار کی کیوت بیان نہیں

کر سکتا جہیزاں سمجھ لے

بھلا وہیں کہ عشق کا

ہے لے کھاتے کرتے اپنی

میش و مشق کی زندگی کو

سے کو پرہ گمان کی ہے

تجھے اس میں احتیاج نہیں

چاہئے۔

تو واجب غرض احتیاج

کے خلف مرتبہ ہیں ایک

ارض ہے شہد اگر کن ناق

اور ملا بہ خود سے احتیاج

ارض ہے اگر کن کیا آدمی

خبر سے تو احتیاج مانو ہے

اگر اور اور کوئی خبر نہ

تو میں احتیاجدار ہوں۔ استحقاق میں وہاں ہیں دوست، غرق غم و اندوہ، غم و کنا

شرح

ایک روز کا واقعہ ہے کہ شیخ مذکور ایک امیر کے مکان پر چار مرتبہ فقیراً

سوال کرنے گئے ان کے ہاتھ میں جھولے تھے اور وہ کہہ رہے تھے

کہ خدا کے لیے کچھ دلوائے۔ اب مولانا تعجب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو! کیسی غیبت بات ہے کہ روٹی کا پیدا کرنے والا روٹی مانگ رہا ہے۔ صاحبو! یہ اُلٹی باتیں ہیں جو عقل

کل کو بھی غیظ و الحواس کر دیتی ہیں (فائدہ: یہاں چند امور تو واضح طلب ہیں امر اول یہ کہ شیخ کے فعل کو حق سبحانہ کی طرف کیوں منسوب کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ فانی تھے

اسلئے ان کا فعل گو یا کہ حق سبحانہ کا فعل تھا یعنی چونکہ یہ گدائی بالمرحق سبحانہ تھی اسلئے گو یا کہ خدا ہی مانگ رہا تھا۔ دوم یہ کہ عقل کلی سے اس مقام پر عقل معاش کا بل مراد

اور مقصود یہ ہے کہ دنیا میں بہت سی ایسی اُلٹی باتیں ہیں جن کی حقیقت اہل دنیا کو خواہ وہ کتنی ہی بڑی عاقل ہوں نہیں معلوم ہو سکتی)

خیو جبکہ امیر نے اسے دیکھا تو کہا کہ ارے بے حیا! میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں مگر تو مجھ کو خوس نہ کہتا کیونکہ اس کا منشا کنجوسی نہیں ہے بلکہ تیری خیر خواہی ہے وہ بات یہ ہے کہ ارے

ذلیل اور بے شرم تو رزق کی اس قدر تلاش المضاعف فریکے ساتھ کب تک کرے گا یہ کیا بے حیائی اور کیا منہ اور کیا حرکت ہے کہ دن میں چار مرتبہ آئے۔ یہاں کون آپکے

منکر میں ہے اور کون روٹی لئے ہوئے بیٹھا ہے کہ جس وقت آپ آئیں کھانا آپ کو تیار لے [فائدہ: کیست اینجا شیخ اندر بند توئے بعض محشیں نے یہ معنی لکھے ہیں کہ یہاں آپ کا

کون مرید اور متفقد ہے والدہ اعلم) میں نے اپنی عمر میں تجھ سا بڑا بھکاری نہیں دیکھا تو نے بھکاریوں کی آبرو خاک میں ملا دی۔ ارے تو نے یہ کیا بری گداگری اختیار کی ہے عباس

دبسی جو کہ گداگری میں ضرب المثل تھا تو تو اسکل بھی بڑھ گیا اور وہ بھی تیرا غلام ہو گیا خدا نہ کرے کہ کسی کافر کا بھی ایسا منحوس نفس ہو۔ یہ ملامت سن کر شیخ نے فرمایا

کہ اے امیر! خاموش رہ۔ میں حکم خداوندی ایسا کرتا ہوں اور تم میرے آگے سئے اقف نہیں ہو۔ پس اس قدر غصہ نہ کرو اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا تو بجائے اسکے بھیک مانگوں۔ میں اس روٹی کھانے والے پیٹ ہی کو پھاڑ ڈالتا۔ جناب!

میری تو یہ حالت ہے کہ جسم کو پکا دینے والے عشق کے جلن کے سبب میں نے سات
 برس تک جنگل میں انگوڑ کے پتے کھائے ہیں۔ یہاں تک کہ خشک اور سبز پتوں کے
 کھانے سے میرے جسم کا رنگ سبز ہو گیا تھا۔ پھر میں کیا روٹی کی حرص کروں گا پس
 جب تک تو انسانیت کے جسم میں ہے (تاکہ تو انسانیت کے جامہ میں رہے)
 عشاق کو سرسری نظر سے نہ دیکھنا۔ کیونکہ ان کی حالت کا بگڑنا سخت دشوار ہے چنانچہ
 وہ عقلاء جنہوں نے موشگافیاں کیں۔ اور علم ہیئت اور علم نیرجات اور علم سحر اور علم
 فلسفہ کو دل و جان سے دریافت کیا اور گو وہ ان کو جیسا جاننا چاہتے ویسا نہ جان سکے
 مگر انہوں نے اس کے جاننے میں امکانی کوشش کی اور اپنے افسان پر فائق ہو گئے
 عشق نے غیرت کی ۔۔۔۔۔۔ اور ان سے کھینچ لیا اور ایسا آفتاب تاباں ان کی نظر سے
 مخفی ہو گیا۔ نیز بوعلی سینا کی وہ آنکھ جو دن کو ستارہ دیکھتی تھی تو کچھ لے تو ایک آفتاب
 نے اس کیسے منہ پھیر لیا اور اس کو محسوس نہ ہوا۔ پھر تیری تو کیا حقیقت ہے پس تو
 اپنی اس روش کو چھوڑا میرا کہنا مان اور عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ! یعنی جس طرح عشق
 ان کی قدر و منزلت کرتا ہے تو بھی ان کی وقت کر۔ یا یہ کہ تو بھی عشق حاصل کر اور پھر ان کو
 دیکھ! عشاق پر وقت نازک ہوتا ہے اس کی جان جلوہ جاناں کی مترصد منتظر ہوتی ہے
 اس لئے وہ اس وقت اپنا عذر نہیں بیان کر سکتے پس تم قرآن احوال سے اس کو سمجھ
 لیا کرو اور خود ان کے کہنے پر نہ رہا کرو کہ وہ بھی اپنی حالت بیان کریں اور معذوری ظاہر کریں
 تو سمجھو ورنہ نہیں۔ ایسا نہ کیا کرو۔ اور عشاق کے سینوں کو طعن ملا مت زخمی نہ کیا کرو جیسا۔
 اس وقت تم نے کیا ہے۔ اچھا بتلاؤ کیا تم نے میری گدگری سے طلب عیش و عشرت کا خیال
 نہیں کیا اور یہ نہیں سمجھا کہ مجھے اس تعیش و تملذذ مقصود ہے ضرور کیا ہے۔ اور یہ ایک
 بدگمانی ہے جو کہ خدم کے غلات ہے پس تم خرم کو ہاتھ سے نہ دو اور احتیاط
 رکھو۔ تم کو واضح ہو کہ امو دین قسم کے ہوتے ہیں۔ واجب، ممکن، ممتنع۔ پس باختم
 میں تم بیچ کا درجہ لے لو۔۔۔۔۔۔ مثلاً اگر کوئی گد تھا رہے پاس آئے تو اس
 وقت تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اس کا کامل ہونا واجب ہو۔ دوم یہ کہ اس کا کمال

ممکن ہو۔ سوّم یہ کہ اس کا کمال محال ہو۔ پس احتیاط یہ ہے کہ تم اوسط درجہ پر لو
اور سمجھو کہ ممکن ہے کہ کامل ہو اور ممکن ہے کہ نفس پرست ہو اور اس بنا پر تم اس کے
تذلیل اور توہین نہ کرو (ہذا هو المبرام والمحتشون خطوطی هذا المقام)

گرایاں شدن امیر از نصیحت شیخ و عکس صدق او و ابشار
شیخ کی نصیحت اور ان کی تہانی کے بہتر سے امیر کا روپ نہاد اور عاقبت
کردن مخزن بعد از ان جرأت و گستاخی و استعصام شیخ
اور گستاخی کے بعد عسکرا پیش کردیا اور شیخ کا پہنا اور شیخ کا
وقبول نا کردن شیخ و گفتن کہ من بے اشارت نیام
قبول نہ کرنا اور نہ کرنا کہ میں بغیر اشارے سے خفا نہیں کر سکتا ہوں
تصرف کردن کہ بے امر غیب نستانم
کیونکہ میں بغیر جہن عم کے نہیں لے سکتا ہوں

اشک غطان رخ او جلے جلے
بگ بگ ان کے چہرے پر آنسو بہ رہے تھے
عشق ہر دم طرف دیگے میسر زد
عشق ہر وقت ایک عجیب رنگ بچا ہے
چہ عجب گر بردل دانا زند
کیا عجب ہے اگر عقل کے دل پر از کرے
بلکہ بر دریا ئے پراشکہ زد
بلکہ بیتناک دریا پر اثر کیا
بلکہ بر خود رشید زخشاں راہ زد
بلکہ روشن سورج کا راستہ روک دیا

گشتہ گریاں ہم امیر و ہم فقیر
امیر اور فقیر بھی رو پڑا
گفت میرا اور کہ خیزاے آرجمند
امیر نے ان سے کہا اے اقبال مند! اشر
گرچہ استحقاق داری مدحیں
اگرچہ ایسے تو مجھے کے مستحق ہو

ایت بگفت گریہ در شدائے ہائے
یہ لڑا ہوا رہا ہے اُسے کر کے رونے لگے
صدق او ہم بر ضمیر میسر زد
ان کی تہانی نے امیر کے دل پر بھی اثر کیا
صدق عاشق بر جہانے می تند
عاشق کی تہانی بہتسہ پراثر کرتی ہے
صدق موسیٰ بر عصا و کوہ زد
حضرت موسیٰ کی تہانی نے لاشعرا پر بہاڑ پراثر کیا
صدق احمد بر مجال ماہ زد
حضرت احمد کی تہانی نے ہمارے دھن کو تہا
زوبرو آوردہ ہر دو نور لغیر
آئے سامنے دونوں رونے (اور) فراد کرنے لگے

ساعتے بسیار چوں بگریستند
جب بیت در تک روئے
ہر چہ خواہی از خندانہ بگریزیں
جو چاہو خندانے سے لے لو

اللہ رین گفت شیخ نے
امیر کی نصیحت کی اور چہرہ
زار زار رونے لگے صدق کہ
ان کی تہانی نے امیر پر اثر
کیا۔ صدق عاشق و عاشق کی
تہانی فیروزا در کوہیں متاثر
کر رہی ہے امیر تو چہ مازاد
تھا صدق موسیٰ حضرت
موسیٰ کی تہانی نے لاشعرا
پہاڑ کو تار کو تار لاشعرا
جی کو طویں زلزلہ لگا لگا کر
دربار میں لے مانت دے دیا
مدحتی امیر حضرت کی تہانی
سے شوق افروز اور ازواج
دائیں بڑیا۔

لے لے لے لے امیر نے بھی نصیحت
کے الفاظ پر بھی رد اٹھائے
جب بہت دیر تک دفن ہو چکے
تھیں شیخ سے کہا اگر چہ
بہرے خزانے سے بھی تر گئے کہ
شوق میں لیکن ہر حال میں خزانہ
ما فرجہ آئیں سے جو باہر لے
یوں تھان۔ امیر نے کہا میرے گھر
کی بنا گھر میں بیٹھے ہیں آپ
کہتے تو دونوں جہاں تھری
گفت شیخ نے فرمایا کہ نہا
یہ حکم نہیں ہے کہ میں اپنے دوست
خود کوں خزانہ دھتا۔



خاندانِ ناست ہر جہت میل ہست
 آپ کا گھر ہے، جو آپ کی خواہش ہے
 گفتِ دستوری ندادندم چنین
 فرمایا، انھوں نے ایسی اجازت نہیں دی ہے
 من ز خود نتوانم این کردن فصول
 میں یہ بیہودہ بات اپنی ماں سے نہیں کر سکتا
 لیکن یہاں کہہ دو مہرہ در ز رود
 یہ بہاد کیا اور وہ بازی جیت گئے
 گرچہ صادق بود بنی غل بود خشم
 اگرچہ وہ سچا ہے، مگر اس اور نیز غصہ کے خا
 گفت فرما تم چنین دادست آگ
 فرمایا، مجھے خدا نے یہی حکم دیا ہے
 ماگدایانہ ازاں درخواستیم
 ہم نے اسی وجہ سے تمہاری طرح درخواست کی

برگزین خود ہر دو عالم اندکست
 خود پسند کر لیجئے، دلوں جہاں حشر ہے وہیں
 کہ بدست خویش چیز بے گزین
 کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لے لینا
 کہ کنم من این وسیلہ دخول
 کہیں دوستانہ دہل دوں
 مانع آں بدکاں عطا صادق بود
 مانع یہ تھا کہ وہ بخشش پر غلوں نہ تھی
 شیخ را ہر صدق می ناید چشم
 ایکن، ہر سچا شیخ کی نظر میں نہیں آتا
 کہ گدایانہ برد نالنے بخواہ
 کہ فقیرانہ ہا، روئی مانع
 ورنہ ازا مال بے پروا کنیم
 ورنہ ہم انھوں سے بے پروا ہوں

۱۔ جس ہا نہ، شے نے یہاں
 کیا شیخ کو ارسال یہاں سے
 دستانہ کلب امیر کی عطا
 کے لئے دھن پر شیخ کی منت
 کی وجہ سے شیخ کی تھی تہو
 درمہد یعنی وہ شیخ کی چال
 پھر میں سے مخالف کی عطا
 اگرچہ، امیر کو یہ اپنے دل میں پتا
 تھا کہ شیخ نے اس پتائی کر
 پسند کیا اس لئے کہ اس میں غلو کی
 ہو تھی، مگر کیا دیکھتے تھے کہ ہم
 تو خدائی حکم سے مرزا بن گئے
 ہیں اور نہ ہم انھوں سے بے پروا

شرح

کیا اور اس کے رخساروں پر جگہ جگہ آنسو ڈھل رہے تھے۔
 بات یہ تھی کہ شیخ کے خلوص نے امیر کے دل پر اثر کیا تھا۔ واقعی عشق بھی عجیب
 چیز ہے کہ یہ ہر دم ایک عجیب ہانڈی پکاتا اور ہر وقت ایک نیا گل کھلاتا ہے۔ دیکھو!
 امیر و منت پہلے کیا تھا اور اب کیا ہو گیا تم اس سے متعجب نہ ہونا۔ کیونکہ سچائی اور خلوص کا اثر
 تو حادات پر ہوتا ہے۔ پھر اگر وہ اس کے ایک ذمی شعور کے دل پر اثر کیا تو تعجب کی کیا
 بات ہے۔ دیکھو! مولیٰ علیہ السلام کے صدق نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا۔ چنانچہ لاٹھی اتر
 بن گئی اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ کہ قال اللہ تعالیٰ و درفعنا
 فہو قہم الطور۔ بلکہ اس کا اثر پر شکوہ سمندر پر ہوا کہ وہ خشک ہو گیا سنیز جناب صل
 اللہ علیہ وسلم کے خلوص نے چاند کے حُسن پر اثر کیا۔ کہ چاند ٹوٹے ہو گیا
 بلکہ آفتاب رخشاں کا راہ مار دیا کہ اس کو آگے چلنے سے روک کر پیچھے ہٹا دیا۔ (خامشاہ)

تھے ترکہ ادا نہ کیے
 فتح سے فراڈ کرتے تھے
 کے نیچے سے جوا ہوا میں
 قندہا اور کھان کر تھیں
 کروڑوں کو تھیں تھے
 میں نے کسے دوسرا میں جانے
 لے خیر لڑا۔ دست بیک
 کے لیے ادا نہ کیے
 تھیں دے جانے کے لیے
 آسمان جنت میں تھیں
 چھاپا ہوا درجہ تھیں
 ذرا ادا ہے جو ملت ملایا
 کرتا ہے
 لے دہاں متروکوں کا
 فرض ادا کر۔ ایک سال
 تک شیخ کا یہ کام تھا کہ وہ
 کے نیچے سے کھان کر تھیں
 کر دیتے تھے۔ تاکہ حلق
 ملائی جیسا کہ میں ان کے کھانا
 کی صفت میں ہوتا تھا
 لے راستی شیخ تھیں
 ضرورت خود بخود جان جاتے
 تھے اور حسب ضرورت لے کر
 دیتے تھے اور اس کی وجہ
 تھی کہ وہ ادا نہ کیے کی صفات
 سے خائف ہو چکے تھے تاکہ
 خود میں اپنی مہارت نہ جان
 کرتا تھا اس کے دل کی بات
 جان جاتے تھے جس قدر فرض
 ہوتا وہ ادا کر دیتے تھے کہ
 میں کوئی قید ہوتا اس کو دیتے

ہرگز خواہد از تو از یک تا ہزار
 ہرچہ ہے ایک سے ہزار تک اچھے
 ہیں زنج رحمت بے مریدہ
 رحمت کے بے حساب فوائد سے دے
 ہرچہ خواہندت پدہ مندریں اطل
 جو کچھ سے انہیں دے اس کی فکر نہ کر
 در عطلائے مانت خیر و نہ کم
 ہماری مصلحت میں نہ ہوتا ہے اور ذکی
 دست زیر پوریا کن لے سند
 اے معتمد اور ہے کے نیچے ہذا کر
 پس زیر پوریا کن تو مشت
 بھر کر اور ہے کے نیچے سے فقیر بھرے
 بعد ازیں از اجرنا ممنون پدہ
 جس کے بعد رحم دہنے والا جس سے دے
 رو، یدک اللہ فوق ایدیم تو باش
 ہادی کے انہوں پر اللہ ۲ افسہ میں
 و اتم داراں از عہدہ داراں
 فرض ملوں کو ذرا داری سے چھٹا
 بودیک سال دیگر کارش میں
 ایک سال اور آئی ۲-۱۰۰۰ ۷۴ رو
 زرشدے خاک یہ اندر کفش
 سال میں ان کے آہ میں سزا میں ہائی

دست دوزیر حصیرے کن بزرگ
 رہنے کے نیچے ادا نہ کیے، حال سے
 در کف تو خاک گرد زربدہ
 تیرے ادا نہ کیے سزا میں ہائی، دے
 دایر داں از تو بیش از بیش کاں
 تو ہوا کی مصلحت کر بیش از بیش سمجھ
 نے پشیمانی نہ حسرت میں کرم
 اس مصلحت میں نہ حسرت ہے، نہ حسرت
 از بوائی زوئے پوشش چشم بد
 بڑی فکر سے پردے کے لئے
 دہ دست سائل بشکستہ پشت
 کر لئے ہیں لگے دے ادا نہ کیے
 ہرگز خواہد گوہر کنوں ہڈ
 جو ہے اس کو ادا نہ کیے
 ہچو دست حق گزاف زرق پاش
 ادا نہ کیے ادا نہ کیے دے زرق پاش
 ہچو باران سبز کن فرض جہاں
 دنیا کی زحی کو بیش کی طرح سبز کر دے
 کہ بدادے زرشدے دست دین
 دین کے رب کی تھیں میں سے سوا اپنے
 ماتم طائی گدائے در صفش
 مہمان اپنے دے لگے دے دے دے

دستین شیخ حمیر سائل را بے گفتن دستین قدیم و امدار
 ہنر کے شیخ ۲ سال کے دل کی بات جان دینا اور ان کے بے غیر فرض ہوں اور فرض کی مقدار
 بے گفتن ایشان و گفتن کہ نشان این باشد کہ آخر شیخ
 کو جان دینا اور کہنا کہ ہر شیخ جو کہ ہے کہ میری طرف کی جانب میری
 بصفاقی الی الخلفی فمن سرائو فقد سرائف
 صفات کے ساتھ جس نے جے دے دے اس نے جے دے دے

حاجت خود گر نگفتے آن فقیر
اگر فقیر اپنی منہ رست نہ بتاتا

اوبد اے و بدانتے ضمیر
وہ دے دیتے اللہ دل جانی جاتا

پیش اور کوشن ضمیر ہر کئے
ان کے لئے ہر بخش کے دل کی بات روشن تھی
آنچہ درد دل داشتے آن پشت خم
وہ دھڑکی کر والا جردل میں رکستا
پس بگفتند چہ دانستی کراؤ
تر و گریں نے ان سے کہا پائیے ہاں پائیے
اوبگفتے خانہ دل خلوت مست
وہ فرماتے کہ دل کا گھر خالی ہے
اندو و جز عشق یزدان کا نیست
اس میں خدا کے عشق کے سوا سارا نہیں ہے
خانہ رامن رو تم از نیک و بند
میں نے اپنے آپ سے لے کر کمران کر لیا ہے

از فقیر و دام دار و محبت
فقیر اور قرض خواہ اور نسیب دہی کی
قدر آں دایے بد نے پیش و کم
اس کی بقدر اعلیٰ کو بدیتے دنیاہ مذکم
ایں قدر اندیشہ وارد لے عمو
لے بھلا کہ اس قدر سوچتا ہے؟
خالی از گدیر مثال جنت مست
جر سال سے خالی ہو رہی جنت کی طرف ہے
جز خیال و وصل اودیار نیست
وصل کے خیال کے سوا اس میں کوئی دھڑکی نہیں ہے
خانہ ام پرست از عشق اُحد
یہاں گھر خدا کے عشق سے پر ہے

ہر چہ بنیم اندر و غیر خدا
میں اس میں صانع خدا کو جو کچھ دیکھتا ہوں
گرد آئے نخل یا عرجوں نمود
اگر پانی جس گھر کا درخت پاشاغ نفع آئی
درنگ آب از بیتی صورتے
پانی کی جہ میں اگر تو کوئی صورت دیکھے
لیک تا آب از قندی غالی شدن
لیکن پانی کے گڑھے سے کوئی نہ خالی ہر نہ نک
تا نہ اند تیرگی و خس درو
تاکہ اس میں کہورت اور گیس (پیش) نہ ہے
جز نگاہ از زنت کو اے متقل
اے غصہ! بچہ کے سوا تیرے بدن میں کیا ہے؟
تو بر آئی ہر دم کن خواب خور
تیرا حال ہے کہ سونے اور کھانے سے

آن من نبود بود عکس گدا
وہ میر نہیں ہوتا، فقیر کا عکس ہوتا ہے۔
جز عکس نخلہ بسیوں نمود
باہر کے گھر کے درخت کے عکس کے سوا دیکھتا
عکس بیرون با خدا نقش لائے فتنے
لے نوجوان! وہ نقش باہر کا عکس ہوگا
تنبیہ شرط دست در جوئے بدن
بدن کی نہر کی صفائی ضروری ہے
تا میں گرد و نماید عکس رو
حق کہ وہ ایسے بن جائے اور پھر ہے کا عکس نکلا
آب صافی کن ز گل اے ضمیر دل
اے دل کے دشمن! پانی کو مٹی سے صاف کرنے
خاک ریزی اندریں جو بیشتر
اس نہر میں اور زیادہ مٹی ڈالت ہے

لے جس سے مصدر ہستی
مفعول قرار دے کر کم لے
تہذیب کا یہ کہ ہے جنت کم
پیش و رج سے دیا ہوا۔ پس
بگفتند۔ و گریں نے ان سے
سیدم کہا کہ آپ دل کی بات
کیے جان پائیے ہیں۔ اوبگفتے
وہ پیش جواب میں کہے کہ ہم
و گریں کا دل جنت کی صفائی
اچھا لے گا۔ اے اس
میں مسئلہ عشق خداوندی کے
کوئی چیز نہیں ہے، ہم لے لے
دل کو عشق خداوندی کے سوا
سے اس میں خالی کر لیا ہے۔
لے طرح۔ اب ہاں سے دل
میں جو کچھ رہتا ہے وہ فقیر کا
عکس ہوتا ہے (وہ دوسرے ہم
اس کی سب صورت ہاں تک
ہیں۔ گزرتا ہے۔ پانی صاف
پیر ہے اس میں اگر گھر کا
درخت نظر آئے گا تو وہ باہر کا
عکس ہوگا اور پانی میں جو گھر
میں دیکھو گے وہ باہر کا عکس ہوگا
لیکن دل کو صاف کرنے کیلئے
حاجات کے ذریعہ اس کا۔
تنبیہ ضروری ہے۔
لے تاقتا۔ جب اس میں
خود گدائی نہ رہے گا تو اس
میں بیرون عکس نظر آئے گا۔
تو گدائی۔ انسان کا بدن گدائی
سے بنا ہے اس کی صفائی
کے لئے بہت محنت و زحمت
تو بر آئی۔ تو ہر وقت خواب و
خوس لگا ہوا ہے جس سے
اس کی نمود میں اور اضافہ
ہوتا ہے

سببِ راستنِ ضمیر ہائے خلق

دلوں کے دل کی بات جانتے کا سبب

ملے چلے جب آپ دل
میں صفائی پیدا ہو جائیگی ہر
خارجہ چیز کا کس میں مداخلت
آنے لگے گا۔ آجہاں جب تو
میں کو مشغول کرے گا پھر ہر
سائن کا کس تیرے دل میں
نوردار بن جائے گا۔
ملے اتنے غم سے جب دل
گم ہے میں میں بن رہا ہے
تو وہ غم میں کو گھسیٹ کر
کھینچے کی جگہ چلے جب
انسان زہر اختیار کرتا ہے
اور حالات سے دل کو ہار
کرتا ہے تو اس کا جسم خیال
کی طرح لطیف ہر جگہ
ناتوانیوں میں ڈھلے پڑے۔

عکسِ رُوزِ ازلِ برونِ درِ آبِ حُبت
تو باہر سے جہروں کا عکس پانی میں جا پڑا
تا بدانی ہر سہرہ درویشِ را
تاکہ تو ہر فقر کے دل کی بات جانی لے
خانہ پر از دیو و تناسِ فودہ
بہشت اور دہشت اور دونوں سے ہر گھر کو
کے درِ اوجِ سیحانِ بونری
حضرت شیخ کی درویشوں سے ترکِ راجد ہوا
کز کد میں ٹکٹے سہرے بزرگند
کہیں نہاں نام سے وہ آگ بھڑکا
تا خیالات از دروندِ روفتن
باطن نے خیالات کو صاف کرنے میں
تا نگر داند ترا ناہلِ برون
تاکہ وہ بچے باہر داؤں میں سے دہن سے

چوں کہ اس آبِ ازینہا خالیست
جب اس پانی کا دل میں سے خالی ہے
پس مُصفا کُن درونِ خویشِ را
تو اپنے باطن کو صاف کرنے
پس ترا باطنِ مُصفا ناخندہ
تیسرا باطنِ مُصفا نہیں ہوا
اے خرمے راستنہ ماندہ درِ خری
اُدکدے: تو جگہ سے کی وجہ سے گم ہے میں میں رہا
کے شناسی گر خیالے سہرے بزرگند
اگر کوئی خیالِ مردار بہہ تو کب پہچالے گا
چوں خیالے میشود در زہد تن
زہد میں جسمِ خیال کی طرح ہر جگہ ہے
ابنِ عیال کز برونِ اندر
باطن میں سے یہ کثیر حائضیاں نکال دے

شرح

شیخ نے دو سال تک یہ خدمت انجام دی اُسکے بعد ان کو حق سبحانہ کا
حکم ہوا۔ کہ جب تم لوگوں کو دو اور کسی سے نہ مانگو۔ لو ہم نے تم کو یہ
قدرت عطا کر دی کہ جو کوئی بھی ایک سے لے کر ہزار تک تم سے مانگے تم بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالو۔

اور نکال لو۔ پس تم اس شقّت

خزانہ رحمت میں سے لوگوں کو دو اور ضرور دو۔ تمہارے ہاتھ میں مٹی سونا ہو جائے گی۔ ہم لوگ
جو کچھ بھی تم سے مانگیں تم بے کھٹکے دو اور کچھ خیال نہ کرو کہ کہاں سے آئے گا۔ بلکہ تم عطاء
حق سبحانہ کو ہمیشہ از بیش سمجھو۔ اس کے نزدیک کسی کا مطلوب خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ کچھ
حقیقت نہیں رکھتا۔ پس تم فکر کو اصلاً دل میں راہ نہ دو۔ کیونکہ ہمارے خزانہ میں کمی نہیں۔

اور نہ ہم کو دیکھ کر پھتاوایا افسوس ہوتا ہے۔ بلکہ چشم بد کی روپوشی کے لیے بوری کے نیچے
 ہاتھ لے جاؤ۔ اور وہاں سے مٹھی بھر کر کرشمہ سائل کے حوالہ کر دو بس اسے تم ہی کہو کہ تمہاری
 خدمات کا جونا منقطع اجر ہے اس میں سے تم لوگوں کو دو اور اگر کوئی گویا رکھن بھی مانگے تو بھی
 دے دو۔ اچھا اب جاؤ! ہم تمہارے ہاتھ کو اپنا ہاتھ بناتے ہیں بس تم یہ اللہ فوق ایدہم کا مصداق
 بنو اور حق سبحانہ کے ہاتھ کی طرح بے حساب صرف کرو۔ قرض داروں کے قرضہ کے بارے
 سے بکدوش کرو اور ابر کی طرح جہاں کو سرسبز و شاداب کر دو۔ خیر تو تیسرے سال ان کا
 یہی کام تھا کہ حق سبحانہ کے پھیلے میں سے لوگوں کو ردیہ دیتے تھے اور راکھ ان کے ہاتھ میں
 سونا ہوتی تھی اور بخشش کی یہ حالت تھی کہ حاتم طائی اس کے گداؤں کی صف میں ایک گدا تھا
 نیز یہ بات بھی تھی اگر کوئی اپنی حاجت شرم کے مارے نہ کہتا تو وہ اس کے مقصد دلی پر مطلع
 ہو جاتے اور اسے دیدیتے خواہ کوئی فقیر ہو۔ خواہ قرض دار۔ یا قیدی خواہ اور کچھ۔ وہ ہر کسی کے
 خیال پر مطلع ہو جاتے اور جس قدر حال اس کے دل میں ہوتا اتنا اسے دیدیتے تھے نہ کم نہ بڑا تھا
 نہ زیادہ۔ اس پر لوگ استفسار کرتے کہ آپ کو کیا معلوم کہ اس کو اتنے روپوں کا خیال ہے اس کے
 جواب میں فرماتے کہ میرا دل تو خالی ہے اور اس میں گداگری کو دخل نہیں ہے۔ بلکہ وہ جنت کی
 مثل ہے جہاں گداگری کا نام نہیں ہے اور اس میں عشق حق سبحانہ کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں
 اس میں جو کچھ ہے وہ اس صاحب خانہ کے وصل کا خیال ہے میں نے ہر جھلی بڑی بات
 اپنے دل کو صاف کر دیا ہے۔ اور میرا خانہ دل عشق فاعل حقیقی سے بھرا ہوا ہے ایسی حالت میں
 اگر میں اس کے اندر غیر کو دیکھتا ہوں تو اس میں دوسروں کے مقصد پر استدلال کرتا ہوں کیونکہ
 وہ میرا خیال نہیں ہوتا۔ بلکہ فقیر کا عکس ہوتا ہے مثلاً اگر پانی میں کھجور کا درخت یا اس کی شاخ دکھائی
 دے تو وہ درخت اور شاخ پانی کی نہ ہوگی۔ بلکہ غلہ بیڑنی کا عکس ہوگا۔ یا پانی میں کوئی صورت
 دیکھو تو وہ صورت پانی کی نہ ہوگی۔ بلکہ وہ بیڑنی شے کی صورت ہوگی بس یہی حالت میرے
 دل کی ہے۔ اب مولانا فاضل مانتے ہیں کہ قلب مصفا تو ضرور ہو جاتا ہے اور اس میں

اشیاء خارجیہ کا عکس بھی ضرور پڑتا ہے۔ مگر اس پانی کی خوش خاشاک سے خالی ہونے کے لئے
 جوئے بدن کا تنقیہ ضروری ہے۔ تاکہ وہ پانی بالکل صاف ہو جائے اور اس میں کدورت

اوخس و خاشاک نہ رہیں اور تاکہ آبِ دل مکھو کس قابل ہو جائے اور عکس اس میں نمایاں ہو
 تم کو یہ بات حاصل نہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ تمہارے جسم میں سوائے گلہ بہ اخلاقِ رذیلہ و خیالات
 لایعنی کے اور کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ پھر اندکاس کے لیے ہو جاں تم اپنے آبِ قلب کو گلِ اخلاق
 رذیلہ و خیالات لایعنی سے پاک صاف کرو۔ تمہارے اندر اندکاس بھی ہونے لگے گا۔ مگر تم تو
 بجائے تصفیہ کے اور اسکو مکدر کر رہے ہو اور اس نہر میں خوابِ خورد و تلذذات

جسمانیہ کی خاک ڈال رہے ہو پھر اندکاس کی کیا صورت ہے۔ چونکہ اس پانی یعنی شیخ کا دل
 ان خس و خاشاک خوابِ خور سے پاک ہے اسیلئے اس میں مقاصد فقر کے چہروں کا عکس
 ہے۔ پس تم بھی اپنے دل کو پاک صاف کرو۔ تاکہ تم کو بھی فقر کے باطن کا حال
 معلوم ہو جائے۔ تمہارا باطن تو ہنوز صاف نہیں اور یہ گھر شیاطین اور بن مانس
 اور دزدوں یعنی اخلاقِ رذیلہ و خیالات لایعنی سے پر ہے اور اے گدھو! تم تقنت
 و عناد سے گدھے پن میں پھنسے ہوئے ہو۔ ایسی حالت میں تم کو ادراجِ سیما اور حقیقی
 اہل اللہ کا کیا پتہ چل سکتا ہے اور اگر ان کے عکس سے کوئی خیال تمہارے دل میں
 آئے بھی جس سے تم انکے حسنِ جمال پر استدلال کر سکو۔ تو تم کو کثرتِ خیالات لایعنی کے
 سبب یہ پتہ کیسے چل سکتا ہے کہ یہ کس کمین گاہ سے آیا ہے اور کس کا عکس ہے پس
 تم اپنے دل کو تمام خیالات سے پاک صاف کرو۔ لیکن خیالات کا نکال دینا کوئی
 کھیل نہیں ہے۔ ریاضاتِ مجاہدات سے جسم و بلا ہو کر مثل ایک خیال کے ہو جاتا ہے
 جب یہ بات حاصل ہوتی ہے مگر تم ہمت نہ ہارو۔ اور جس طرح بھی ہو۔ ان خیالات
 فاسدہ کو دل سے نکالو تاکہ تم مردود درگاہ رب العزت نہ ہو جاؤ۔

اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ شیر و خر کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے

ہیں:

غالب شدن مکر و ریاہ بر استعصام خیر

درختی کے بکریاں مکر سے کے بجاؤں غالب آجاتی

خیر کے کوشید و اور ارفع گفت
مکر نے بہت کوشش کی اور اسکی ممانعت کی
غالب آمد حرص و صبرش شدید
حرص غالب آگئی اور سب کچھ ہوجیا
زاناں سوئے کش خفاق داد و ستد
اسی رسول ہے جن کو مخالفین مانتے
گشتہ بود آن فوجت را اسیر
وہ مکر کا، بھوک کا قیدی بن گیا تھا
زیں عذاب جوئے بائے دار ہم
بھوک کے مذہب سے ترغیبات پا جاتی تھیں
گر خراول توبہ و سوسند خورد
مکر نے اگرچہ پہلے توبہ کی اور شرم کیا
حرص کو رواج حق و ناداں کند
ناجی انہما اور احق اور بیوقوف بنا دیتا ہے
ہست آسان مرگ بر جان خرا
مکر صوں کی جان پر مرنا آسان ہے
چون ارد جان جاویدان ثقیست
چونکہ وہ آبادی جان نہیں رکھتا، اب جہت ہے
جہد کن تا جاں محمد گردد
کوشش کر تا کہ تیری جان آبادی بن جائے
اعتمادش نیز بر رازق بنود
اس کو رازق دینے والے پر بھروسہ نہ تھا
تا کنوش فضل میر و زنی نہا
اس کو اللہ کے فضل سے ایک بے رازق نہ بن گیا

لیک جوئے الکلب باخر مروت
لیکن مکر میں جوئے الکلب ہی
پس گلوں کہ برد عشق خفیف
روان کے عشق نے بہت سے مکرے کاٹے ہیں
کاذب فقا ان یکنون کفر آمدست
مکر قریب ہے کہ کفر نہائے، منکر ہے
گفت اگر مکرست بیکہ مردہ گیر
سوچا اگر مکر ہے، ایک دم سے مردہ سمجھ لے
گریحات این ست من مردہ ہم
اگر زندگی ہے تو میں مردہ بہتہ ہوں
عاقبت ہم از خری خطبے مکر
انجام لاگت سے ہیں، مکر ہی کر دی
مرگ را بر احمقان آسان کند
اعقوبتوں پر موت کو آسان کر دیتا ہے
کہ نذرند آب جان جاودا
کیونکہ وہ آبادی جان کی رزق نہیں رکھتے ہیں
جرات او بر اہل از احمقست
موت پر مکر کی جرات احمق سے ہے
تا بروز مرگ بڑے باشندت
تا کہ موت کے دن تیرا ترس نہ ہو
کہ بر آفتابند و از غیب خود
جو اس پر غیب سے سلامت کرتا تھا
گرد گرد کہ بر تنش جوئے گشت
اگرچہ مکر بھی اس پر بھوک کر سلا کر دیا

در بیان فضیلت جوئے و اختار

بھوک اور بھوک کی فضیلت کے بیان میں

گر نہ باشد جوئے صد رنج دگر
اگر بھوک نہ ہو، دوسری سیکڑوں بیماریاں
بیشک کے بعد جوئے میں پیدا ہوتا نہیں گی

استعصام بجاؤں بر استعصام
یعنی جوئے الکلب
تک غالب مکر سے کہ میں
مکر غالب آگئی وہ ان کے
عقل نے بہت صوں کو بھوک
کیا ہے، کاذب حدیث شریف ہے
کاذب فقا ان یکنون کفر
مکر قریب ہے کہ کفر ہی جلتا ہے
یعنی اس کا مکر میں کو مکر
نہاں ہے، بجاؤں بھوک
گفت مکر ہے مکر ہاگے
درختی کا مکر ہے اور مکر
ارنے کی ترکیب ہے تو مکر
کے ذریعہ بار بار کی موت سے
ایک بدست آگئی ہے۔
لے خبہ مکر و مکر
المان کو اعصاب پرانا ہوا ہے
اور موت کو آسان کر دیتا ہے
جس طرح مکر نے مکر
موت کو پس کر دیا، مکر
اعقوبتوں اور مکر صوں کی زندگی
آبدی نہیں ہے اور المانی
فتنات اور حاکم کی رو
سے مکر پس کر دیتا ہے۔
چھوٹا المان کا بھوک
مکر کرنے کی کوشش کرنی
چاہئے۔
لے مکر و مکر
مکر کی رزق کی ممانعت نہ تھا
مکر کوئی، جتنی زہد رہا
بغیر رزق کے زہد نہیں رہا
لیکن یہ بھی مکر کو مکر
رزق کی پروردگار تھا جو مکر
بھوک، دنیائی، خدا بھوک
میں بھوکا ہے تو مکر میں
بھوک بہت سی مانتی ہیں۔
تک مکر نہاں ہے مکر کے
اگر آدمی مکر نہاں ہے تو
بیشک مکر ہی ہے مکر کے
بعد اور بجاؤں پر مکر

نصیحت کرد زبان و در ضمن نصیحت قوت توکل
 زبان سے نصیحت کی اور نصیحت کے دوران اشارے کے علم سے
 بخشیدش بامر حق عزوجل
 اس کو قوت کی قوت بخش دی

شیخ میشد بامریدے بید رنگ
 شیخ ایک مرید کے ساتھ بغیر توقف کے ملازمت پر
 ترس جوع و قحط در فکر مرید
 مرید کے غم پر خداوند بیک کا خوف تھا
 شیخ آگہ بود و واقف از ضمیر
 شیخ با خبر تھے اللہ سے واقف تھے
 از لرزائے غصہ ناں موشی
 توڑنا کے غصہ سے ناں موشی
 توڑناں نازنین ان عزیز
 تو ان پیارے ناز پروردگار سے نہیں
 جوع رزق جان خاصان خدا
 بھوک، خاصان خدا کا رزق ہے
 باش فارغ توازا نہایتی
 فارغ رہو، تو ان میں سے نہیں ہے
 کاسہ برکاست ناں برناں ملک
 ہمیشہ پیالہ پر پیالہ روٹی پر روٹی ہے
 چوں بمیرد میر و دناں پیش پیش
 جب مرنا ہے روٹی آگے آگے جاتی ہے
 تو برقی مانند ناں بر نیز دیگر
 تو بڑی دھن کی طرح ہے
 بیش توکل کن ملزناں پاؤں
 بیش توکل کر، ہاتھ پاؤں نہ رزا
 عاشق مست و میزناں و مول مول
 وہ عاشق ہے اور آمادہ رہا ہے، شہر شہر

سوی شہر ناں را نجا بود رنگ
 شہر کی جانب دکان دول کیاب تھی
 ہرے میگشت از غفلت مزید
 بوجھل کی وجہ سے، ہر لمحہ بوجھل رہتا
 گفت اورا چند باشی در زحیر
 انہوں نے اس سے کہا کہ تک پریشان نہیں کیا
 دیدہ صبر و توکل دوستی
 تو نے مسبار توکل کی آنکھ بند کر لی
 کہ نژاد ارند بے جوز و مویر
 کہتے بغیر اخلاص اور عشق کے رکھیں
 کے زبون پچھو تو بیچ گداست

وہ جو پیچھے امن بغیر کے قابو میں کہاں ہے؟
 کاغذیں طبع توبے ناں بایستی
 کہ تو اس طبع میں ہنس رہی کے شہرے
 از برای این شکم خواران عام
 ان عام پیشروں کے لئے
 کہ نعیم بے نوالی کشتہ خویش
 کہ بے سرو سامانی کے لئے اپنے آپ کا پاؤں
 لے بکشتہ خویش را اندر زحیر
 لے نہ کو میں نے اپنے آپ کو پٹائی میں مار ڈالا
 رزق تو بر نیز تو عاشق ترست
 نیز عشق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے
 کہ زبے صبریت اندلے فضل
 کیونکہ لے بہرہ: وہ تیرا بے صبری کو کھاتا ہے

۱۵ حاجت۔ ایک شخص ایک
 مرید کے ساتھ شہر کی گلیوں
 جا رہے تھے جہاں قحط کا مہرہ
 روٹی کی حرص کی وجہ سے بڑھا
 تھا شیخ ان کی کیفیت
 متکلف ہو کر دیکھنے لگے
 نصیحت کی اور ان سے اپنے نصرت
 سے توکل کا وقت پوچھا
 لے نکلتے ہیں اور شہر قحط
 زدہ تھا روٹی گراں اور کیاب
 تھی۔ از غفلت یعنی غفلت کی
 رزق کی غفلت سے، زحیر
 جیوش، یعنی غلاب۔ از غلاب
 تو روٹی کی حرص میں جا رہے
 تھے غلاب پر بھروسہ نہیں ہے
 توکل۔ تو ان خاصان خدا
 سے نہیں ہے جن کو رزق کا
 حقد دیا گیا ہے بے حقد و محار
 و ہمارے خدا پرست ہونے کی
 گنج۔ حق۔
 ۱۵۔ رزق داروں کے
 لئے کثرت کا تائید موجود
 ہے چونکہ وہ جب خواہا
 ہے تو کھانسی لگاتے لگاتے
 ہے جو رشتہ میں فریادیں
 کہ نصیحت کر دی جاتی ہے اور
 وہ روٹی خرچہ سے کہتی ہے
 کہ تو روٹی کی حرص میں رہا ہے
 اظہار دہی ہے۔
 ۱۵۔ اپنی پیشین گوئی سے
 کیا انسان رزق کا اتنا عاشق
 نہیں ہے جتنا رزق انسان
 کا عاشق ہے، اظہار دہی ہے
 نیز احوال رزق انسانی کو
 تلاش کے اس کے پاس
 پہنچتا ہے۔ عاشقیت۔
 رزق انسان پر عاشق ہے
 اور وہ اس کو کتنا ہے شہر
 میں تیرے پاس پہنچتا ہے
 کیونکہ وہ انسان کی بے صبری

گر تر از صبر بے مذاق آمد

اگر تجھے صبر ہوتا تو مذاق آجاتا

خوشن چوں عاشقان بزرگ

ماشتن کی طرح اپنے ہر تجرہ و ذات

در توکل میری تانید زلیست

زمن میں بیش بسہر ہرگز نہ رہ سکتے جو

ایں تپ لڑ ز خوف و غمیست

بسوک کے ڈر سے یہ جانا اور بکار کیوں ہے؟

حکایت آل گاؤ کہ تنہا در جزیرہ ایست بزرگ حق تعالیٰ

اس جیل کی حکایت جریک بڑے جزیرہ میں آگیا ہے اختلاف اس بڑے جزیرے

آں جزیرہ بزرگ اہر روز پر کند از نبات و ریاحین کہ

کروڑ گھنٹوں اور خوشہ دار بادوں سے بھر رہا ہے تاکہ رات تک

تا علف آل گاؤ باشد تا شب آل گاؤ ہمہ را بچر و وفر

اس میں کھنے چارا ہے وہیں سب کچر پھرتا ہے اور ہسار کی

شود چوں کوہ پارہ چوں شب شود خوالش نبرد از غصہ و

طرح مٹا ہوا ہے بساتین ہر جہاں ہے جس کو رنگ اور ڈر سے نیند

خوف کہ ہمہ صحرار چریدم فراچہ خورم تا ازین غصہ لاغر

نہیں آتے کہ میں نے تمام جگہ چرایا کھ کر کیا چوں ہر جگہ کہ اس

شود و بچوں جلال روز بر خیزد ہمہ صحرار سبز تر و انبوہ تر بیند

رنگے بچے کی طرح لاغر ہو جاتا ہے ہر روز دیکھتا ہے تمام جگہ کو زیادہ سبز ہوا

از بے باز خورد و وفر بشود باز شیش ہماں غم بکیر و ساکت

زیادہ گنا دیکھتا ہے اس میں سے بھر کتا ہے اور مولا ہر جگہ ہے ہر رات کر کے وہی غم

کہ او بچنیں مے بیند و اعتماد نمی کند

اچکاتا ہے سالوں گزشتہ میں کہ وہ بھی دیکھ رہا ہے اور بھروسہ نہیں کرتا ہے

لے حکایت اس حکایت کہ

یہ جانا قصور ہے کہ میں اس

اس جیل کی بے صبری تھی اور

زوق کے عمر میں گھٹ جاتا تھا

یہی حال انسان کا ہے۔

لے ریاحین خوشہ دار ہوتا

بھلا۔ دانت کہ بچے کا لگا

خوشی دہاں۔ عمدہ خوراک

کھانے والا۔

لے جلا صحرار برا سبز ہوا کہ

پل آگیا ہے کہ دن بھر غم

کھا ہوا اور مولا تازہ ہوا کہ

منجیب۔ منجیب، بزرگ

شب۔ رات بھر اس غم میں

رہتا کہ میں نے سب چرگا کہ

کمالی اب کھ کر کیا کھاؤں کہ

فقیں۔ سبز جگر، غم۔

اندرو گاہیست تنہا خوش ہاں

اس میں ایک ایک گاہیل صحرار میں پہلے ہوا ہے

تا شود زفت و عظیم و متعجب

حق کی سزا اور بڑا اور جگہ میں ہوا ہے

گرد و اوچوں تار مولا غر غم

وہ غم سے بال کی طرح کہیں ہو جاتا ہے

تا میاں کرستہ فیصل سبز و کشت

سبز چارا اور کھیتی کر تک ہوتی

یک جزیرہ سبز مست اندر جہاں

دیکھا میں ایک سبز جزیرہ ہے

جگہ صحرار چر دوتا شب

وہ رات تک تمام جگہ کو چر دیتا ہے

شب اندیش کہ فراچہ خورم

راحت میں اس ڈر سے کہ کس کو کیا کھاؤں گا؟

چوں برآید صبح گرد و سبز و کشت

جب صبح ہوتی ہے بھی سبز ہر جگہ ہوتا ہے

اندر آفت گاو با جوئے البقر
 بن جوئے البقر کے ساتھ میں منس جاتا ہے
 باز زفت و قریہ و کمتر شود
 بھر مٹا اور تازہ اور بھاری بن جاتا ہے
 باز شب اندر تپا قدر از قریہ
 وہ ہر رات کو کھڑا بن گئے بخاری بن جاتا ہے
 کہ چہ خواہم خورد فردا وقت خود
 کہ کھانے کے وقت میں کون کب کھاؤں گا؟
 بیچ نیند شد کہ چندین سال من
 وہ کب نہ سہیت کہ اتنے سال سے میں
 بیچ روزے کم نیاید روزیم
 کسی دن بھی میرا روزہ کم نہیں ہوتا ہے
 باز حوں شب میثوداں گا ورت
 پھر بہ رات ہوتی وہ مٹا بھیل
 نفس آنگ و ست کن شت ایں چہا
 نفس وہ بیل ہے اور یہ دیا وہ جنگل ہے
 کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب
 کہ میرٹ ہے میں آئندہ کیا کھاؤں گا؟
 ساہا خوردی و کم نامد ز خورد
 کھانے میں کم کھانا اور نہ کھانے کم نہ ہوا
 لوت پوت خوردہ را ہم یاد آر
 کھانے بھرتے مرنے کو ان کو یاد کر
 قصہ آں گا و رایکسوئے نہ
 اس میں ۷ قصہ ایک طرف رکھ

تا شب آں رای جز او سر بسر
 رات تک نہ اس کو بچ رہتا ہے
 آن تنش از پیہ و قوت پر شود
 اس کا بدن چری اور طاقت سے بھر جاتا ہے
 تا شود لا غسر ز خوف متبوع
 چڑھا کے ڈر سے لاغسر بھر جاتا ہے
 ساہا این ست کاراں بقسر
 اس بھیل کی باتوں سے ہی طاقت رہی
 میخورم زیں سبزہ زار و زیں جن
 اس سبزہ زار اور ایں جن کو چڑھا ہوں
 چیت ایں ترس و غم و دوسوزم
 دھڑکا ہوا خوف اور غم اور دل سوزا کیوں ہے؟
 یشود لاغر کہ آوہ رزق زفت
 لاغر ہو جاتا کہ آوہ رزق غم ہو گیا
 کو می لاغسر شود از خوف ہا
 جو دل کے اندر سے لاغر ہوا جاتا ہے
 لوت فردا از کجا سارم طلب
 کون کی خوراک کہاں سے طلب کروں گا؟
 ترک مستقبل کن و ماضی نگر
 آئندہ کو چھوڑ اور ماضی پر غور کر
 منگر اندر غابر و کم باش زار
 مستقبل کو نہ بھید اور بھال نہ میں
 زان خرو زان شیر ز میغام دم
 اس گدے اور ز شیر کا پیغام دے



سہ جوئے البقر نہ مر جاتا ہے
 جس میں انسان کا کبھی نہ مر جاتا ہے
 پست نہیں ہر جگہ ہے۔ فقر و غنا
 فقر و غنا کی طرح ہر جگہ ہے۔ فقر و غنا
 ساتھ ایک دم نہ ہوتا ہے۔ فقر و غنا
 بیل کی ہی طاقت رہی کہ
 کو کرنا ہر جگہ اور طاقت
 کو کی عمر میں بڑا ہوتا ہے
 اور کبھی نہ سوچا خوف ہوتا ہے
 چنے دنے سال گذشتہ گئے اور
 بھر ہر حال میں ہر جگہ رہا
 ہر جگہ ہے۔
 لکھتی۔ وہ کبھی نہیں ہوتا
 کسی روز بھی نہ مرنے کی طاقت نہیں
 لی رہی ہے تو میں غم کیوں کر
 نقش۔ انسان کے نقش کے
 بیل بھر اور دیکھ کر یہ بھیج
 کہ۔ انسان ہی بھیل کی
 گھاس کے کھانے کو کیا کھانے
 ترک۔ انسان کو پانچے کر
 اضی پر لنگر کر مستقبل کی
 فکر چھوڑے۔
 لکھتے۔ یہ یاد رکھ کر کہ
 لکھتے۔ یہ یاد رکھ کر کہ
 جس طرح کہ کھانا اور پانی
 میں نہ پڑے۔ یہ یاد رکھ کر کہ
 گدے کو شکر کیا ہوتا ہے
 میں شکر کیسے کی توہ پانی
 چنے چھوڑا اور میں نے اس
 دقت میں گدے کو دل بھر کر
 کیا شکر لکھ کر ملائی کیا
 کوں گدہ کہاں ہے تو دقت
 نے جو ہر جگہ ہر جگہ کے
 گدے چھوڑے تو دقت ہے
 سو کے ہر جگہ ہر جگہ کے
 تیرے پاس کیسے آگیا۔

شرح
 گدے نے بہت کچھ کوشش کی اور بہت کچھ ٹالا لیکن بالآخر مغلوب ہو گیا
 کیونکہ اس کو بھوک لگی ہوئی تھی جسے حرص غالب ہو گئی اور صبر تحمل کمزور ہو گیا

اور تجربہ یہ ہوا کہ جان دیدی۔ واقعی روٹی کی محبت بھی بہت بُری چیز ہے کہ یہ سیکڑوں گلے کاٹ دیتی ہے اور لاکھوں جانوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ اسی بنا پر اس خائف شناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کاد الفقراں یکون کفرا مروی ہے۔ کیونکہ بسا اوقات آدمی فقر و فاقہ سے تنگ ہو کر ایساں کھو بیٹھتا ہے اور دین بیچ دیتا ہے۔ خیر تو وہ گدھا بھوک کی تکلیف میں مبتلا تھا اسلئے اس نے کہا کہ اچھا اگر کوٹری کا منکر بھی ہے تو جان بھی تو جانے لگی بلا سے جائے۔ روز کی مصیبت تو چھوٹیں گے۔ ایسی زندگی سے تو مر جانا بہتر ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گدھے نے اگرچہ اول میں تو بکری تھی اور تم کھائی تھی مگر آخر میں اس نے اپنے گدھے پن سے حماقت بھی کی کہ کوٹری کے ساتھ پھر چل دیا۔ حالانکہ وہ ایک مرتبہ خطرہ کا مشاہدہ کر چکا تھا۔ وجہ اس کی کیا تھی محض حرص۔ یہ حرص ایسی بُری بلا ہے کہ اندھا اور احمق اور نادان بنادیتی ہے اور احمقوں پر موت کو آسان کر دیتی ہے حالانکہ ایسا نہ ہونا چاہیے۔ اب سُنو کہ موت احمقوں کی نظر میں بے وقعت کیوں ہوتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کو روح باقی کی چمک حاصل نہیں ہوتی۔ جس سے ان کو موت کے آثار و نتائج کا علم ہو۔ ورنہ وہ ہرگز ایسا نہ کرتے کیونکہ جب ان کو روح باقی حاصل نہیں تو وہ شقی ہیں اور اشیاء کے لیے موت ہرگز مقید نہیں۔ پس ایسی حالت میں ان کا موت پر جرات کرنا سرا سر حماقت ہے پس تم کو کشش کرو کہ تمہاری روح فنا فی اللہ ہو کر باقی بقاء حق اور اس طرح سے مخلد ہو جائے۔ تاکہ تم کو موت کے دن کے لئے سامان حاصل ہو جائے اور تم صیح طور پر موت کے خطرہ سے آزاد ہو جاؤ اور موت واقع میں تمہارے لئے آسان ہو جائے خیر ایک وجہ تو اس کے جانے کی یہ تھی کہ وہ بھوک سے بے تاب تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس کو رازق مطلق پر اعتماد نہ تھا اور نہ سمجھتا تھا کہ خدا غیب سے اس پر بخشش کرے گا۔ حالانکہ حق سبحا نے اب تک اس کو اپنے فضل سے بے روزی کے نہیں رکھا تھا گو کبھی کبھی اس پر بھوک کو بھی تسلط کر دیتا تھا اور یہ کوئی بُری بات نہ تھی کیونکہ اگر بھوک نہ ہو اور ہمیشہ سیری ہو تو کبھی نہ کبھی بیضہ ہو جاوے گا اور بیضہ کے بعد سیکڑوں تکلیفیں پیدا ہو جائیں گی۔

پس بھوک کی تکلیف ان بیماریوں سے اچھی ہے۔ لطف میں بھی، کمی میں بھی اور اثر میں بھی یعنی بھوک کی تکلیف میں لطف و عنایت حق سبحانہ زیادہ ہے بہ نسبت اور تکلیفوں کے۔ نیز بھوک

میں بہ نسبت اور امراض کے تکلیف بھی کم ہوتی ہے اور بہ نسبت اور امراض کے بھوک کے نتائج
 بھی اچھے ہیں پس بھوک اور بیماریوں سے اچھی ہے بالخصوص اسلئے کہ اس میں بہت سی
 منفعیتیں اور خوبیاں ہیں چنانچہ ایک بہت بڑا نفع تو یہ ہے کہ وہ سب سے بڑی دوا ہے اسی بنا پر
 اطباء نے کہا ہے کہ اگر کوئی اس امر کا التزام کر لے کہ جب خوب بھوک لگے۔ تو کھانا کھائے
 اور جب کچھ بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دے ایسا شخص تندرست رہے گا۔ اور جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بھوک موت کے سوا ہر مرض کی دوا ہے پس تم بھوک کو مٹا
 میں جگہ دو اور اسے اس قدر ذلیل نہ سمجھو ایک خوبی بھوک کی یہ بھی ہے کہ تمام نامرغوب کھانے
 اس مرغوب ہو جاتے ہیں برخلاف سیری کے کہ اس تمام مرغوبات مکروہ بن جاتے ہیں۔
 ایک شخص کا واقعہ ہے کہ وہ بھوک کی روٹی کھا رہا تھا کسی نے پوچھا کہ اومیاں! اس کے
 کھانے کو تمہارا جی کیسے چاہتا ہے؟ اس جواب دیا کہ "جناب جب صبر کے سبب بھوک بڑھ جاتی
 ہے تو پھر مجھے یہ بھوک روٹی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ میرے نزدیک حلا ہو جاتی ہے پس جبکہ بھوک
 میں یہ صفت ہے تو آدمی اگر چاہے کہ بالکل حلا ہی کھائے تو وہ صبر کر کے ایسا کر سکتا ہے۔
 اب ہم ان خوبیوں سے قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ بھوک ہر شخص کو تو دی بھی نہیں جاتی
 کیونکہ جانوروں کے لیے تو بہت وسیع چراگاہ موجود ہے یعنی شکم خواروں کے لیے حق سبحانہ
 یہاں غذا کی کمی نہیں۔ پھر ان کو کیوں بھوکا رکھا جائے گا۔ بھوک تو خاصا حق کو دی جاتی ہے
 کہ وہ بمقتضائے الجوع طعام الصدیقین اس غذا سے روحانی حاصل کر کے شیر اور زور آور
 ہو جائیں۔ اور ہر کینہ بھکارے کو بھوک نہیں دیتے اور چونکہ چارہ کی کمی نہیں ہے اسلئے اسکو
 اس جانور کے آگے ڈال دیتے ہیں کہ لے کھا۔ کیونکہ تو اسی قابل ہے کیونکہ تو آب حیات کا طالب
 جانور نہیں۔ بلکہ روٹی کا طالب جانور ہے اب ہم کہتے ہیں کہ اسے طالبِ نان — تیرے
 دل میں مٹی کی فکر کے سوا اور کچھ بھی ہی نہیں اور مجھے مٹی کے سوا کچھ یاد ہی نہیں آتا لیکن تو یہ تو سنا کہ تھے دنوں تک تو
 نے کھانا تو اس کا نتیجہ کیا ہوا کچھ بھی نہیں پس اسی حامل زندگی سے بھوکا مرنے کا بہتر ہے اچھا ہم نہیں ایک حکمت سناتے ہیں
 جس میں تم کو توکل کی ضرورت معلوم ہو سنو! ایک بزرگ اپنے ایک مرید کے ساتھ شہر کو جا رہے تھے وہاں دو ہال ڈیڑھوں
 کی کئی تھیں بنائیں مرید کو بھوکا اور قحط کا خوف اسکی غفلت کی سبب ہر دم زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ شیخ صاحب کشف حق

انکو اسکی اندرونی حالت پر اطلاع تھی لہذا انہوں نے فرمایا کہ ارے تو کب تک پریشان ہوگا
 بھلے مانس! تو روٹی کے غم میں فنا ہو گیا اور صبر تو کل کی طرف سے تو نے بالکل آنکھیں
 بند کر لیں۔ تجھ کو ایسا نہ چاہیے بھائی تو عزیز نازنینوں سے نہیں ہے کہ تجھے بے جواز
 مویز یعنی بے غذائے جسمانی رکھیں گے بھوک تو خواص اہل اللہ کی ادراج کا رزق ہے
 وہ تجھ سے پریشان خاطر گد اگر کو کب ملے گا پس تو اطمینان رکھ تو ان لوگوں میں سے
 نہیں ہے کہ اس مطبخ میں بدوں روٹی کے کھڑا رہے۔ اسلئے
 تجھے روٹی خود ملے گی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو! شکم خوار عمام کے لیے پیالوں پر پیلے اور روٹی
 پر روٹی چلی آرہی ہے یعنی شکم پر دروں کو بکثرت غذا مل رہی ہے حتیٰ کہ جب ان میں
 سے کوئی مر جاتا ہے تو اس کے آگے روٹی چلتی ہے کیونکہ وہ روٹی ہی کے فکر میں جان
 دیدیتا ہے اسلئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس شخص خوف فقر سے اپنے کو ہلاک کر دیا لہذا
 حق سبحانہ کے حکم تکوینی سے اس کے آگے روٹی چلتی ہے جس میں اشارہ ہوتا ہے اس
 طرف کہ اے اپنے کو پریشانی سے مار ڈالنے والے شخص تو تو چل دیا حالانکہ تو تو بزبان حال
 غلو کا مدعی تھا اور روٹی ہنوز ماتی ہے حالانکہ تو اسکو ختم ہو جانے والا سمجھتا تھا لے اٹھ
 کر لے لے (فائدہ: میرودنان پیش پیش میں اشارہ ہے ایک رسم کی طرف اور
 وہ رسم یہ ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو اسکی قبر پر جنازہ کے ساتھ روٹیاں اور اناج
 وغیرہ صدقہ کے لیے لے جاتے ہیں یہ رسم چونکہ بدعت ہے اسلئے ہم نے شرح میں حکم
 حق سبحانہ کو تکوینی کے ساتھ مقید کیا ہے۔ واللہ اعلم) پس جبکہ حالت یہ ہے کہ تو تم کو خدا
 پر بھروسہ چاہیے اور خوف فقر سے تھرا نا چاہیے۔ اسلئے کہ جس قدر تم رزق پر عاشق ہو
 اسکی زیادہ خود رزق تم پر عاشق ہے۔ شاید تم کہو کہ عاشق ہے تو تمنا کیوں نہیں۔ سو بات یہ
 کہ وہ عاشق مضر ہے مگر تمہاری بے صبری کا اسے علم ہے اسی لیے وہ توقف کرتا ہے لیکن
 اگر تمہیں صبر ہوتا تو وہ خود آتا اور عاشقوں کی طرح اپنے کو تمہارے اوپر ڈالتا پس تم کیوں
 بے صبر ہو اور فقر و فاقہ سے کیوں ڈرتے ہو۔ تم تو کل کو و۔ تو کل میں تم مستغنیانہ زندگی بسر

کر سکتے ہو۔ اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں۔ جس سے تم کو بے صبری کا
 لایعنی ہونا معلوم ہو اور تمہاری توکل کو قوت ہو۔ دنیا میں ایک سرسبز جزیرہ ہے اور ایک
 تنہا گائے ہے وہ شام تک تمام جنگل چر لیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ خوب موٹی تازی ہو جاتی
 ہے لیکن رات کو اس خیال سے کہ کل کو کہاں سے کھاؤں گی نہایت دہلی ہو جاتی ہے
 پس جبکہ اگلا دن ہوتا ہے تو جنگل ہرا ہو جاتا ہے اور خیر اور کھیتی کر کر تک ہو جاتی ہے
 اس میں گائے بے تابانہ گھسیتی ہے اور شام تک سب کو صاف کر دیتی ہے اور پھر خوب موٹی
 تازی ہو جاتی ہے اور اس کا جسم چربی اور قوت سے بھر جاتا ہے مگر رات کو پھر وہ ڈرتی ہے
 تا آنکہ وہ اس خوف سے کہ کل کو کھاس کہاں سے ملے گا دہلی ہو جاتی ہے۔

غرض کہ برسوں سے اس کا یہی کام ہے اور وہ ہرگز نہیں خیال کرتی کہ میں اس سبز
 نزار اور اس چمن میں اتنے دنوں سے کھاس کھا رہی ہوں اور میری روزی اصلاً کم نہیں ہوتی پھر
 یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے اور جب رات ہوتی ہے تو وہ موٹی تازی گائے خواہ
 مخواہ دہلی ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ ملے میرا رزق جاتا رہا۔

یہ قصہ تو سن چکے اب سنو کہ نفس اُس گائے کے مانند ہے اور دنیا اس جنگل کے
 متسا ہے کیونکہ وہ ہر روز کھاتا ہے مگر پھر روٹی کے خوف سے گھلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے
 میں کل کو کیا کھاؤں گا اور کل کو روٹی کہاں سے حاصل کروں گا اس کی کوئی کہے کہ اسے احمق بتونے
 برسوں کھایا اور کھانے میں کمی نہیں آئی تو آئندہ کی فکر چھوڑ۔ اور گزشتہ زمانہ پر نظر کر اور
 جس قدر تو غذا کھا چکا ہے اس میں غور کر کہ وہ کہاں سے آئی تھی جہاں سے وہ آئی تھی وہیں
 اور آئیگی پس تو آئندہ کی فکر چھوڑ اور دُلا مت ہو۔ اچھا اب گائے کے قصہ کو الگ
 کرنا چاہیے اور گدھے اور شیر کی حالت بیان کرنی چاہیے۔



صید کردن شیر آں خراوتش شدن شیر از کوشش و رفتن
خبر از این گم کرد کشتار کرینا اور محنت کی وجہ سے شیر کا پھاسا ہوا اور پھر پر جانا

بہشتہ تآب خور تا باز آمدن شیر روباہ جگر بند دل گردہ
کار بان ہے ، شیر کے واپس آنے تک دھڑی گم رہے گا جگر اور دل بند گردہ کبھی

خرا خورده بود کہ لطیف ترست شیر طلب کرد دل و
حق کیونکہ خدا شیر نے شمشیر کی تو دل پر جسک نہ پانا

جگر نیافت از روباہ پر سید کہ دل و جگر و گردہ کجاست
دھڑی سے دریافت کیا کہ دل اور جگر اور گردہ کہاں ہے

رو بہ گفت اگر او را دل و جگر بودے اینخاں سیاستے کہ
دھڑی نے کہا ، اگر اس کے دل و جگر ہوتا تو وہ حق جانی نے اس دلی دیکھ نہ تھی

دیدہ بود آں روز بہر از حیلہ جان بر دہ بود کہ بر تو باز آمد
میں سے ہزار میل سے جان بچائی تھی تقریباً پس کب ۱۲۰

لوگنا نسمعہ او نغفل ماکے ننا من اصحاب السعیر
اگر ہم نہ سنتے اور نہ سمجھتے تو روزِ قیامت والوں میں سے نہ ہوتے

بزد خرا و رہبک تابیش شیر
دھڑی گم کر شیر کے سامنے گئی

تشنہ شد از کوشش آں سلطان
محنت کی وجہ سے وہ روزِ قیامت کا بادشاہ یہاں رہ گیا

رو بہک خور دآں جگر بند دل
دھڑی اس کا جگر اور دل کس گئی

شیر چون داشت از چشمہ مخور
شیر جب چتر سے خواگ کی جانب واپس آیا

گفت یو بہ را جگر کو دل چہ شد
گفت کہ یو بہ را جگر کہاں ہے ، دل کہاں ہوا

شیر چون داشت از چشمہ مخور
گفت اگر یو بہ و را دل یا جگر
اس نے کہا اگر اس کے دل یا جگر ہوتا

۱۱۵ لے لوگنا۔ روزِ قیامت
میں کہیں گے اگر تم سمجھ بات
نہیں سمجھتے اور نہ سمجھتے تھے
روزِ قیامت میں نہ ہوتے ، نہ جگر
نہیں دھڑی ، نہ جگر اور نہ جگر
کا بادشاہ رہتا۔

۱۱۶ روزِ قیامت۔ جب شیر پانی
پیتا تھا تو دھڑی کو سرخس
نہا رہ گئے اور دھڑی کا کمان
شیر سمجھنے واپس نہ کر دیا
گم کر کا دل و جگر پرورد تھا۔

۱۱۷ لے لوگنا۔ شیر نے دھڑی
سے کہا دل اور جگر تو ہر جانور
میں ضرور ہوتے ہیں وہ اس
گم کر کے کہیں ہیں ، اگر نہ
دھڑی نے کہا اگر اس گم کر
کے دل و جگر ہوتا تو یہ دوبارہ
تیرے پاس گئے ۱۲۰۔ آں جگر
میں گم کر نے تیرا قیامت غیر
حلال کیا تھا اور یہاں پہلے
شیر کے ہی گم کر تھا۔

پارہ پارہ کر دس آں شیر دلیر
اس بہادر شیر نے اس کے کھڑکے کو کھینچ لیا

رفت سوئے چشمہ تا آبے خور
چتر کی جانب گیا ، کار بان ، دل سے

آں نماں چون فرصتہ فداش
اس وقت چونکہ اس کو موقع ہوا

جست در خردل نہ دل بندے جگر
گم کر سے دل بندہ نہ دل تھا نہ جگر

کہ نباشد جانور رازیں دو بند
جانور میں یہ دونوں لازمی ہوتے ہیں

لے بدیں جا آمدے بار دگر
دو بارہ اس جگر کب ۱۲۰

واں زکوہ قتال ہول گر پز
دو پہاڑ سے گرنا اور خوف اور ہراس

گر مگر بودے دُلیا دل بُدے
اگر اس کے جسک ہوتا دلیا دل
چوں نباشد نور دل دل نیست
جب دل میں نور نہ ہو تو وہ دل نہیں ہے
آں زجا ہے کوندار دُور جاں
وہ خیفہ جو جان کا در نہیں رکنا
نور مصباح ست اید و الجلال
چراغ کا نور خدا کی عطا ہے
لاجرم در ظرف باشد اعتدال
لامعاد ظرف میں قند ہے
نور شش قندیل چوں اسی قند
جب جہ قندیلوں کا نور بلا دیا
آں جہود از ظرفها مشرک شد
جہودی ظہور کی وجہ سے مشرک بن گیا
چوں نظر بر روح افتد مورا
چونکہ اس کی نگاہ مدح پر پڑتی ہے
چوں نظر بر ظرف افتد روح را
جب مدح کی نظر ظرف پر پڑتی ہے
چونکہ آتش ہست جو خود آں بود
جس نہر میں پانی ہے، نہر دی ہے
ایں نہ مردانند اینہا صورت اند
مرد نہیں ہیں، یہ صورت ہیں

بار دیگر کے بر تو آمدے
دوبارہ تیسرے پاس کس ۳۲؟
چوں نباشد روح جو دل نیست
جب روح نہ ہو تو جتنی کے سوا کچھ نہیں ہے
بول قارورہ است قندیش خواں
اُس کو قندیل کہہ وہ پیشاب کی خیش ہے
صنعت خلقت آں شیشہ فرمال
مشیت اور دلیا مخلوق کی کارگری ہے
در لہب با نبود آلا اتحاد
روشنیوں میں اتحاد کے سوا کچھ نہیں ہے
نیست اندر نور شاں اعداد چند
اُن کے نور میں قندہ اور شمار نہیں ہے
نور دید آں مومن مذکر شمت
مومن نے نور دیکھا وہ شمس بن گیا
پس یکے بند خلیس و مصطفیٰ
پس نے خلیل اور مصطفیٰ کو ایک دیکھتا ہے
پس دو مین شیشہ او نور را
دو مشیت اور نور کو دو دیکھتا ہے
آدمی آنت کورا جان بود
آدمی وہی ہے جس میں جان ہو
مردہ نانند و کشتہ شہوتند
مردی پر جان بیٹھ دلیا میں اور شہوت پر قربان ہیں

لے کر مگر رہے۔ اگر دلیا
مگر نہ تاقہ دلیا نہ آتا۔
چوں نباشد جس صفت کا جو نام
ہے اگر وہ صفت کا جو نام نہیں
کونادو گوارہ صفت ہی نہیں
دل میں جب نور نہ ہو تو وہ
دل نہیں۔ انسان میں مدح نہ
ہو تو وہ نفس غی کا جھٹکا ہے
آں زجا ہے جس فیض میں غنی
نہیں وہ قندیل نہیں بلکہ
پیشاب کی خیش ہے شیشہ
یعنی قندیل کا شیشہ سقاں
یعنی جلی کا چرغ۔
۳۲۔ اجرم۔ چلوں اور
قندیلوں میں قندہ اور دلی
ہے اُن کی روشنی جو جلی میں
ہے اُس میں وحدت ہے۔
اُن جہود بہودنے بند کے
اجسام پر نظر کی توان میں قندہ
سبب جہود ہوا جان لے اور
بعض کا ذکر کیا مومن نے
اجسام اور ذرات پر نظر کی
بلکہ روح اور نور کو دیکھا جس
میں وحدت ہے نور کا حقیقہ
ہو کہ لا فخرین بحق الخدا
جس رسولیہ ہم اُس کے
صلوں میں سے کسی میں توفیق
نہیں کہے ہیں؟
۳۳۔ جو نہر تو دی ہے جس
میں پانی ہو کہ وہی دی ہے جس
میں روح ہو۔ جی۔ عوام ہوتا
نہیں جی نور میں ہی ماکو زندہ
جی نہ سمجھو یہ شہوت کا دلی
کے متعلق ہیں

شرح

الفقہ لومڑی گدھے کو شیر کے پاس لگئی اور شیر نے اُسے چیر بھاڑ ڈالا
چونکہ ضعیف تو تھا ہی اسکی ساتھ مشقت کی۔ اسکی اس پر حوارت کا
غلطہ ہوا اور پیاس لگ گئی پیاس بھانے کے لیے وہ چشمہ پر گیا لومڑی کو موقع ملا اسنی دل اور
جگر کو کھالیا۔ جب شیر پانی پی کر کھانے کے لیے لوٹا تو اسنی دل تلاش کیا مگر اسکو نہ اس میں

دل ملانہ جگملا۔ اسٹیل لوٹری سے کہا کہ آخِ دل کہاں گیا اور جگمگایا ہوا۔ کیونکہ جانور میں ان دونوں کا ہونا تو ضروریات سے ہے۔ لوٹری نے جواب دیا کہ حضور اگر اس کے اندر دل یا جگر ہوتا تو یہ پہلا دوبارہ آتا ہی کیوں۔ کیونکہ وہ قیامت اور محشر کا نمونہ جو گزر چکا ہے اور وہ پہاڑ سے گزرا اور خوف اور بھاگڑ وہ خود اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا پس اگر اسٹیل اندر دل یا جگر ہوتا تو دوسری دفعہ آپ کے پاس آتا ہی کیوں۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحبو! جب دل میں نور نہ ہو جو دل کی رُوح ہے تو وہ دل نہیں ہے اور جبکہ اس میں رُوح نہ ہو تو وہ محض ایک گوشت پارہ اور مٹی ہے۔ دیکھو جو شیشہ کہ اپنے اندر نور نہیں رکھتا جو کہ اس کی جان ہے۔ وہ قارورہ کا شیشہ ہے اُسے قندیل نہ کہنا چاہیے کیونکہ جو کمال کی چیز ہے تو اس میں نور چراغ ہے کیونکہ وہ عطائے کردگار ہے باقی رہا شیشہ قندیل یا چراغ کا ٹھیکرا۔ سو وہ تو کچھ بھی نہیں کیونکہ مخلوق کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں پس جبکہ اس میں وہی شے نہیں جس کا کمال ہے تو کیا کہ وہ بمنزلہ لاشے کے ہے اس مقام پر ہم کو ایک مناسب مضمون یاد دلا گیا پس ہم اس کو بیان کرتے ہیں کہ چونکہ قدر شعلہ چراغ کامل ہے اور خال و شیشہ ناقص۔ یہی وجہ کہ ظروف یعنی سفال و شیشہ میں تعدد ہوتا ہے اور شعلوں میں صرف اتحاد ہوتا ہے چنانچہ جب قندیلوں کے الوار مل جائیں تو وہ سب ایک ہوتے ہیں اور ان میں تعدد و تفرق نہیں ہوتا۔ پس یہی حالت ارواح و اجسام انبسیار کی سمجھو کہ ان کی ارواح کے الوار متحد ہیں اور اجسام مختلف۔ پس چونکہ کفار مکہ نے اجسام پر نظر کی اور ابراہیمؑ اور مصطفیٰؐ کو دیکھا اور اپنے شرک کو دین ابراہیمی خیال کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مانے پایا تو وہ مشرک رہے اور مومنین نے ان کے الوار کو دیکھا اور دونوں کو ایک جانا۔ تو وہ حقیقت شناس ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کا حکم سمجھا اور بُت پرستی کو ترک کر دیا۔

پس خلاصہ یہ نکلا کہ جب آدمی کی نظر رُوح پر پڑتی ہے تو وہ ابراہیمؑ اور مصطفیٰؐ یعنی انبیاء کو ایک سمجھتا ہے اور جبکہ اس کی رُوح کی نظر اجسام پر پڑتی ہے

تو وہ شیش علیہ السلام اور نوح علیہ السلام یعنی انبیاء کو دیکھتا ہے چنانچہ کفار نے اجسام پر نظر کی تو تو من ببعض و نکثر ببعض کیا اور مومنین نے ارواح کو دیکھا۔ تو لا فترق بین احد منہم سلسلہ کیا۔

خیر یہ مضمون تو لطیف تھا کہنا ہم کو یہ ہے کہ دیکھو جس ندی میں پانی ہوتا ہے ندی حقیقی وہی ہے علیٰ ہذا آدمی وہی ہے جس میں حق شناس رشح ہو۔ رہے یہ لوگ جو تم کو دکھائی دیتے ہیں یہ آدمی نہیں ہیں بلکہ آدمیوں کی تصویریں ہیں کیونکہ یہ حق شناس نہیں ہیں بلکہ عاشق نامان اور مخلوب شہوت ہیں اس پر ہمیں ایک حکایت یاد آگئی۔

حکایت۔

حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ
بظاہر انسان بہت ہی ایک
وہ انسان میں ہی انسانیت
پر کیا ہے۔

لے آئے۔ ایک خدا
ماضی و ہر روز بھنے ہوئے
بکرہ دھڑکا ہوا تھا جی۔
دن میں چراغ کی روشنی سے
جوش کا خانہ اصول علی
کی بات ہے تو چراغ نے کہا
تو جی کر رہا ہے۔ گفتہ: اے
ماضی خدا نے کہا میں ہر پہا
ایسے آدمی کی خوشی میں ہوں
جوانہ کی عطا کردہ رزق
سے زہد ہر اور کے کوئی
انسان نہیں کہہ سکتا
میں بہرہ بخش نے کہا کہ
یہ سارا امانت انسانوں سے
پناہ دے اور تجھے کوئی امانت
نہیں آتا۔
لے لے لے لے لے لے لے
خدا نے کہا میں ایسے انسان کا
تو جی میں ہوں جو وہ حالتوں
میں منت اور عرصے کے وقت
یہ دے رات پہنچا ہوا

حکایت آل راہب کہ روز با چراغ میگشت در میان
اُس درویش کی حکایت جوں میں چراغ نے ہوئے بازار میں۔ چکر لگتا تھا اُس
بازار از سرِ حاتمے کہ اور ابود
باطنی حالت کی وہی ہے جس کی ماضی تھی

گر دیوار از روش پر عشق و نور
بازار میں، اور اسی کا دل عشق و نور سے پُر تھا
ہیں چہ مجھ کو بسوئے ہر روز کان
ہر روز کان کے پاس قریب اُسر رہا ہے؟
در میان روزِ رُخسارِ میت لاغ
روکش دن میں رہا، کیا خان ہے؟
کہ بُودے از حیاتِ اُل دے
جوشِ ماضی کی زندگی سے زندہ ہو
میں کیا ہم پہنچ و حیراں گشتاُم
میں کسی کو نہیں پتا کہ جوں اور حیران ہو گیا ہوں
مردانند آخرائے دانائے خُر
لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے
درِ رُخسارِ حشم و ہنگامِ شہر
غیر کے راستہ میں اور مسدود کے وقت

آل کے با شمع بزمِ گشت روز
ایک شخص دن میں چراغ نے ہوئے گھر میں تھا
بوالفضولے گفت اور کا فلا
ایک بہرہ دے اُس سے کہا کہ اے فلاں!
میں چہ میگوئی تو جیاں با چراغ
ایک تو چراغ نے ہوئے کیوں گھر میں ہے؟
گفت مجھ کو ہم بہرہ شو آدمے
میں نے کہا میں ہر جانب انسان بخش کر رہا ہوں
گفت میں جویاں انسان گشتاُم
میں نے کہا میں انسان کا جواں بنا ہوں
گفت مردے ہست میں بازار پر
افسوس! بڑے کہا، یہ بازار بھرا ہوا ہے
گفت خواہم مردِ بَر جادہ دورہ
میں نے کہا میں دور رہے راستہ پر انسان چاہتا ہوں

وقت

اشر، نظر آویں، انکو نہ جانے گا
ہر وہیکہاں صاب غم درآ
جیسے پیش میں بادشاہ
جیسے پیش میں خوب خزانہ
کرا، گویا آدمی کے من چلے
قوس شہر بان فرای کر دوں
سہ گفت۔ من شخص نے
کہا ہوا انسان مارا دیکھ کیا
ہے انکا بلا دشوار ہے تر
نہا، خداوند کی کے حکم سے
خاص ہے اور انسان کے
افعال کس کا اختیار فیصل
سمتا ہے۔ انکو انسان
۱۴ اپنا اختیار کہاں ہے اس
وقت تیرے ہند، آدمی ہے۔
لے تنگ تقدیر کے سامنے
تدیر ہے کہ ہے اور تنگ
خانہ کو تقدیر پانی کر رہی ہے۔
لے تو نے یہ جو رکھا ہے کہ
راست تیرے قدم لے کر آئے
ہیں تیری خام کاری سے سب
کو تقدیر کرتا ہے چرخ کیا
تو ظاہری اسباب پر نگاہ رکھنا
ہے اور حقیقی سبب کے غافل
ہے خاک۔ تو ظاہر پر نظر
رکھنا ہے حقیقت اور باطن
تجربہ شدہ ہے۔
لے دیکھا ہی جس طرح ایک
بیزگ کے چرخ نہیں کھاتی
اسی طرح اسباب ظاہری بغیر
کوثر حقیقی کے کچھ اثرات نہیں
رکھتے ہیں۔ حضرت
ایرٹ کا صبر و شہر ہے خدا
نے انکو بھی حکم دیا تھا کہ اپنے
صبر کو نہ دیکھ صبر دینے والے
کو دیکھ جتنی دہشت کو نہ
دیکھ نہ ہٹ چلانے والے کو
دیکھ

وقت خشم و وقت شہوت مرگ

غم کے وقت اور شہوت کے وقت انسان کہاں ہے؟
کو دریں دو حال مرے درجہ
دیاں ہیں ان دو حالتوں میں انسان کہاں ہے؟
گفت نادر جینہ جوئی و لیک
میں نے کہا تو کیا چیز تلاش کر رہے ہیں
ناظر فرعی زاصلے بے خبر
تر شاخ کو دیکھنے والا ہے اصل سے بے خبر ہے
چرخ گرداں را قضا گمرہ کند
قضا گمرہ سے ملے آسان کو گمراہ کر دیتی ہے

تنگ گردانہ چہ ان چارہ را

د تدبیر کی دیکھ کو تنگ کر دیتی ہے
لے قرآن دہ را گام گام
لے وہ کو تو نے، قدم قدم راستہ طے کرنا قرار دیا
چوں بدیدی گردش تنگ آسا
جو کہ تو نے پہنچنے کے پتھر کے پتھر کو دیکھا ہے
خاک را دیدی برآمد بر ہوا
تو نے ہوا پر گز کو دیکھا ہے
دیکھا نے فکرمی بینی بگوش
تو نے فکر کی دیکھوں کو جوش میں دیکھا ہے
گفت حق ایوب را در کمر مت

اعزاز میں اشر (جائے) نے، حضرت، اور چرخ

ہیں بصیر خود کن چندین نظر
خبردار! اپنے صبر پر زیادہ نظر نہ کر
چند بینی گردش دولاب را
دہشت کی گردش کو کب تک دیکھے گا؟

طالب مردے دواغم کو بگو

میں ایسے انسان کی طلب میں کو کچھ بدتر نہیں
تا فدا لے اؤ غم امروز جاں
آکر آج میں اُمی پر جان مستان کر دوں
غافل از حکم قضائی نیک نیک
تو (اشر کی) قضا کے حکم سے! نکل غافل ہے
فرع ما یم اصل احکام قد
ہم شاخ میں، تقدیر کے احکام اصل ہی
صد عطار در اقصا ابلد کند
قضا سبکدوش عطار کو بے وقت بنا دیتی ہے

آب گردانہ حدید و خارہ را

وہ لہے اور (سنگ)، خارہ کو پانی بنا دیتی ہے
خام خامی خام خامی خام خام
تر کتا ہی کتا ہے، کتا ہی کتا ہے، کتا، کتا
آب جو را ہم میں آخر سیا
آ، بالاخر نہر کے پانی کو بھی دیکھ لے
در میان خاک سنگر باد را
گرد کے درمیان ہوا کو دیکھ لے
اندرا آتش ہم نظری کن بہوش
برش سے آگ کو بھی دیکھ لے

من بہر مویبت صبر نے ادمت

میں نے تجھے ہر ہر حال کی برابر صبر دیا ہے
صبر دیدی صبر دادن را نگر
تو نے صبر دیکھا ہے، صبر دینے کو دیکھ لے
سر بردن کن ہم ہیں میراب
سر زہر کو نکال پانی والے کو بھی دیکھ لے

چرخ۔ تقدیر خداوندی آسان کو ہی راست سے بھٹا دیتی ہے مہم دستاہ جو آسانی کا شئی ہے
نہی کو تقدیر اعلیٰ بنا دیتی ہے۔

تو ہی گوئی کرمی بنیم ویک
 تو کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں ، لیکن
 گردش کف را چو دیدی مختصر
 جب تو نے دریا کے مختصر جھاگ دیکھے
 آنکہ کف را دید سر کو باں بود
 جس نے جھاگ کو دیکھا اس نے سر پیشا
 آنکہ کف را دید نیتہا گشت
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ نہیں کرتا ہے

آنکہ کفہا دیدہ باشد در شمار
 جس نے جھاگوں کو دیکھا وہ گنتہ میں ہے
 آنکہ کف را دید در گردش بود
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ پلڑ میں ہے
 آنکہ کف را دید بیگارش کند
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس سے بچلے رہتا ہے
 آنکہ کف را دید گردش او
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس کا ست نجات
 آنکہ کف را دید آید در سخن
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ باتیں بناتا ہے
 آنکہ کف را دید پا لودہ شود
 جس نے جھاگ کو دیکھا وہ صاف کیا جاتا ہے

دید آخر ائیں علامتہا ست نیک
 اس کے دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں
 حیرت باید بدریا درنگر
 تجھے حیرت در کا ہے ، دریا کو دیکھ
 وآنکہ دریا دید او حیراں بود
 جس نے دریا دیکھا وہ حیران ہے
 وآنکہ دریا دید دل دریا کند
 اور جس نے دریا دیکھا وہ دل کو دریا بنا لیتا ہے

وآنکہ دریا دیدہ شد بے اختیار
 اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے اختیار ہو گیا
 وآنکہ دریا دید او بغیش بود
 اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے کھٹ ہے
 وآنکہ دریا دید بردارش کند
 اور جس نے دریا کو دیکھا وہ اس کو سول پر چھا دیتا ہے
 وآنکہ دریا دید باشد عسری ہو
 اور جس نے دریا کو دیکھا وہ عسری فرق ہو جاتا ہے
 وآنکہ دریا دید شد بے ماوین
 اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بیخود اور بے لگاتار ہوتا ہے
 وآنکہ دریا دید آسودہ شود
 اور جس نے دریا کو دیکھا وہ آرام سے ہو جاتا ہے



انگو جو جس قیانت کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل دریا سے حقیقت سے جھاگھتا ہے اپنے عمل کو کہی
 طرف حسب سمجھ کر مختلف بنیں ایسی ہی کرتا ہے۔ وآنکہ دریا جس نے بحر حقیقت کو دیکھا ہے اس
 کا دل اس قدر وسیع ہے کہ وہ سب کچھ نہایت اندھ بھٹا ہے۔

تو ہی۔ تیرا عروا تو ہے
 کہ تو حقیقت سب کو دیکھتا ہے
 لیکن حقیقت سب کو دیکھنے والا
 کی ایک حالت میں تیرے لئے
 نہیں ہے۔
 گزشتہ میں نے ان قیانت
 کی جو بہت تھوڑے ہیں اور
 یہ ہیں پہلی دیکھی ہے کہ غرض
 حیرت میں پہنچتا تو دریا سے
 حقیقت ذات باری تعالیٰ
 پر نظر کرتا آنکہ جو عرض قیانت
 پر نظر رکھتا ہے اور اُنکو دریا سے
 جدا ہوتا ہے کہ وہ اس
 سمجھ سے کہتا ہے کہ غرض دریا
 وہ دھرت پر نظر رکھتا ہے اس کو
 موردِ عزت حاصل ہو رہا ہے۔
 لے آنکہ گھبراہٹ میں غرض دریا
 حقیقت سے غافل ہے اور
 غرض بھٹکوں اور جھاگوں کو
 دیکھ رہا ہے وہ اپنے افعال
 کو شمار کرتا ہے کہ کتنا کتنا
 اور کتنا غصہ رہا ہے اس کو وہ
 شخص جس کی دریا پر نظر ہے
 اپنے اختیار میں افعال کو بھی
 سمجھتا ہے کہ یہ اختیار بھی
 خدا کا عطا کردہ ہے کہ غرض
 بدو میں اپنے شخص کو کہیں
 حاصل نہیں ہوتا ہے غرض کہ
 میں نہیں کو ایمان حاصل
 ہو جاتا ہے۔ نتیجہ میں میں
 دریا کے دھندلوں سے لگتا
 ہے اور آخری اجڑے ہو کر
 رہتا ہے۔ ہر دانش مند
 وہ غلوں کو نہ کر کے نالکی
 خدمت میں لگ جاتا ہے۔
 لے مست اور غلوں میں
 است ہر کھڑا ہے غافل ہو
 جاتا ہے۔ غرض جو میں فنا
 فی اللہ۔ درجن مصرع
 آخر کفر شد غرض باز نہ

انگو جو جس قیانت کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل دریا سے حقیقت سے جھاگھتا ہے اپنے عمل کو کہی

شرح

ایک شخص دن کے وقت شمع لئے ہوئے کسی مطلوب کے عشق اور سحر سے بھرا ہوا بازار میں گھوم رہا تھا ایک فضول نے کہا کہ خباب آپ ہر دکان کے سامنے کیا ڈھونڈتے ہیں ارے آپ روز روشن میں چراغ سے کیا تلاش کرتے پھرتے ہیں یہ کیا مذاق ہے اس نے جواب دیا کہ میں ہر طرف ایک ایسے آدمی کو تلاش کرتا ہوں جو حق سبحانہ کے نفع روح سے زندہ ہو یعنی عارف ہو اس نے یہ بھی کہا کہ میں ہر طرف آدمی کو تلاش کرتا ہوں مگر مجھے بالکل نہیں ملتا اور اس نے میں حیران ہوں اس نے کہا کہ صاحب! آدمیوں سے تو بازار بھرا ہوا ہے آخر یہ بھی تو آدمی ہیں اس نے کہا کہ میں ایسے آدمی تلاش نہیں کرتا مجھے تو ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو دُورستوں پر مرد ثابت ہو ان میں سے ایک راہ غضب ہے اور دوسرا راہ جحش اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ غصہ اور خواہش نفس کے وقت مرد کہاں ہے۔ اور میں ان دونوں صفوں کے مرد کو کوچہ کوچہ تلاش کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ جو ان دو حالتوں میں مرد ہو۔ ایسا شخص دنیا میں کہاں ہے تاکہ اس پر آج ہی جان قربان کر دوں چونکہ اس گفتگو سے مقصد اس شخص کا لوگوں کو نصیحت کرنا اور یہ کہنا تھا کہ تم کو ایسا ہونا چاہیئے چنانچہ طریق جستجو اس پر شاہد ہے اس نے عجیب نے جواب میں جبر سے تمک کیا۔ اور یوں جواب شروع کیا۔ آپ واقعی ایک عجیب چیز تلاش کرتے ہیں جو کہ دستیاب نہیں ہوتی۔ مگر یہ آپ کی غلطی ہے کہ اس میں بندوں کو مجرم ٹھہراتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کی حالت اس پر شاہد ہے اور یہ آپ کے حکم قضا کے نہایت سخت عقلت ہے آپ فرع کو دیکھتے ہیں مگر اصل کو نہیں دیکھتے اصل تو احکام قدہ ہیں۔ یہ ہے ہم اسوہم تو اس کے تابع ہیں پس جیسا حکم قضا قدہ ہے ہم فیسے ہی بن جاتے ہیں پھر اگر ہم میں لیا آدمی نہیں ہے جیسا آپ چاہتے ہیں تو الزام کی کیا بات، بدل حکم الہی کے ہم ایسے بن کیسے سکتے ہیں پس یہ آپ کی نصیحت فضول ہے انسان تو کیا چیز ہے قضا قدہ میں تو وہ قوت ہے کہ اس وضع خاص سے پھرنے والے آسمان کو اس روش سے پھیر دے اور عطار د جو کہ دُورسیر فلک ہے اس جیسے سینکڑوں کو اہل حق کر دے اور عالم تدبیر کو اہل تنگ کر دے کہ کسی تدبیر نبی بن پڑے اور نہ ہو اور نہ ملے کار کو پانی بنا دے پس اس شخص جس نے راہ خدا کو

اقدام انسان اور اس کی سعی سے ملے ہوئے الا قرار دے کھادی تو ممنوع حرام ہے۔ خام ہے خام ہے خام ہے تو نے انسانی تصرفات کو دیکھ لیا اور اس کو مختار سمجھ لیا اور مختار سمجھ لیا اسے ملزم ٹھہرا دیا اور نصیحت پر آمادہ ہو گیا۔ آخر تجھے اس پر تو نظر کرنی چاہیے جو اس مشین کو چلا رہا ہے اور جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کو گھومتے دیکھا ہے تو تجھے پانی کو بھی تو دیکھنا چاہیے جو اس کو گردش دے رہا ہے نیز تو نے خاک کو ہوائیں حرکت کرتے دیکھا ہے مگر تجھے خاک کے اندر ہوا کو بھی تو دیکھنا چاہیے نیز تو افکار کی لاندیاں پکتے دیکھا ہے مگر تجھے تصرف حق سبحانہ کو بھی تو عقل سے دیکھنا چاہیے جو انہیں پکار رہی ہے غرض کہ آدمی مجبور اور تابع اختیار خداوندی ہے پس وہ قابل ملامت نہیں ہے۔

میکے اس بیان کی تائید اسگس ہوتی ہے کہ حق سبحانہ نے ایوب علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ ہم نے تمہارے بال بال کو صبر عطا کیا ہے پس تم اپنے صبر پر نظر نہ کرنا تم نے صبر ضرور کیا ہے۔ مگر یہ تو دیکھو کہ صبر دیا کس نے ہے پس تم اپنے صبر پر گھنڈ نہ کرنا۔ بلکہ ہمارے معنوں ہونا۔ پس اے شخص تو گردش دو لاپ پر کب تک نظر کرے گا اور کب تک اس کو اس حرکت میں مختار سمجھے گا۔ ذرا سراپا ہر نکال اور دو لاپ چلانے والے کو دیکھ کہ وہ چلا رہا ہے ورنہ دو لاپ کیا چیز ہے تو کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں اور میں قصداً و قدر کا منکر نہیں ہوں لیکن جناب دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں جو تم میں نہیں پائی جاتیں اس لیے یہ محض تمہارا زبانی دعوئے ہے۔ اچھا۔ جبکہ حرکت خس و خاشاک۔ یعنی مساعی انسانہ کو ناچیز سمجھا ہے جیسا کہ تمہارا دعوئے ہے تو تم کو حیرت چاہیے اور صفت تعطل تم پر غالب ہونے چاہیے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ خود تمہارے اس دعوئے ظاہر ہے پس تم کو دریا (متصرف حقیقی) پر نظر کرنی چاہیے اور مساعی انسانہ کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔

دیکھو جو شخص صرف کف پر نظر کرتا ہے اور انسان کو فاعل مختار سمجھتا ہے وہی سراپا اور مساعی میں سرگرم ہوتا ہے۔ اور وہ شخص جو کہ دریا کو دیکھتا ہے اور حق سبحانہ کو متصرف سمجھتا ہے وہ توجیران اور معطل ہوتا ہے اور جو کف کو دیکھتا ہے وہی ارادہ کرتا ہے کہ میں آج یہ کروں گا اور کل وہ کروں گا اور جو شخص دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے دل کو دریا کر لیتا ہے یعنی نہایت وسیع

الاضاق ہو جاتا ہے کہ نہ کسی پر طعن و تشنیع کرتا ہے اور نہ کسی کو بند و نصیحت کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے بقضائے الہی ہو رہا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے وہ ہی کہتا ہے کہ ہم بھی قابلِ شہسوار ہیں یعنی اپنے کو ہی فاعلِ مختار سمجھتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے کو جہادِ محض جانتا ہے اور تعطل اس پر غالب ہوتا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے وہی گردش میں ہوتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اس نقص سے منزہ ہوتا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے وہی اسکی بیگار کرتا ہے یعنی استرضائے خلق کے لئے ان کی خدمت کرتا ہے رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ انکو سولی دیتا ہے اور ب کو آگ لگاتا ہے اور جو شخص کف کو دیکھتا ہے وہ اسی پر عاشق ہوتا ہے رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ سراسر اس میں مشغول ہوتا ہے اور جو شخص کف کو دیکھتا ہے وہی گفتگو کرتا ہے رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے کو مٹا دیتا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے اسکو انکار گھلانے ڈالتے ہیں۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ چین سے ہوتا ہے۔

یہ علامتیں ہیں حق سبحانہ پر نظر کرنے والے اور مخلوق پر نظر کرنے والے کی۔ اور ان علامتوں میں سے تمہارے اندر وہی علامتیں پائی جاتی ہیں جو کہ مخلوق پر نظر کرنے والی کی ہیں پس تم حق سبحانہ پر نظر کرنے والے نہیں ہو۔ اور تمہارا دعویٰ حق بیانی محض غلط ہے یہ جواہل اس عجیب کا۔ جس کی بنا اعتقادِ جبر ہے۔ اب ہم تم کو ایک جبری اور ایک سنی کا۔۔۔ منظرہ سناتے ہیں تاکہ تم کو اس عجیب کی تبلیغ و تبلیس پر اطلاع ہو جائے اچھا سنو۔

دعوتِ کردن مسلمان مرنے والا سلام و جواب

مسلمان ۲ ایک آتش پرست کو سلام کی دعوت دینا اور اس ۲ جواب

ہیں مسلمان شویباش از مومن

خبردار! مسلمان ہوجا، مومنوں سے جہا

ور فرزند فضل ہم موقن شوم

آرزو ہوا کی کرے مومنین جہا

تار ہزار دستِ دوزخ جان لو

تاکہ تیری جان دوزخ کے آتش سے نجات پائے

مرنے را گفت مردے کای فلا

ایک شخص نے ایک آتش پرست کو کہا کہ فلا

گفت اگر خواہد خدا مومن شوم

میں نے کہا اگر خدا چاہے مومن بن جاؤ

گفت میخواست خدا ایمان تو

میں نے کہا خدا تیرے ایمان کا خواہش ہے

سے گفت۔ آتش پرست

پرست نے کہا اگر خدا

چاہے مومن بن جاؤ

میں نے کہا اگر خدا چاہے

مومن بن جاؤ

میں نے کہا اگر خدا چاہے

مومن بن جاؤ

میں نے کہا اگر خدا چاہے

ایک نفسِ منحوس آں شیطانِ نشت
 تین سوئس نفس اور بد شیطان
 گفتے منصف چو ایشان غالبند
 ہنس کہا لے نصف جب وہ غالب ہیں
 یار آں تا نام بدن کو غالب بست
 میں اس کا بار جن کا جو غالب ہے
 چون خدایہ خواست از صحتِ وقت
 جب نما مجھے بخشہ چنان چاہتا ہے
 نفسِ شیطان خواہشِ خویش بر
 نفس اور شیطان کی اپنی خواہش چلی
 تو یکے قصور سرائے سستی
 کرنے ایک مل اور سرائے بنائے
 خواستی مسجد شوراں جائے خیر
 کرنے ہا وہ ابھی جگہ مسجد بنے
 یا تو باغیدی یکے کر باس تا
 یا ترے سرت بست تاکہ
 تو قبا منخواستی خصم از بُرد
 کرنے قبا (بنائی) چاہی دشمن نے مخالفت
 چارہ کر اس چو بُود جان من
 اسے میری جان بکڑے کہ لے کیا چارہ ہوگا؟
 اوزبوں شد جرم اس کہا صحت
 وہ مغلوب ہو گیا اس بکڑے کی کیا غلط ہے؟
 چوں کہ ناخواہ اور میرے براند
 جب کسی نے اس کے خلاف اس پر عدس
 صاحب خانہ بدیں خواری بُود
 تمہارا اس وقت میں ہو
 ہم خلقِ گرد من ارتازہ دنوم
 میں بھی برسیدہ ہیں جاؤں گا خرافہ تاذہ اورنا
 چونکہ خواہ نفس آمد مستعالم
 چونکہ خواہ

می کشدت سونے کفرانِ گشت
 تجھے کفر اور بتِ خاند کی طرف کھینچتے
 یار او باشم کہ باشد زورمند
 میں اس کا دوست ہوں گا جو طاقت کر ہو
 اک طرف انقم کو غالب جاؤ بست
 میں اس طرف تم کوں کا جزاوار کھینچے والا ہے
 خوش چہ سود جو ان میش زرفت
 انکے چاہنے کا کیا غور، جبکہ اس کی نہیں ہوتی ہے؟
 واں عنایتِ قہر گشتِ خرد و مُرد
 وہ مہرانی مغلوب اور ریزہ ریزہ ہو گئی
 اندر و صد نقشِ خوش را فراتنی
 اس میں کرنے اپنے نقش بنائے
 دیگرے آمد مر آزا ساخت میر
 دوسرا آیا اس نے اس کو بتِ خاند بنایا
 خوش بسازی بہر یوشین قبا
 جہنم کے لئے اپنی قبا بنائے
 رعم تو کر باس را شلوار کرد
 تیرے بر خلاف کپڑا کو شلوار کر دیا
 جُز زبون رائے آں غالب شین
 غالب آئے والے کے ابلیس بن جانے کے سوا
 آنکہ او مغلوب غالب نیست
 جو غالب سے مغلوب نہیں ہے وہ کون ہے؟
 خار بن در ملک و خانہ اوشاند
 اس کی عیبت اور گھر میں کاٹنوں کی جھاڑی لگا دی
 کایں چنین بروئے خلافت میر
 کہ اس طرح کی اس پر حکومت ہو
 چونکہ رائے اس چنین خواہے شوم
 جبکہ میں اسے گداز دو دست بن جاؤں
 تسخر آدیش شارا شدہ کال
 تسخر آدیش

۱۵۱ آتش پرست نے کہا
 کہ نفس اور شیطان کا پاجوا
 ہر دہے تو وہ ٹکڑے ہیں اور
 مجھے قوی کا ساتھ دینا چاہیے
 جتن نما کر خدا ہو سے چنان
 چاہتا ہے اور نفس اور شیطان
 کے مقابل میں اس کی کہ نہیں
 جتن ہے تو انکے چاہنے کا کیا
 غامض ہے خود مرد و پرویز
 تو یکے دیکھ کوئی ایک لہجہ سنا
 بنا کر اس کو سمجھانا چاہتا ہے اور
 کوئی دوسرا اس پر غالب کر
 اس کو بتِ خاند بنائے تو جس
 جانے دے کی خواہش کا کیا
 غامض ہوا
 ۱۵۲ آج اگر تو نے کپڑا اس
 لئے بنا کر تو اس کی قبا بنائے
 اور تیرا مخالف آکر اس کو شلوار
 بنادے تو یکے یکے اس
 کے سردار کو پارہ پارہ کرے گا
 کے سامنے مغلوب ہو جائے
 چاہے کپڑے کے لئے اس کے
 سوا کوئی پارہ نہیں ہے کہ
 غالب کے سامنے مغلوب ہو
 جائے اور وہ جو کچھ اس کا بنا
 چاہے بھلے چوں کہ جب
 کوئی شخص اس پر مغلوب ہوتا
 ہے تو اس کو اس کے کھانڈ
 ۱۵۳ صاحبِ خانہ خاص
 کے مقابل میں گمراہ ملک ماجور
 ہر جا کہے اور اس کی ہر دوسرا
 حکمرانی کرتا ہے جہنمِ گمراہ
 کا ساتھی ہیں ذلیل ہوتا ہے
 چونکہ جب نفس اور شیطان
 غالب ہو تو یہ کہنا کہ جراثیم
 ہے وہ جراثیم ایک خالق کی
 بات ہے۔

ملہ حق اگر میں خواہ کافرا
آتش پرست ہوں تو میں
خیال نہیں کر سکتا کہ اللہ کا
جادو جادو جادو شیطان اور
نفس کی خواہش پر ہی ہو۔
کر کے آتش پرست کہتا ہے
کہ میں عقیدہ نہیں رکھ سکتا
کوئی شخص خدا کی عہدیت
میں اس کے برصان مکرانی
کر کے اور خدا اس کے سامنے
دم میں نہ دے کہ اور خدا اس
کو دفع کرنا چاہے اور اس
دفع نہ جہاد خدا کا فضا اور
بڑھتا ہے۔ جتہ۔ اگر خدا اور
شیطان کی کسی حالت ہے تو
پھر خدا کی بجائے شیطان کا
بندہ بن جانا چاہیے کیونکہ خدا
مغلوب اور شیطان غالب
ہے۔

ملہ۔ آجہا۔ اس حالت میں
اگر شیطان کی بجائے خدا کی
بندگی کی جائے تو شیطان
دفع میں جاتے گا اور خدا
کوئی مدد کرے گا۔ اگر کہ جب
شیطان کا فضا پر راز ملے
تو پھر شیطان کے علاوہ میرا
بھلا اور کوئی کر سکتا ہے۔ حق
نہ۔ ہفتائی اس سے پاک
ہے کہ اس کا ارادہ مراد ہو
تھپکس۔ اس کی خدائی میں
ایک قہ اس کے حکم کے
خلاف نہیں ہو سکتا۔
ملہ۔ گت۔ دنیا اور آخرت
اس کا کتب ہے شیطان کی
کے وہ لاموں کا ہے۔
ترکمان۔ یہ خانہ بدوش قوم
حق نادر غریب اس کا پیشہ تھا

من اگر رنگ منساں یا کافر
میں اس آتش پرستوں کے لئے، رنگ یا کافر
گر کے ناخواہ او ورغم او
اگر کوئی اس خواہش کے بغیر اور اس کی دقت کے ساتھ
ملکت او را فروگیر جنیں
اس کی ملکت پر اس طرح قبضہ جمائے
دفع او میخواہدومی بایش
وہ اس کو دفع کرنا چاہے اور اس کو کرنا چاہے
بندہ ایں دیو میباید شدن
اس شیطان کا بندہ ہونا چاہیے
تا مباد ایں کشد شیطان من
تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان مجھ سے کینہ دہی کرے
آنکہ اوخواہد مراد او شود
جودہ (شیطان) چاہتا ہے وہ ہو جائے۔

مثیل شیطان بر در حسن دین کے دربر شیطان کی شان

آن نیم کہ بر خدا ایں ظن بر
میں وہ نہیں ہیں کہ خدا پر ہر لمحہ کا ممان کوں
گرد اندر ملکیت او حکم جو
اس کی ملک میں حکم ہو
کہ نیار دزم زدن دم آفریں
کودم کو پیدا کرنے والا دم نہ مار سکے
دیو ہر دم غصہ می افزایدش
شیطان ہر وقت اس کا غصہ بڑھاتے
چونکہ غالب اوست در ہر گن
جبکہ ہر مجلس میں وہ غالب ہے
پس چو دم گیر و آخاؤ و النین
تو اس جگہ نہ میری دستگیری کرے گا
از کہ کار من دگر نیکی شود
بھر کس دوسرے سے میرا کام اچھا ہوگا

حاکم آمد در مکان و لامکان
وہ مکان اور لامکان میں حاکم ہے
در نیفزاید سیریک تار مو
ایک بال برابر زیادتی نہیں کر سکتا ہے
کتریں سنگ بردارن شیطان او
اس کا شیطان اس کے دروازہ پر اٹھائی گئی ہے
بر درش بنہادہ باشد زوے و سر
اس کے دروازے پر نہادہ اور سر نہادہ ہے
باشد اندر دست طفلان خوازند
وہ بچوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے

حاش لہ ایش شار اللہ کاں
اللہ پاک ہے جو اس نے چاہا
ہیچکس در ملک او بے امر او
کوئی شخص اس کے حکم کے بغیر اس کی ملک میں
ملک ملک اوست فرماں آن او
سلطنت اس کی سلطنت ہے، حکم اس کا ہے
ترکماں را اگر سنگ باشد بدر
اگر ترکمان کے دروازے پر گت ہو
کو دکان خانہ دوش میکشد
گھسے کے بچے اس کی دم کھینچتے ہیں

حفاظت کرنے کے یہ ممان گتے ہیں جاتے تھے گھر کے بچے ان کو توں کی مومن کھینچتے تھے لیکن یہی منساں
پر ہی گتے زنجیر کی طرح حاکم کر دیتے تھے۔

باز اگر بیگانہ منصب کنند
بہر اگر کوئی اس میں گزرتا ہے
کہ اشد اذی علی الکفار شد
کیونکہ وہ کفار پر سخت ہیں۔ بن گیا
ز آب تمبلے کہ دوش ترکاں
نچے حریرے کی وجہ سے جو ترکاں نچے دیا
پس سنگ شیطاں کہ حق مستش کنند
فریطان کتا جس کو اشد اذی پید کرتا ہے
آبرو ہارا غذائے او کنند
آبروؤں کو اس کی غذا بناتا ہے

آپ تہاج ست آپ زوی عام
عوام کی آبرو پرستلہ خیرہ ہے
بر در خرگاہ و قدرت جان
اس کی جان قدرت کے خیر کے دروازہ پر
گل گلہ از مرید و از مرید
مرید اور سرکش جماعت در جماعت
بر در کہف الوہیت جو سنگ
الہیت کے خانے کے دروازے پر تلے کی طرح
لے سنگ دیوا امتحان میکن کرتا
اسے شیطان لے! امتحان کر کہ کب تک
حلم میکن منع میکن می نگر
مسد کر، دھوک دیکھ

پس اغوزاز بہر چہ باشد جو سنگ
تر اغوز کس نے ہوتے؟ جب بخت
ایں اغوز آنت لے ترک خطا
یہ اغوز اس نے ہے کہ لے خطا کے ترک
تا بیکم بر در خرگاہ تو
ناک میں تیرے خیر کے در پر آ جاؤں

حلم بروئے ہنجو شیر کر کند
نر شیر کی طرح اس پر حمل کرتا ہے
باولی گل باعد و چون خار شد
دوست کیساتھ پہل اور دشمن کیساتھ شمشیر
آنجناں وانی شد سنی پاسبان
ایسا دغا دار اور سناٹا بن گیا
اندر و صد فکرت و حیل تہند
اُس میں سینکڑوں خیال اور چلے داتا ہے
تا بر داو آبروئے نیک و بد
ناکروہ چلے اور برے کی آبرو ڈالے جائے

کہ سنگ شیطاں زان با بد طما
کہ شیطان کتا اس سے غذا حاصل کرتا ہے
چوں نباشد حکم را قراں بگو
علم پر مشربان کیسے نہ پری؟ بیت
چوں سنگ با سطر آں پالو بند
تلے کی طرح جو کٹ پر باندھیلائے ہوئے ہے
ذره ذره امر جو بر جہت رگ
ذره ذره بحر حق ہوئی رگ کیساتھ حکم کا واسطہ ہے
چوں پس رہی نہ ہند ایں خلق پا
اس راستہ میں کس طرح یہ مخلوق پاؤں رکھتی ہے
تا کہ باشد مادہ اندر صدق و در
کہ چنان میں کون مادہ اور کون نہ ہے؟

گشتہ باشد از ترقع تیرنگ
بڑائی کی وجہ سے تیسرے دروازے
بانگ بزلن ہر سنگ و رہ بر کشا
تلے کو دھکا اور راستہ کو لہرے
ماچتے خواہم ز جو و جہت تو
تیری سعادت اور زج سے حاجت کھلا کرلا

لے کہ... ان کے تئیں کی یہ
حالت تھی کہ مخالفوں اور
اجنبیوں کے لئے سخت تھے
دوستوں کے لئے بھول اور
دشمنوں کے لئے لاٹھتے۔
نائب۔ ترکاں اُس نے لے کر
دیا پلا تا قافورہ اس کی پس
قدروفا دار اور مخالفین کی
پس۔ جب معمول تھا لے
پر کرتا ترکاں کا ایسا قافورہ
سے تو شیطان جس کو نہ لانے
پیدا کیا اور طرح طرح کی جنگ
اُس کو رکھتا کرتا ہے۔ ناشیلا
لوگوں کی آبرو سے غلام
کرتا ہے۔

لے۔ بر در خرگاہ۔ اشد اذی
کے دربار میں شیطان اُس کے
علم پر کیوں تیرا نہ ہوگا...
تو گلہ خانے کے دربار میں ہر
ادب و تدبیر سر سرکش لے گی
طرح اگلے اقد بھائے ہئے
ہیجا ہے۔ وحید۔ چوٹ
سمن جرقہ۔ سرکش۔ بر در
کہف۔ اشد کے دربار کے
خانے کے سامنے شیطان تلے
کی طرح ہیجا ہے جس کا ذرہ
ذره اشد کے علم کا منتظر
ہے۔

لے اسے رگ۔ اشد نے
شیطان کو اس نے بڑا کر
ہے تاکہ وہ دربار میں پہنچے
داؤں کا امتحان کرے اور
چنان کے دروازہ کو پہچان
لے اور چنان میں کس
نہیں ہیں اُن کو دربار تک
نہنچنے سے۔ لہذا شیطان
لے ہر ترقع۔ تر اغوز
کی تعمیر ہی نے دی گئی ہے
کہ دربار میں پہنچے داؤں پر
اگر شیطان کتا بھٹکے تو وہ

آخر تک ایک کو بجا کر کہیں
 کہہ اپنے لئے کہاتے
 بنا دے تاکہ وہاں تک
 پہنچ سکیں۔ چونکہ جب ترک
 غور کرنے سے عاجز ہو تو ہر
 امور میں ضابطہ بیکار ہے۔
 ترک۔ وہ ترک خود کرنے
 بنا ہوتا ہے۔
 غور تو ہی ترک ہے کہ
 کرنے کے ذریعے تو اندر میں
 آسکتا اور میں باہر نہیں مل
 سکتا۔ حاکم۔ ایسے ترک اور
 جہاں کے سر پر ناک ہو۔۔۔
 مانتی ہیں۔ ترک سے بات
 بہت پیچیدہ ہے کہ وہ کرنے
 دے کہ تو درکار میں کی
 ناک سے غیر غور کی ہے
 کر دے ایک۔ انسان جو
 غیظہ اظہر ہے وہ فیضان کے
 ذریعے اور مطلب جو ملے
 یہ ٹوٹی بات ہے۔
 غور چل کر۔ جب ایک
 غور کرنے سے اسے زلف
 اس کے لئے کیا شکار کرے۔

چونکہ ترک از سطوت سنگ عجز
 جبکہ ترک ہی آنکھ کے حل سے عاجز ہے
 ترک ہم گوید اغوز از سنگ کہ سن
 ترک ہی کہے کہیں نے سے پناہ پاتا ہوں کیونکہ
 تو فنی یاری بدیں در آمدن
 تو اس دروازے تک نہیں آسکتا
 خاک کنوں بر سر ترک و تشنگی
 اب ترک اور مہمان کے سر پر ناک
 حاش بشتر ترک بانگے بر زند
 خدا پاک ہے۔ ترک ایسی ٹوائٹ پلانے کا
 ایک خود را شیریں دیاں خواندہ
 لے وہ کہ تو اپنے آپ کو خدا شیر کرتا ہے
 چون کند ایں سنگ بر تو شکار
 یہ شکار میرے لئے شکار کب کرے گا؟

ایں اغوز دایں فغان ناجا جوت
 یہ اغوز اور یہ مسہ یاد بیکار ہے
 ہم زنگ در ماندہ ام اندر وطن
 ہی گمہ میں گئے سے عاجز ہوں
 من نمی یارم ز در پیروں شدن
 میں دروازے سے باہر نہیں مل سکتا
 کیلئے سنگ ہر دورا بند و عشق
 کہ ایک کتا دونوں کی گردنیں بجز دے
 سنگ چہ باشد شیر زخوں نے کند
 کتا کیا جوتا ہے؛ شیر زخوں کی گتے کر دے
 ساہا شد باسکے در ماندہ
 ساون گند گئے تو گئے سے عاجز ہے
 چون شکار سنگ شدستی آشکار
 جبکہ تو گئے بندوں گئے کا شکار ہی کیا



شرح

ایک شخص نے کسی کافر سے کہا کہ اے فلا! تو مسلمان ہو جا اور مومن
 بن جا اس شخص جواب دیا کہ ہاں اگر خدا چاہے گا تو مومن ہو جاؤں گا
 اور اگر اس کا فضل اور زیادہ ہو گا تو عارف ہو جاؤں گا۔ اس پر مومن نے کہا کہ خدا تو
 چاہتا ہے کہ تو مومن ہو جائے تاکہ دوزخ کے پنجہ سے تیری جان چھوٹے مگر نفس و شیطان
 تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے ہیں اس شخص جواب دیا کہ اب آپ ہی انصاف سے کہہ دیجئے
 کہ جب نفس و شیطان خدا سے زور دار ہیں تو مجھے کیا کرنا چاہیے میں تو اسی کا ساتھ دوں گا
 جو طاقتور ہو گا اور اسی کا ساتھی ہو سکتا ہوں جو غالب ہے اور اسی طرف جاؤں گا کیونکہ قاعدہ
 ہے کہ جو زور دار ہو تو اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

اچھا بتلاؤ جبکہ خدا مجھ سے صدق و خلوص عبودیت چاہتا ہے تو اس کی چلنے سے کیا فائدہ
 جبکہ اس کی خواہش چلتی ہی نہیں برخلاف اس کے نفسِ شیطان اپنے خواہش چلا لیتے ہیں اور
 ان کے سامنے خدا کا ارادہ مغلوب اور فنا ہو جاتا ہے۔ پھر میں خدا کا طرف دار کیسے ہو سکتا
 ہوں۔ دیکھو! تم نے ایک محل اور مکان بنایا اور اس میں عمدہ عمدہ نقش و نگار بنائے اور تم نے
 چاہا کہ تم اس کو مسجد بناؤ۔ دوسرا آیا اور اس نے اس کو بت خانہ کر دیا۔ تو اب بتلاؤ کہ اس مکان
 کا کیا قصور ہے وہ تو غالب کی اطاعت کے لئے مجبور ہے یا یوں کہو کہ تم نے ایک کپڑا تیار کیا
 تاکہ تم پہننے۔۔۔ کے لیے اس کو عمدہ قبا بناؤ۔ پس تم تو اس کو قبا بنانا
 چلتے تھے۔ مگر دوسرا شخص آیا اور اس نے تمہاری خواہش کے خلاف اسے پاجامہ بنا دیا۔ اسی
 حالت میں کپڑا بجز اس کے کیا کر سکتا ہے کہ وہ غالب کی رائے سے مغلوب ہو جائے اور جو
 وہ چاہے وہ بن جائے اور اگر اس حالت میں وہ مغلوب ہو گیا تو اس کا کیا قصور ہے کیونکہ
 وہ کوئی ہے جو غالب سے مغلوب نہیں ہوتا۔ مغلوب غالب ہونا تو لازمی امر ہے پس جبکہ
 کوئی شخص خدا کی مرضی کے خلاف اس پر حملہ کرے اور اس کے ملک اور گھر میں کلٹے
 بوئے اور خدا اس قدر کمزور ہیں کہ اس پر دوسروں کی یوں حکومت چلے تو میں اس
 کا ساتھ کیسے دے سکتا ہوں۔ جبکہ میں ایسے کمزور کا ساتھ دوں گا۔ تو لامحالہ میری گتہ
 بنے گی۔ اور میں اچھی حالت سے بُری حالت میں ہو جاؤں گا۔ نیز جبکہ نفسِ شیطان
 خدا پر اس درجہ تسلط حاصل کئے ہوئے ہیں جیسا کہ تمہاری بات سے ظاہر ہے۔ تو خواہش
 نفسِ شیطان ہی قابلِ استطاعت ہوئے اور یہ کہنا کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے محض
 بے معنی اور مضحکہ خیز امر ٹھہرا۔ سو جناب! خواہ میں کافر ہوں اور خواہ کافر سے بھی بڑھ کر
 ہوں۔ میں تو خدا کی نسبت ایسا نہیں خیال کر سکتا۔ اگر یہی اسلام ہے تو یہ اسلام آپ ہی
 کو مبارک رہے اور اگر بالفرض خدا مجبور ہے ہی تو میں کہتا ہوں کہ جب خدا کی یہ حالت
 کہ دوسرے اس کی منشا کے خلاف اس کی حکومت میں اپنے احکام نافذ کریں اور اس کے
 ملک پر یوں تسلط حاصل کر لیں کہ خدا مرنے مار سکے اور وہ اس کو نکالنا چاہے مگر نکال نہ سکے
 اور نفسِ شیطان اپنی سرکشی سے ہر وقت اس کا رنج

بڑھاتے رہیں تو برگز ایسے خدا کی غلامی نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ شیطان نفس کا بندہ ہونا چاہیے کیونکہ ہر مقام پر وہی غالب ہیں لہذا انہی کی اطاعت ضروری ہے۔ تاکہ مبادا خلاف ورزی کی صورت میں مجھ سے انتقام لیں۔ کیونکہ اگر میں نے اس کی مخالفت کی اور انہوں نے مجھ سے انتقام لیا تو اس وقت خدا مجھے کیا سہارا نکلتے گا اور جبکہ نفس شیطان کی یہ حالت ہے کہ جو وہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے تو پھر اسکی کسی سے برا کام بنے گا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور ضعیف و مغلوبیت سے منزہ ہے وہ مکان اور لامکان ہر دو جگہ حاکم ہے کوئی شخص اس کے ملک میں بدوں اسکی حکم کے بال برابر تغیر نہیں کر سکتا۔ ملک اس کا ہے اور حکم اس کا۔ شیطان اسکی در کا ایک کتا ہے اسکی کیا مجال ہے کہ وہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کارروائی کرے اور خدا کسی کی ہدایت چاہے اور شیطان اسے گمراہ کرنے ایسا برگز نہیں ہو سکتا۔

دیکھو! ایک تمک کے دروازہ پر کتا ہوتا ہے جو کہ اسکی ہی در پر پڑا ہوتا ہے اسکی حالت ہوتی ہے کہ گھر کے لوٹے اسکی دم کھینچتے ہوتے ہیں اور وہ بچوں کے ہاتھ میں ذلیل اور کمزور ہوتا ہے۔ مگر اسکی ساتھ ہی اسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر کوئی بیگانہ گزرنا چاہے تو وہ اس پر شیر کی طرح حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ مخالفین کے مقابلہ میں سخت اور موافقین کے مقابلہ میں نرم ہوتا ہے اور دوست کے حق میں گل اور دشمن کے حق میں خار ہوتا ہے۔ یہ کتا اس قدر وفادار ہوتا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ ترک اسے شوربا پلاتا کھلاتا ہے پس جبکہ ایک کتے کی ترک کے سامنے یہ حالت ہے تو سگ شیطان جس کو خدا وجود عطا کرتا ہے اور اسکی اندر سینکڑوں خیالات اور تدابیر پیدا کرتا ہے۔ اور لوگوں کی آبروؤں کو اسکی غذا بناتا ہے جن کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ بھلے بڑوں کی آبرو لے اڑتا ہے کیونکہ عوام کی آبروی اس کا شوربا ہے جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے اور بارگاہ قدرت پر پڑا ہوا ہے ایسی حالت میں وہ خدا پر کیوں نہ قربان ہو گا اور اس کا مخالف کیسے ہو گا۔ خدا کی تو یہ حالت ہے کہ مطیعین اور نافرمانوں کے گروہ کے گروہ اسکی آستانہ پر یوں پڑے ہیں جیسا کتا آستانہ خار پر ہاتھ پھیلائے ہوئے پڑا ہے اور الوہیت کی غار پر ہر ذرہ کتے کی طرح حکم کا منتظر اور چونکا پڑا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز خدا کے حکم کی مطیع ہے اور کوئی مخالفت نہیں کر سکتا خواہ شیطان ہو یا نفس یا اور کوئی۔ پس شیطان جو کچھ کرتا ہے اس کے حکم سے کرتا ہے کیونکہ اس کو حکم ہے کہ اے شیطان! ذرا چا پخ لینا کہ اس راہ میں لوگ کیسے پاؤں رکھتے ہیں تو حملہ کیا کر اور اس کو روکا کر۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون غلوں میں پڑے اور کون غلوں سے دور نہ اگر شیطان مطیع نہ ہوتا اور حکم خدا الیسا نہ کرتا بلکہ مخالفانہ کرتا تو اُٹھوؤ کے کیا معنی اُٹھوؤ کے تو یہ ہی معنی ہیں کہ اے ترک اس کتے کو ڈانٹ دے اور میرے لیے رستے کھول دے۔ تاکہ میں تیری بارگاہ تک آجاؤں اور تیری سخاوت اور تیرے منصب سے اپنی حاجت کا سوال کروں پس جبکہ ترک سطوت سکے عاجز ہوگا تو یہ اُٹھوؤ اور یہ فغاں ناجائز ہوگا کیونکہ ترک کہے گا کہ میں خود کتے سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ میں خود اس کے خوف سے گھر میں بند ہوں تو اس کے خوف سے دروازہ پر نہیں آ سکتا۔ میں اس کے ڈر سے باہر نہیں نکلتا۔ پس میں اور تو دونوں برابر ہیں پس اس ترک کے سر پر بھی خاک پڑے اور اس مہمان کے سر پر بھی کہ ایک کتے نے دونوں کو محبوس کر رکھا ہے تو یہ تو یہ کہیں ترک کی یہ حالت ہو سکتی ہے اس کی حالت تو یہ ہے کہ اگر وہ ڈانٹ بتا دے تو کتا تو کیا ہے شیر خون اگل دے اورے تو اپنے کو شیریں زبان یعنی مومن اور محب خدا کہتا ہے اور بڑوں کتے کے ساتھ الجھا ہوا ہے پس جبکہ تو خود کسی کا شکار نہ رہا ہے۔ تو کتا تیرے لئے شکار کیونکہ کر سکتا ہے اور تجھ سے مغلوب کیونکہ ہو سکتا ہے۔

(فائدہ: میرے خیال میں حاشیہ ۴، ما شاء اللہ کان سے آخر سرخی تک خود مولانا کا کلام ہے اور ان ابیات میں مولانا استطراداً چند مضامین بیان کئے ہیں۔ حاشیہ ۵ سے حق سبحانہ کا اپنی مخلوقات پر تسلط دکھلایا ہے اور اُسے ”سگ“ الہ سے حملہ میگزین تک وجوہ شیطان کی حکمت بیان کی ہے اور پس احمد الخ سے ”حاشیہ ۶ ترک بانگے برزند“ تک اس کا حق سبحانہ کے سامنے مغلوب ہونا بیان کیا ہے اور ایک خود را شیریں زباناں سے آخر سرخی تک مضمون ارشادی بیان فرمایا ہے۔ واللہ اعلم)

سنت جبر و قدرت کے مسائل
میں جو مسیح مسلک ہے وہ بھی
ہیں ہے انکی ایک جانب جبر
اس مقیدہ کی طرف سے اس کا
کوئی اختیار نہیں ہے جب
انسان کو اختیار دیا ہو تو جبر
اختیار کا دینا اور جبر کو اختیار
نہیں دینا اس فیصلہ کے مطابق
نہیں مانوں گے کہ جو اس پر

جبر ہے اور اس کی قدرت کو اس کی
خالصت کے بغیر جبر اور اختیار کا
خالصت کے بغیر جبر اور اختیار کا
خالصت کے بغیر جبر اور اختیار کا
خالصت کے بغیر جبر اور اختیار کا
خالصت کے بغیر جبر اور اختیار کا
خالصت کے بغیر جبر اور اختیار کا
خالصت کے بغیر جبر اور اختیار کا
خالصت کے بغیر جبر اور اختیار کا

لے گفت جبر و جبر
نے جبر کے مقیدہ کے
کہ جبر دیا جبر ہے وہ
عقل جبر کا مقیدہ رکھتا
ہے اختیار ہے جبر کے
مقیدہ میں انسان کے
اختیار کا مکمل انکار ہے
مسلک انسان کے اختیار
کو ثابت کرتے ہیں۔

جواب گفتن مؤمن سنی مر کا فز جبری را در اثبات اختیار
بندہ اختیار کے ثابت کرنے میں سنی مؤمن کا جبر کا فز کو جواب دیتا
دلیل گفتن کہ سنت را ہے باشد کہ کو فتہ اقدام انبیا علیہم السلام
اور دلیل بیان کرنا کہ سنت وہی راستہ ہے جو انبیا علیہم السلام کے پاس کا روکا
ویرمیین آل راہ نیابان جبرست کہ خود را اختیار نہ بیند و
ہوا ہے اس کے دائیں جانب جبر کے جنگ کا راستہ ہے جو کہ اپنا اختیار نہیں
امروزی را منکر شود و تاویل کند و از منکر شدن امر و نہی
بہت ہے اور امر و نہی کا منکر ہونا تاویل کرتا ہے اور امر و نہی کے منکر ہونے بہت
لازم آید انکار بہشت و دوزخ کہ بہشت جزائے مطیعان
اور دوزخ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ بہشت و دوزخ اور ان کی جزا ہے
امرست و دوزخ جزائے مخالفان امر و دوزخ نکویم کہ بجا نجا
اور دوزخ عکس کے مخالفوں کی جزا ہے میں اور مزید نہیں کہتا کہ کیا نتیجہ
کہ العاقل تکفیر الشاک و بریسار اس راہ نیابان قدرت
محتاج ہے عقل کے لئے اشارہ کافی ہے اور ان کے بائیں جانب قدر کا جنگ ہے
کہ قدرت خالق را مغلوب قدرت خلق ماند و از اسناد
جوانہ کی قدرت کو مخلوق کی قدرت سے مغلوب سمجھتے ہیں اور اس سے وہ
زائد کہ اس منع جبری برتر مرد
خواہیاں پیدا ہوتی ہیں جگر وہ جبری آتش پرست کا تاجر

آن خود گفتی تک آورد جواب
قرنے اپنی بات کہہ کر اب میں جواب دیتا ہوں
بازی خود دیدی لے شرط باز
بازی نہمت یہ ہیں بہن و دراز
لے شرط نہیں: قرنے اپنی ہال دیکھ ل
نامہ عذرت خودت بر خواندی
نامہ سنی بخواں چہ ماندی
قرنے اپنے مذکر کتاب پڑھ دی
گفتی جبریانہ در قضا
قضا کے بارے میں قرنے جبر کا بیان کیا
اختیارے ہست مار لے گمان
یقیناً ہمارے لئے (ہم) اختیار ہے
اختیار خود میں جبری شو
اپنے اختیار کو دیکھ جبری نہ ہو
آں خود گفتی تک آورد جواب
قرنے اپنی بات کہہ کر اب میں جواب دیتا ہوں
بازی خود دیدی لے شرط باز
بازی نہمت یہ ہیں بہن و دراز
لے شرط نہیں: قرنے اپنی ہال دیکھ ل
نامہ عذرت خودت بر خواندی
نامہ سنی بخواں چہ ماندی
قرنے اپنے مذکر کتاب پڑھ دی
گفتی جبریانہ در قضا
قضا کے بارے میں قرنے جبر کا بیان کیا
اختیارے ہست مار لے گمان
یقیناً ہمارے لئے (ہم) اختیار ہے
اختیار خود میں جبری شو
اپنے اختیار کو دیکھ جبری نہ ہو

سنگ را هرگز نگوید کس یا
 بشیرے کوئی نہیں کہتا تھا
 آدمی را کس نگوید میں پسر
 انسان سے کوئی نہیں کہتا، ان آؤ
 گفت یزداں ماعلی الا علی خرج
 اشرافان نے فرمایا اندھے بڑے نہیں ہے
 کس نگوید سنگ ادب را کدی
 پتھر سے کوئی نہیں کہتا کہ ترانہ پتھر سے آیا
 این چنینی واجب تھا مجبور را
 مجبور سے ایسی جواب طلبیاں
 امر ونہی و شتم و تشریف قلیب
 حکم دینا اور روکا اور غصہ اور اعزاز اور عتاب
 اختیار سے بہت ظلم و ستم
 ظلم اور ستم میں اختیار ہے
 اختیار اندر دوزن ساکن است
 تیسرے اندر اختیار باقی ہے
 اختیار و داعبہ در نفس بود
 اختیار اور داعیہ نفس میں تھا
 سنگ مخفہ اختیارش گشت گم
 سونے جوتے گئے کا اختیار گم ہو گیا ہے
 اسب ہم جو جو کند چوں دید جو
 گداز میں جو ہو کر لے لگے جب ہو کر دیتا ہے
 دیدن آمد حبش اس اختیار
 دیکھنا اس اختیار کی حرکت بنا
 پس بجنب اختیار چرخ بلیس
 نیز اختیار حرکت میں آجائے جب شیطان

از کلوخے کس کجا جوید و ف
 ڈھیلے سے مٹا داری کون چاہتا ہے؟
 یا بیائے کو رخ خوش درین نگر
 یا اے اندھے آجے غم سے دیکھ
 کے نہد بر کس خرج رب الفرج
 کٹا دگی کا پروردگار کس بڑے نہیں ڈالتا ہے
 یا کہ جو با تو چہ را بر من زدی
 یا اے کولی: ترے بے کیوں مارا؟
 کس نگوید یا زند معذور را
 کوئی نہیں کہتا ہے، یا مجبور کو اے
 نیست جز مختار را لمے پاک جنب
 لمے پاک دل! مختار کے سوا کے نہیں ہے
 من ازین شیطان و نفس این خاتم
 میری نرا و نفس اور شیطان سے ہیں حق
 تا ندید او لمیوسف کفر انخت
 جب تک اسے یوسف کو نہیں دیکھا تھا کہ کوئی نہیں
 روش دید انکہ پروا لے کشود
 اُن کا چہرہ دیکھا پھر ان اور پر کھولے
 چوں شکنبد دید جنبا نی دُم
 جب سدہ دیکھا اس نے دُم پائی
 چوں بجنبد گوشت گر بگفت مو
 جب گوشت پنا ہے، بلی سناں بگفتا ہے
 پھو لغمے ز اشش انکیز و شرار
 اس پھونکنے کی طرح جہاگ سے چٹکنا پائاں لگا ہے
 شد دل آردت پیغام ویس
 دل لڑتا ہے تیسرے پاس دس کا پیغام لاتا ہے

لے نکت انسان کو کمر
 زبا نہا ہے پتھر کو کون غم
 نہیں دیتا ہے معلوم ہوا کہ
 انسان میں قدرت اور اختیار
 ہے۔ آدمی کا جس پسند
 انسان میں قدرت اور اختیار
 نہیں ہے اس کے بارے
 میں کوئی اس کو حکم نہیں دیتا
 ہے انسان سے کوئی نہیں
 کہتا کہ آؤ کس غم پر پتھر
 سے کوئی کس طرح طاہر نہیں
 کہتا ہے اس نے کہا نہا ہے
 اس میں کوئی قدرت اور
 اختیار نہیں ہے۔

لے آہن نہیں جس قدر
 طاہرات میں نہ صاحب اختیار
 قدرت سے ہیں، غرض جب
 حکم اور مالت و فیہ صاحب
 اختیار سے خلق ہے۔ اختیار
 انسان ہم اور حکم کرے اور
 کرے ہی اختیار ہے جب
 حکم کرتا ہے تو وہ اپنے ارادے
 اور اختیار سے کرتا ہے نفس
 اور شیطان اور انسان کا اپنا
 ارادہ ہے تاکہ۔ بیشک
 کس طرح کا داعیہ پیدا نہیں
 ہوتا ہے تو انسان کا اختیار
 عاقل اور متا ہے۔ تا ندید
 اس سے حضرت یوسف
 اور مصری غرقوں کے واقعہ
 کی طرف اشارہ ہے۔
 لے سنگ فتنہ جب تک
 کہ آدمی نہیں دیکھتا اور متا
 رہتا ہے آدمی دیکھ کر کہتا ہے
 شروع کر دیتا ہے یہ حال
 انسان کے اختیار اور قدرت
 کا ہے جب تک کوئی داعیہ
 لے ہیں بجنبہ فتنہ تیسرے
 مشق کو پیغام لاتا ہے تو
 دوا کا کام کرتا ہے اور تیسرا
 خواہد اختیار حرکت ہو گیا

نہیں ہے وہ غامبہ ہے جب کوئی داعیہ ہوگا تو بیدار ہو جائے گا جو کہ نہی گھوڑا ہنہا گیا ہے۔
 قرینے ہی ماؤں ماؤں کرتی ہے۔ دیکھ۔ کس داعیہ کو دیکھنا اختیار کو بیدار اور مستحکم
 بنا دیتا ہے۔

ہے اور جنگ خرمہ کر رہا ہے۔ دس فرشتے۔ اظہار فی
 کا فرشتہ شیطان کے برعکس
 غریب کش کے دل میں
 غلبان پیدا کرتا ہے اگر شرک
 بھائے خود را اختیار سیدار
 ہر جائے ہیں۔ فرما کر فرشتہ
 اور شیطان فرخیر سے اخلاقی
 اختیار کر خوش کرنے ہیں بقدر
 تیرے اندر موجود ہوتا ہے
 لے کر خود۔ جو اختیار خود
 انسان میں موجود ہوتا ہے وہ
 فرشتوں کے اہام اور شیطان
 کے دوسروں کے ذریعہ قوی
 ہو جاتا ہے۔ وقتِ مجلس۔
 جس وقت نمازی تمام ہو جاتا
 ہے تو فرشتہ کی ہی تہت کرتا
 ہے اس لئے کہ انہی کی فرشتہ
 اور اہام سے اس نے نماز
 ادا کی ہے۔
 لے باز نماز کے بعد ملا
 شیطان پر ایسی وجہ سکنت
 پہنچاتا ہے کہ اس کے دوسرے
 کی دوسرے وہ گناہ میں مبتلا
 ہوا اور اس نے کبھی اختیار
 کی تھی وہ بھی فرشتہ اور
 شیطان۔ چونکہ۔ محض میں
 جبکہ دوسری زندگی کا یہ
 چاہتے ہیں کہ اس کے فر
 فرشتہ اور شیطان کے
 خود دیکھ لے گا اور جو پہلی
 پردہ ان کی پیش پیش
 لے دیں۔ وہاں شیطان خود
 سے کہہ دے گا کہ میں نے دل
 میں دوسرے ہی تو نکالا تھا تجھے
 مجھ تو نہ کیا تھا فرشتہ
 تجھ سے کہہ دے گا کہ میں نے
 تیرے دل میں۔ بات وہاں
 دی کہ میں گناہ کی قدرت اور
 خوشی بہت سے غم کا سبب

چونکہ مطلوب ہے بریں کس عرصہ کر د
 جب اس شخص پر مطلوب پیش کی
 واں فرشتہ خیر یا بر غم دیو
 فرشتہ شیطان کے برعکس ملائیاں
 تا مجتنب اختیار خیر تو
 تاکہ تیرا ہلاں کا اختیار حرکت میں آئے
 پس فرشتہ و دیو گشتہ عرصہ دار
 تو فرشتہ اور شیطان پیش کر رہا ہے
 مٹی خود ز الہام ماؤ و موس
 دوسرے اور باہر کی دوسرے بننا ہے
 وقت تحلیل نماز اے بانگ
 اے کعب: نماز ختم کرنے کے وقت
 کہ ز الہام و دعا کے خوب تاں
 کہ تھاری تھی دوسرا اور اہام سے
 باز از بعد گنہ لعنت کنی
 پھر گناہ کے بعد حرکت کرتا ہے
 ایں دوسرے عرصہ کنندہ در سیرار
 در پردہ یہ دو متضاد پیش کرنے والے
 چونکہ پردہ غیب بر خیز در پیش
 جب غیب کا پردہ مٹانے سے آواز ہوتا ہے
 و ز سخن شاں و اثناسی بے گزند
 اور بلا تکلف ان کی گفتگو کو پہچان لے گا
 دیو گوید اے امیر طبع و فن
 شیطان کہے گا اے طبیعت اور جسم کے قیدی!
 واں فرشتہ گوید ت من گفت مت
 اور وہ فرشتہ تجھ سے کہے گا میں نے تجھ سے کہا
 اں فلاں و زنت گفت من چنان
 کیا میں نے فلاں روز تجھ سے ایسا نہ کہا تھا!

اختیار خفتہ بکشاید بُرد
 سب اہم اختیار جنگ خسرو کر رہا ہے
 عرصہ دار و می کند در دل غلو
 پیش کرتا ہے۔ دل میں خود را با کرتا ہے
 زانکہ پیش از عرصہ خفتہ آیں و خو
 کیونکہ پیش کر لے ہے۔ اور زانکہ پیش کر لے
 بہر تحریک عروقی اختیار
 اختیار کی رگں کو حرکت میں لانے کے لئے
 اختیار خیر و شترت دہ کسہ
 تیرا خیر اور شتر کا اختیار دس مردوں والا
 زان سلام آورد باید بزرنگ
 اسی لئے فرشتوں کو سلام کرنا چاہیے
 اختیار ایں نماز م شہد رواں
 اس نماز کا (جہاں) اختیار تہج ہو گیا
 بر کلیں ایرا کہ از دوسرے منحنی
 شیطان پر کیونکہ تو اسی دوسرے کتب زابا
 در حجاب غیب آمد عرصہ دار
 غیب کے پردے میں پیش کر رہا ہے یہی
 تو بہ بینی روی دلائل خویش
 تو اپنے دلائل کا چہرہ دیکھ لے گا
 کاں سخن گو در حجاب اینہا بدند
 کہ پردے میں گفتگو کرنے والے یہی تھے
 عرصہ میگردم نہ کردم زود من
 میں نے پیش کیا تھا، میں نے جلد نہ کیا تھا
 کا ایں شادی فزوں گرد و غمت
 کہ اس خوشی سے تیرے رنج میں اضافہ ہو گا
 کہ ازاں مولیت رہ گئے چنان
 کہ بتوں کا راستہ اس جانب ہے

ماحُب جان وروح افزای تو
ہم جان کو پیارا رکھنے والے اور تیری رزق کو بڑھانے والے
ایں زمانت خدمتے ہم میکنم
میں اس وقت تیری خدمت کر رہا ہوں
آں گزہ باباتے ابوہد عدی
وہ گزہ تیسرے بابا کا دشمن تھا
آں گرفتگی دان مانداستی
تو نے وہ لے لیا اور ہماری بات کو نظر انداز کر دیا
ایں زماں مارا والیشال راعیان
اب ہیں اور ان کو آنکھ سے
نیم شب جس بشنوی زاری دست
جب کہ اسی رات کو دوست کی آواز و ناری سنائی
ور دوس در شب خبر آورد ترا
اگر رات میں دو شخص تیرے پاس نہ سہ لائیں
بانگ شیر و بانگ سگ ورسید
رات کو شیر کی آواز اور سگ کی آواز آئی
روز شد چوں باز در بانگ آمدند
دن نکلا پھر جب وہ بولے

مخلص اینکہ دیو و روح عرضہ دار
خلاص یہ ہے کہ شیطان اور فرشتہ پیش کر رہا ہے
اختیارے هست در مانا پدید
ہم میں چھپا ہوا اختیار ہے
اوستا داں کو دکاں را میزنند
استاد بچوں کو پٹینے ہیں
یہج گوی سنگ را فردا بیا
ترکھی ہتھکڑی کہتا ہے، کل آتا

ساجدان و مخلص بابای تو
تیرے دادا کے مخلص اور سہرا کو نکلنے والے
سوی مخدومی صلایت میں نرم
مخدوم بننے کی جانب تجھے بلاتا ہوں
وز خطاب انجہ روا کردہ ابا
اور سہرا کو روئے حکم سے اُس نے نکال دیا تھا
حق خدمت ہائی مانشناختی
تو ہماری خدمتوں کے حق کو نہ پہچانتا
در نگر بشناس از لحن و بیایاں
دیکھ لے، پیسے اور گفتگو سے پہچان لے
چوں سخن گوید سر دانی کہ آو
جب دو شخص کو بات کر لے تو جان پیتا ہے کہ وہ کون سا
روز از گفتن شناسی ہر دورا
دن میں بات کرنے سے تو دونوں کو پہچان لیتا ہے
صورت ہر روز تار کی ندید
تو نے اندھیرے کی وجہ سے دونوں کی شناخت نہ کی
پیشاں شان بانگ آں ہونند
تو وہ ہوشمند آواز سے ان کو پہچان لیتا ہے

ہر دو ہستند از تتمہ اختیار
دونوں اختیار کا تمکد ہیں
چوں دو مطلب پیدا بد در فرید
جب دو مطلب دیکھتا ہے جوش میں آتا ہے
آں لب سنگ سیرا کے گنند
یہ سزا کا ہے جگر کو کب دیے ہیں
ور نیانی من در ہم بدر است
اگر تو نہ آئے گا، تو میں بڑے کو سزا دوں گا

روز دوسرے رات میں جو شخص باتیں کرتے ہیں وہ میں ان کی آواز پہچان کر تم متین کہتے ہر کہان دونوں میں سے نکلا
بات نہاں شخص نے ہی اندھاں بات نہاں شخص نے ہی کہی تھی رات میں گئے اور فیر کی آواز نہی تھی تو دن میں جب
دونوں کی آوازوں کو سنتا ہے تو جان جاتا کہ کدات کی تلاں آواز فیر کی تھی اور تلاں گئے کی تھی۔

جے کہ آں تلاں - فرشتے یہ
ہم کہ کاکھوں روز میر نے
تھے جنت کا راستہ بتایا تھا
اور یہی کہتا تھا کہ تم تباہی
خیر خواہ ہیں اور جہاں رہے آؤ
حضرت آدم کو سہرا کو نکلنے والے
ہیں۔ آں زانٹ - فرشتہ یہ
بھی کہتا ہے کہ جس طرح ہم
لے فید سے باپ کی خدمت
کی تھاری خدمت کرتے ہیں
اور نیک راستہ بتا کر تجھے
مخدوم بنانا چاہتے ہیں۔
آں گزہ - فرشتہ نے یہی کہا کہ
یہ شیطان کی حماقت تباہی
باپ کی بھی دشمنی اور ان کو
سہرا کرنے سے سنے اللہ
کیا تھا۔
آں فرشتہ کہہ دے
کہ تو نے مارا کتنا زانا مارا
شیطان کا کتنا زانا مارا ہے۔
پچھلے تو نے یہی دیکھا تھا
آواز خوشی سب آواز سے
آواز ملاں میں پہچان لے ہم
وہی ہیں و انہیں بھی پہچان
اندھیرے میں اگر کوئی تہے
بات کرتا ہے تو دن میں اس
کی آواز سے پہچان جلتے ہو
کہ رات میں بات کرنے والا
شخص ہیں تھا۔

لے مخلص بات کا خلاصہ یہ
کہ انسان کی اور دی کی کرنے میں
اختیار ہے ہر نہیں ہے وہ
اختیار پوشیدہ ہوتا ہے تقدیر کے
ساتھ جاتے ہیں اختیار میں
طاقت آتی ہے، آقا تاملان۔
آقا، چونکہ کھانا کھو کر کھلی بیٹا
جو چھر جو کھو کر کھو کر کھو کر
نہیں آتا ہے، چھچھر جو کھو کر
ان کو کر کے مخلص انکو کھو کر دیتا
ہے نہ انکو نہ مخلص نہ کھو کر دیتا

ہے۔ درگزر۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جبر کا مقید قوت ہے مقید سے کیا مراد ہے کہ جو کچھ کے مقید کی بنیاد پر انسانی فعل کا انکار نہ آتا ہے۔ جو محسوس چیز ہی ہے تو اگر جبری اپنے ایک نفس کا منکر ہے۔ مگر قوت قہر۔ قہری شخص جو اپنے آپ کو خود مختار مانتا ہے اس کا قہر کا بندہ کہ اختیار رکھنے کا منکر ہے۔ اس کے ایک اس کا منکر ہے جتنی چیز نہیں ہے مگر خدا شخص جبراً قائل کے بندہ کہ اختیار رکھنے کا منکر ہے اور ہر ایک نظری دلیل کے نتیجہ کا منکر ہے۔ آں کو جبر کا مقید کا نتیجہ ہے کہ کہتا ہے وہاں موجود ہر گز الگ کی جگہ نہیں ہے جو خود بریدہ ہو گیا ہے اور ہم جی کا فہم ہے لیکن وہ جی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود موجود ہو گیا ہے۔

مگر وہ جی مگر اس کا منکر کہتا ہے تو کمال کو کہے ہوئے ال کے دور کا منکر کہ ہے

مگر اگر قہر۔ دہریہ مقید حالت میں مالم موجود ہے ہے خدا کا منکر ہے لیکن خودی حالت میں خدا کا منکر ہے لیکن خودی کا ہے اور سلفطانی ماد کے دہریہ کا منکر ہے جو مالم۔ دنیا کے سب انسان انسان کے اختیار کے قائل ہیں اس لئے ایک دوسرے کو حکم دیتا ہے اور شی کرتا ہے اگر غالب کو خوار کر کے تو حکم ہے۔ شی کرتے۔

ہیج عاتل مرکلوخے رازند
 قلعہ انسان کہیں نہ چلے کر اڑتا ہے
 دُر خرد جبر از قدر رسوا ترست
 مقید جبر قدر سے زیادہ بڑا ہے
 منکر حس نیست آں مر د قہر
 خدای انسان جس کا منکر نہیں ہے
 منکر فعل خداوندِ ظلیل
 خداوندِ ظلیل کے فعل کا منکر
 آں گوید دُر دہست نازنے
 وہ کہتا ہے وہاں ہے اور الگ نہیں ہے
 ویش ہمیں بدین ضعیف نارا
 اور یہ دہریہ آگ کو سر بردہ کہتا ہے
 جامہ اش سوزد گوید ناز نیست
 اس کا پورا ہوتا ہے کہتا ہے آگ نہیں ہے
 پس تفسط آمد ایں دُخوی جبر
 = جبر کا دھڑے سلفطانیست ہے

گبر گوید ہست عالم نیست لب
 دہریہ کہتا ہے مالم موجود ہے خدا نہیں ہے
 ایں ہی گوید جہاں خود نیست ہیج
 یہ کہتا ہے کہ دنیا خود کو نہیں ہے
 جملہ عالم مقصر در اختیار
 اختیار کا سارا جہاں مقصر ہے
 او ہی گوید کہ امر وہی لامت
 وہ کہتا ہے کہ حکم دیتا اور شی کو نہیں ہے
 جس را حیوان مقدرست رفیق
 لے رحمت! جن کا حیوان مقدر ہے

ہیج باسنے عتابے کس کند
 کوئی کبھی پتھر پر غصہ کرتا ہے
 زانکہ جبری حق خود را منکرست
 کیونکہ جبری اپنے جنس کا منکر ہے
 فعل حق جتنی نباشد لے پسر
 لے بیانا! ادا تھاں کا کام جس میں نہیں آتا
 ہست در انکار مدلول دلیل
 دلیل کے خبر کے انکار ہیں (بنا) ہے
 نور شمع بے ز شمع روشن
 شمع کی روشنی بغیر شمع کے روشن ہے
 نیست میگوید پنے انکار را
 انکار کے لئے نہیں ہے۔ کہتا ہے
 جامہ اش دوزد گوید ناز نیست
 اس کا پورا ہوتا ہے کہتا ہے وہاں نہیں ہے
 لاجرم بدتر بود زین روز گبر
 اس اعتبار سے وہاں دہریہ سے بدتر ہے

یار بے گوید کہ نمود متجب
 یارب کہتا ہے جو قبول نہیں ہوتا ہے
 ہست سلفطانی اندیش ہیج
 سلفطانی، ہیج ذاب میں ہے
 امر وہی اس بیار واک میار
 حکم دیتا اور شی کرتا ہے اور وہی
 اختیارے نیست ایں مجملہ حکم
 کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہ سلفطانی
 لیکت اداک دلیل آمد رفیق
 لیکن دلیل کا ادراک وقت طلب ہے

پھر الگ سے جملہ ہے اس الگ کا انکار ہے وہاں سے کہ جبر میں را ہے اور الگ کا انکار ہے۔
 جی تفسط جبر کا مقید اور سلفطانی مقید ہستی ہے جو ان کا کہہ رہا ہے ان کا کیا خیال کہ وہ جی کو
 اور خیال کہتا ہے اور یہ سلفطانی مقید دہریہ کے مقید سے ہی بدتر ہے۔

زانکہ محسوس است مارا اختیار
خوب می آید بر تو تکلیف کار

درکِ جدانی چوں اختیار و اضطرار و خشم و اضطبار و
باطنی احساس پیچے کہ اختیار اور اضطرار اور غصہ اور صبر کرنا اور
سیری و ناچار بجائے جس سے کہ زرد از سرخ بدایں فرق
چھٹ بھڑا اور بھوک منہ کے تانہ مقام ہے جو کہ زرد کو سنہلے سے
گند و خرد از بزرگ تلخ از شیریں و مشک از سرگس و دُور
اور چھوٹے کو بڑے اور گہلے کو پینے اور شک کو گھر سے اور سخت
از نرم و سرد از گرم و سوزان از شیر گرم و تر از خشک و کس
کو نرم سے سرد کو گرم اور چھلنے والے کو کھنٹے اور دُور کو خشک سے اور دیوار
و دیوار از لمس و در پس منکر و جدانی منکر جس باشد و زیادہ
کے چھرنے کو دوست کے چھرنے سے فرق کرتے ہیں تاہم احساس کا شکر جن کا شکر ہو
کہ وجدان از جس ظاہر ترست زیرا کہ جس را تو اں بستن
اور جس سے بھی جہ کہ کیونکہ باطنی احساس جس سے نہ کہے کیونکہ جس کو احساس کرنے یا اجزا
منع کردن از احساس و بستن راہ و مدخل و وجدانیات
اور وہ کا جانتا ہے اور باطنی احساسات کے راستہ اور مدخل کے بند کرنا ممکن نہیں ہے

رَا مَكُن نِيْسَتْ وَالْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْإِشَارَةُ

ممکن نہیں ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کا ہے

درک و جدائی بجائے حسن بود
 باطنی احساس جن کہ جس ہے
 نغمی آید بُرو کُن یا ممکن
 جہ ہر بے نیت ہے کر یا نہ کر
 ایں کہ فرما ایں نغم یا کُنم
 یہ کہ یں کروں گا یا نہ کروں گا
 واں پشمانی کہ خوردی زان بیک
 اور ہر شرمندہ جوتے ہی سے آخان
 جملہ قرآن اُمر وہی ست و جمید
 ساما سکان اور وہی اور داما ہے

ہر دو در یک جہل لے غم میرو
 لے جا : دو دن ایک گیل میں جاتے ہیں
 امر وہی و اجبر ہا در سخن
 حکم دیتا اور سن کرنا اور باد میں واقعات
 ایں دلیل اختیار ست لے صنم
 لے پیار سے ایہ اختیار کہ دیں ہے
 ز اختیار خوش گشتی مُہمتدی
 لے اختیار سے قربایت یا نہ بنا
 اُمر گردن سنگ مرمر را کہ دید
 سنگ مرمر کو کم کرا، کسی نے دیکھا ہے؟

۱۲۔ آو۔ جبری یہ کہتا ہے
کہ حکم دینا اور روکا مارنا غلط
ہے انسان کو کرنے نہ کرنے
میں کوئی اختیار حاصل نہیں
ہے۔ جتنی۔ حیوانات تک
جتنی کے قابل ہیں لیکن جبری
اس کا انکار کرتا ہے۔

۳۵۔ یاک۔ قدوسی مجرب
کونسا بہترین قرار دے
وہ دلیل جیسی دقیق چیز کا
لنگر ہے لہذا جبر کا قدسی
سے بے عقلی میں بڑھا ہوا
ہے۔ تاکہ۔ انسانی اختیار
ہو، بالکل جبریت چننے کے ہی
بلکہ نہ مختلف قرار دیا
۴۔

[illegible]

حق ہے خاص رسالہ سے جریز
 فرد جو انسان کے اختیار کا فکر
 ہے جو کہ ایک دہائی میں ہے
 قدر یہ فرق سے زیادہ حق ہے
 جدول گول و ستر کا انسان کا
 یہ ناکوئی ہے کہوں کا اختیار
 کی دیں ہے۔

لے جو کون قرآن میں ہیں
 خدا و امر اور کوی میں وہ
 انسان کے اختیار کی بنا پر ہیں
 بشر و خدا میں کون اختیار
 نہیں ہے ان کو نہ کون حق
 ہے نہ ان کو کس کام سے لکھا
 لے خصال جبری کا خیال
 ہے کہ اگر نفس و شیطان کو
 ملیت خدا دے کے تابع نہ
 دے جائے تو پروردگار سے
 مجرور و منحرفیت کس کی
 ہوگی بلکہ انسان کو مجرور قرار
 دیکر کسی نے اس قانون کو چیل
 ادا حق نہیں داکہ اختیار کے
 نہ ہوتے ہوئے وہ امر و نہی کا
 ہے مجرور۔ اگر انسان کو
 متاراجا جائے تو اس قانون
 کا مجرور نہیں آتا جس نے
 کہ بندہ کا اختیار نیست کے
 تابع ہے اگر بالفرض مذہبی
 آئے تو بندہ کے غیر متاراجہ
 کی صورت میں خدا کی امر و نہی
 سے جو خدا کا جہن اور نہایت
 لازم آتا ہے وہ اس سے کوی
 جریز ہے۔

لے فرق ہونا ہے ترک
 اور کئے ہونا ہے دلے ہونا
 کی تشبیہ سے کہ سہا ہے
 کہ حضرت حق تعالیٰ نے بندہ
 کو ایسے راستے بنا دیے ہیں کہ
 شیطان کا ان میں کوئی دخل
 نہیں ہے بندہ ان دستور
 کو اپنے اختیار سے چھوڑتا تو

بیچ دانا بیچ عاقل ایس کُند
 کہ بھمداد کون خلد = کرتا ہے
 کہ بگفتن کہ جنیں کن یا چنان
 کہیں نے کہا تھا اب اس کا دیس
 عقل کے حکم کُند بر چوب سنگ
 لکڑی اور پتھر کو مثل کلمہ دیتی ہے !
 کاے غلام بستہ دست کہتے پا
 کہ اسے اپنے بندے ہاؤں ٹٹے ہوئے غلام !
 خالق کو اختر و گردوں کُند
 وہ خالق جس نے ستارے اور آسمان بنایا

احتمال عجز از حق راندی
 نے اسے اٹھائے ہے ماجوی کا احتمال رنج کیا
 عجز نبود در دست در و خود شود
 خدا کے عقیدہ میں مجرور انہم نہیں تاجور و گارگے
 ترک میگوید تنق را از کرم
 ہرانی سے ترک مہمان سے کہتے ہے
 وز فلاں سواند را میں با ادب
 خبردار اٹھنے دروازے سے اب کیا تو اندر کیا
 تو بکس آں کئی بر در روی
 حق کا ان کرتا ہے دروازے پر جا تا ہے
 آچنان زو کہ غلاماں رفته اند
 وہ رنج اختیار کہ غلام اختیار کرتے ہیں
 تو سگے با خود بری یا رو بہ
 تو اپنے ساتھ نشا یا امری لے جاتا ہے
 غیر حق گر نباشد اختیار
 اگر خدا کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں

با کلوخ و سنگ خشم کس کُند
 نہیں اور پتھر سے خشم اور کس کرتا ہے !
 چون نکر دید لے موات عا جل
 لے ٹرڈ اور عاجز و تہ نے کیوں نہ کیا !
 مرد چنگی کے زندہ نقش چنگ
 چنگ بہاؤ والا چنگ کی تصویر کو کب بھاتا ہے ؟
 نیزہ برگیر و بیاسوئے وفا
 نیزہ تمام اور جنگ کی جانب آ
 امر و نہی جاہلانہ چوں کُند
 جاہلان کا سامع دینا اور منکر ناک کرتا ہے ؟

جاہل و عیج و سفیہش خواندی
 (اور) اُنہی کو جاہل اور حق اور بیوقوف کہہ دیا
 جاہلی از عا جبری بدتر بود
 جبالت و مجر سے بدتر ہے
 بے سنگ و بے دلق آسوی درم
 ہرے دروازے کی جانب بغیر کئے اور گدڑی کے
 تا سگم بند و ز تو دندان لب
 تاکہ برائے جمع ہے ہنٹ اور دانت بند رکھے
 لا جرم از زخم سنگ خستہ شوی
 لا حاد خٹے کے زخم کے خستہ ہر مانا ہے
 تا سگش گرد و حلیم و مہر مند
 تاکہ اس کا نشا برودار اور مہرمان بن جائے
 سنگ بشور داز بن ہر خرگے
 ہر خرگے میں سے نشا بردار جاتا ہے
 خشم چوں می آیدت بر مجرم دار
 تو مجرم پر خشم کیوں آتا ہے ؟

لے عقل میں مجرور میں اختیار نہیں ہے ان کو کرن حکم نہیں دیا جاتا ہے جنگ کی تصویر پر بندہ بچے کا اختیار
 نہیں ہے اس کو کرن نہیں بھاتا ہے اسے جس فہم کے باوجود بندہ ہوئے ہیں اس کو جنگ میں
 باگزیر و بازی کا کوئی حکم نہیں دیتا ہے۔ غلطی اسے تعالیٰ جس کی حکمت سے تارے اور آسمان بنائے
 یہ بلا و ذل کیے صادر ہو سکتا ہے کہ وہ غیر متاراجہ کو دے بائیں کرے۔

۱۰۰ کر تیار۔ پانی کے ساتھ
 اور ہر بار اس جری کو فتنہ
 نہیں آتا ہے جو کہ سمجھنا ہے
 کہ چہ چہ اختیار سے حال
 ہیں جنم۔ جری کا دروس
 پر فتنہ کرنا اس کی دلیل ہے
 کہ اس کو خوار سمجھتا ہے۔
 ۱۰۱۔ اگر خیراں۔ اوستا تک
 یہ سمجھتا ہے کہ حق میں اختیار
 اور ارادہ نہیں ہے اسنے
 دالے میں سے لٹا اس پر جو
 کرتا ہے۔ شاکت میں دیکھ
 پر فتنہ نہیں کرنا دیکھ اپنے
 دالے پر فتنہ کرتا ہے اگر
 دیکھے پراس کا فتنہ ہے تو
 دراصل وہ اسنے دالے پر
 فتنہ ہے جو اس کی اوستا کی
 وجہ سے دیکھ پرتا دلتا ہے۔
 مثلاً جیوانی۔ جیکھاں اور
 شاکت میں انسان کو خوار سمجھتا
 ہے تو جری کو اس میں فتنہ
 سے شرم کرنا چاہیے۔
 ۱۰۲۔ روٹن جری کی مثال
 اس شخص کی سی ہے جو جری
 کھانے کے وہی سمجھتا ہے
 اور صحت سے شرم نہ لے
 خیراں۔ انسان کی حرص و
 کوٹنی کو جتنی ہے تو اس کو
 حق کرنا تو سہل ہے۔
 ۱۰۳۔ حکایت۔ اس حکایت
 کا مقصد یہ ہے کہ بدلتے ہوئے
 افعال کا اختیار حاصل ہے۔
 شکت۔ کوٹنا۔ تقیر۔ تقیر
 غلطی اور انی اختیار کو اس
 کا سبب بناتی ہے۔ اختیار کو
 سبب نہیں کرتی ہے۔ چنانچہ
 میں کوٹنا کہتا ہوں میں تقیر
 غلطی کی جینم میں ہی ہے
 جو مناس سے رہا میں شکت
 سول۔

عقل حیوانی جو دانست اختیار
 حیوانی عقل نے جب اختیار کو سمجھ لیا
روشن مست میں ایک ازل طبع سحر
 یہ اوستا کا حق ہے لیکن سحر کے وہی میں
 چونکہ کلی میل اوناں خورنیت
 چونکہ اس کی ہر خواہش رولی کھانے کی ہے
 حرص چوں خورشید را پنہاں کند
 لالچ و سبب سحر کو چھپا دیتا ہے
 ایں مثل بشنو مشو منکر بدان
 یہ مثل شکل ہے اس کے باوجود منکر نہ بن

ایں گواے عقل انسان شرم دار
 اسے انسان کی عقل: شرم کر تو اس اجڑی کی عقل
 آن خورندہ چشم می بستد ز نور
 وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر دیتا ہے
 زو بتاریکی کند کہ روز نیست
 اندھیرے کی طرف منہ کر دیتا ہے کہ روز نہیں ہے
 چه عجب گر پشت بر برہاں کند
 کیا عجب ہے اگر دلیل کی طرف پشت کر لے
 اختیار خویش را در امتحاں
 امتحان کے وقت اپنے اختیار کا

حکایت زد کہ باشنہ گفت کہ انچه کردم تقدیر خدا بود و
 حکایت انہیں۔ بزرگی جس نے کوٹنا سے کہا کہ جو کہ میں نے کیا خدا کی تقدیر تھی اور
جواب شنہ و ہم در بیان تقریر اختیار خلق و ہم بیان آنکہ
 کوٹنا کا جواب نیز خلق کے اختیار کو ثابت کرتے کے بیان میں ہیں نیز اس بیان کو
تقدیر قضا سبب کنندہ اختیار سبب کنندہ اختیار
 تقدیر اور قضا اختیار کو سبب بنانے والے ہیں اور اختیار کو سبب کرنے والے ہمیں ہیں

گفت زدنے شنہ را کہ پادشاہ
 ایک چور نے کوٹنا سے کہا کہ اے حاکم
 گفت شنہ انچه من ہم می کنم
 کوٹنا نے کیا میں بھی جو کر رہا ہوں
 از دکانے گر کے خر بے زر
 کسی دکان سے اگر کوئی شخص سول لے جائے
 بر سرش کو بی دروغشت آکرہ
 دھت کرے اس کے سر پر اور کہے اافق
 دیکے ترہ چوں اس خدا فضل
 لے یہ وقت ایک ستارہ کے بائیں ہونے پر
 تو بدیں خدا اعتمادے می کنی
 تو اس خدا پر بھروسہ کرتا ہے

آنچہ کردم بوداں حکم آکر
 جو کہ میں نے کیا خدا کا حکم آکر
 حکم حق مست اے دوشیم روغم
 اے سیر سے پیارے اے خدا حکم ہے
 کایں ز حکم این دست آ باخرو
 کراے فتنہ! یہ خدا کے حکم سے ہے
 حکم حق مست ایں کہ انجام بازنہ
 خدا کا حکم ہے کہ اس مجھ واپس رکھ
 می نیاید پیش بقول قبول
 سہی کرکھ کے کایں قبول نہیں
 گرد مار و از دھانے میلنی
 مانپ اور مار دھانے کے گرد پھرتا ہے

ان چٹنیں غدر کے تسلیم نامیل
 لے بیوقوف ! ایسے مسد سے
 ہر کے پس سبب تو بر کند
 بہرہ ہر شخص تیسری نہیں نو ہے
 حکم حق گر غدر می شاید ترا
 آراش آتانی کے حکم کا غدر میرے نے مناسب
 کمر اصد آرزو و شہوت مست
 کیو کیو میری سینکڑوں آرزویں اور خواہشیں ہیں
 پس کرم کن غدر را تعلیم ده
 تو ہرانی سے مجھے غدر کرنا سکھا دے
 اختیارے کردہ تو پیشہ
 تھے ایک پیشہ اختیار کیا ہے
 در زچوں بگزیدہ آں پیشہ را
 در زنے ہ پیشہ کیوں اختیار کیا؟
 چونکہ آید نوبت نفس و ہوا
 جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے
 چوں بر دیک جبہ از تو بار سوز
 جب دوست تجھے ایک آن کا مانند آگاہ کیا
 چوں بیاید نوبت شکر و نعم
 جب شکرا اور نعمتوں کی باری آتی ہے
 روزخت را غدرا یں باشند حقین
 ترے نے روزخ کا بھی غدر پیشہ ہے
 کس بدیں محنت جو غدر و نیت
 اس میں سے تجھے کس نے مسدزد رکھا
 پس بدیں داو و جہاں منظوم شد
 تو اس شغف احاکم سے دنیا کا ہم منظر ہو گیا

خون و مال و زن ہمیکردی تسبیل
 تو نے جان اور مال اور بیوی کو قربان کر دیا
 غدر آرزو خویش را مضطر کند
 غدر کرے گا اپنے آپ کو مجبور غدر کرنے کا
 پس بیا موز و بدہ فتویٰ مرا
 قریبے سکھا دے اور فتویٰ دیدے
 دست من بستہ ز بیم و بیدیت
 خوف اور بیدیت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے
 بر کشا از دست و پائے من گره
 مجھ کو مجبور کرے ہاتھ اور پاؤں محول دے
 کا اختیارے دارم و اندیشہ
 (اور ترکتھما ہے) کہیں اختیار دے مجھ کو رکھتا ہے
 از میان پیشہ ہا اے کد خدا
 اے صاحب ! سب پیشوں میں سے
 بیست مرده اختیار آید ترا
 تجھ میں بیست مردوں کا اختیار آتا ہے
 اختیار جنگ در جانت کشود
 فیری جان میں لڑائی کا اختیار کتنا ہے وہاں
 اختیار نیت از سنگے تو کم
 تجھے اختیار نہیں ہے تو بھرے کم ہے
 کا ندیں سوزش مرا غدر میں
 کہ اس جگہ میں مجھے مسدزد ہے
 و ز کف جلا دایں دورت نداشت
 اور کف کے ہاتھ سے تجھے جس نے دور رکھا
 حال آں عالم ہمت معلوم شد
 اس عالم کا حال بھی تجھے معلوم ہو گیا

سے بھر کر جسے ہمیں چھوڑا
 اور کہہ دے کہ یہی خدا کی
 تقدیر ہے مولیٰ اسی جگہ
 روک دے۔ سن کر وہ دیکھ
 جب میری فروش کے یہاں
 بھی غدر مقبول نہیں ہے تو
 اس پروردگار ہر گاہ کا صاحب
 کس قدر طاقت ہے۔
 بقائے میری فروش۔ آہ
 میں جہاں جس کے نتیجہ میں
 سب اور پتھر دھس گئے۔
 اے تسلیم ! حق نامیل
 کیونکہ خون میں جگر کے غدر
 کے مطابق تیرا سب کو بیکر
 غدر کا پاسکتا ہے اور بچے
 والا اپنے آپ کو مجبور بنا کر
 کر کے بڑی ہو سکتا ہے۔
 حکم حق میں کد کے مسئلہ
 میں اگر حکم حق کو بیکر غدر کا
 پاسکتا ہے تو مجھے بھی یہ غدر
 سکھا دے میرے دل میں
 بھی بہت سے گناہوں کی
 تنہا ہے اور ادا کمان کے
 ڈورا و غفر سے میں نہیں
 کرک رہا ہوں۔
 اے پتھر تیری بڑی ہرانی
 ہو گیا اور مجھ کو بیکر غدر کا
 حاصل ہو جانے کی اختیار
 انصاف اپنے لئے کوئی پیشہ
 اختیار کرتا ہے یہ اس کے
 اختیار کی دلیل ہے۔ چونکہ
 جیسی انسان خود ہوش نشانی
 کا امان کرتا ہے تو پیشہ
 انسانوں کا اختیار اس میں
 آتا ہے اگر اس کا ایک
 زلی کا کوئی نقصان کرنا
 ہے تو وہ ان کا اختیار
 ہرے ہونے کی اختیار کرتا ہے۔

اے حق بیاد جس وقت
 خدا کی اطاعت و دعوت

کے اس غدر کو دنیا میں کسی نے تسلیم نہیں کیا اس
 دھوکہ کا اور دنیا کا ہم اس انصاف سے قائم ہے کہ جیسی کا غدر قبول نہ کیا جائے تو آخرت کو
 بھی جیسی پر تپاس کر دینا چاہیے۔

کھانا دیا ہے پر چوری کیا ہے
 ہے کہ میں مجرموں اور اپنے
 آپ کو پھر سے بھی زیادہ فر
 غبار ظاہر کرتا ہے حضرت
 جب چشم کی آگ میں بے گ
 قہر میں کھینچ کر میں ملے
 میں مجرموں کو کشت جبری
 لے اے شیطان نے
 میں اپنی گزریں پراپنے جبر کا
 نہ پیش کیا تھا اور کہا تھا
 کو میری گزریں میری اختیار
 نہیں ہے لیکن اس کا مذکر
 مقبول نہ تھا اگر دروازہ چھوڑ
 کا طرح۔ ذی کینہ۔

لے گفت۔ چل جاؤ گے
 دے لے کہا کہ باغ خدا کا
 ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں
 اترنے کے لیے پھر اسے صلا
 کئے ہیں تو باہر کی طرف
 بچے کیوں ماست کرتا ہے تو
 خدا کی دسترخوان پر صل کرتا
 ہے۔

لے گفت۔ باغ دے لے
 اپنے نوکر کو بیا کر تھو لے آ
 میں اس کا جواب اس کو
 دے دوں گا اور تھی سے
 اس نے اس کو درخت سے
 ہاتھ کر مارا شرع کر دیا۔
 گفت۔ چل پڑاؤ لے دے
 لے کہا کہ تو خدا سے شرم کر
 مجھے گناہ کو کیوں مارے
 لے دے۔

لے گفت۔ باغ دے لے
 کہا کہ وہی خدا کی ہے میری
 خدا کا بندہ ہیں تیری گزریں
 پہلو میں خدا کا ہے میں غلط
 کے حکم سے خدا پہلو میں
 میں کیا بڑی ہے گفت کیا
 پرہ جبری ہر ذکر کرنے لگا
 اور بندہ کے اختیار کا کوئی

حکایت ہم در جواب جبری و اثبات اختیار و صحت امر و
 نیز حکایت جبری کے جواب میں اور اختیار ثابت کرنے اور حکم دینے اور روکنے کی
 نہیں و در بیان آنکہ غدر جبری در بیج ملتے وینے مقبول
 صحت کے پاس میں اور اس بیان میں کہ جبری کا مذکر کسی وقت اور میں مقبول
 نیست و موجب خلاص نیست از سزائے اس کار کہ
 نہیں ہے اور اس کام کی سزا سے جو اس نے کیا ہے، مجتہد اسے اسباب
 کردہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیس بدان کہ گفت
 نہیں ہے چنانچہ شیطان اس قول کی وجہ سے کہ
 سَرَبِ مِمَّا آغُویتَنی وَالْقَلِیلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ
 ”خدا تو نے مجھے گمراہ کیا“ چھٹکارا نہ پاسکا اور تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

می فشاندا و میسود را و ز دانه سخت
 جردوں کی طرف بہت پس بھاڑنے کا
 از خدا شرمیت کو چہ میسکی
 خدا سے تیری شرم کہاں گئی، تو کیا کر دیا؟
 گر خور دخر ما کہ حق کر دوش عطا
 اگر کھریں کار ہے جو کا مسکو خدائے دی ہیں
 بخل بر خوان خدا و غنی
 بے نیاز خدا کے دسترخوان پر بخل کر رہا ہے
 تا بلویم من جواب بلو اس
 تاکہ میں اس بلے کا جواب دوں
 میز او بر پشتش تاش چو سخت
 اس کی کمر اور پتلا پر سخت لٹائی ہوئی تھی
 می کشی ایس بیکنہ را زازار
 تو اس بے قصور کو بڑی طرح سے اڑا رہا ہے
 میزند بر پشتش و گیر بندہ خوش
 دوسرے بندہ کی کمر پر ضرب مار رہا ہے
 من غلام آلت و فرمان او
 میں اس کے کمرے اور حکم کا غلام ہوں
 اختیار است اختیار
 اختیار ہے، اختیار ہے، اختیار

آں یکے میرفت بالائے درخت
 ایک شخص درخت پر چڑھا
 صاحب باغ آمد و گفت لے دنی
 باغ والا آیا اور اس نے کہا اے کینہ!
 گفت از باغ خدا بندہ خدا
 گفت از باغ خدا بندہ خدا
 اس نے کہا اے تھوڑے کے باغ سے خدا کا بندہ
 عامیاند چہ ملاست میسکی
 جاہلوں کی طرح تو کیب ماست کر رہا ہے
 گفت لے ایبک یا و آں سن
 اس نے کہا اے غلام! تھی لے آ
 پس بشتش سخت اندم بر درخت
 پھر اس وقت اس نے مسکو درخت کس کرنا بندہ دیا
 گفت آخرا ز خدا شرمے بدار
 اس نے کہا، آخر خدا سے شرم کر
 گفت کر چوب خدا ایں بنڈاش
 اس نے کہا خدا کی لٹائی سے یہ آسن کا بندہ
 چوب حق و پشت و پہلو آن او
 لٹائی اور اٹھانے کی، کمر اور پہلو اور اٹھانے کا
 گفت تو بہ کر دم از جبرے عیار
 اس نے کہا اے غلام! میں نے جبری سے تو کی

اختیارات اختیارش ہست کرد
 یہ سے اختیار کو اس کے اختیار نے پیدا کیا
 اختیارش اختیار ما کند
 اس کا اختیار ہمارے اختیار کو پیدا کرتا ہے
 حاکمی بر صورت ہے اختیار
 بے اختیار صورت پر حکومت کرنا
 ناکش دے اختیار صید را
 مٹی کو وہ بے اختیار شکار کیجے جیسا کہ
 لیک بے بیج آتے وضع صمد
 لیکن اللہ تعالیٰ کی کارگری بیکس آگے کے
 اختیارش زید را قیدش کند
 زید کا اختیار اس کو قید کر دیتا ہے
 آل در و گر حاکم چو بے بود
 بڑھتی، کمزری پر حاکم بن جاتا ہے
 ہست آہنگ بر آہن قیمتی
 زار، وہ ہے پر حاکم ہے
 نادرا باشد کہ چندی اختیار
 محب بات ہے کہ اس قدر اختیار
 قدرت تو بر جمادات از بزر
 صورت کی وجہ سے بے جان چیزوں پر برتری قدرت
 قدرش بر اختیارات کچھ ناں
 اس اختلاف نے ہی قدرت اختیارات پر اس طرح
 خواستش میگوئی بر و جکمال
 اس اختلاف نے ہی کے ارادہ کا اہل کمال کے طریقہ پتائی
 چونکہ لغتی کفر من خواہ ویت
 جب فتنے یہ کہا کہ میرزا کفر اس کی فتنہ ہے
 زانکہ بخواہ تو خود کفر تو نیست
 کیونکہ تیری فتنہ کے بغیر خود تیرا لغوی نہیں ہے

اختیارش چوں سوارے زیر کرد
 اس کا اختیار گرد کے نیچے کے سوار کی طرح ہے
 اثر شد بر اختیارے مستند
 علم کا مدار اختیار پر ہے
 ہست ہر مخلوق را در اقتدار
 قادر بنے ہیں ہر مخلوق کو حاصل ہے
 تا برد بگرفتہ گوشش اوزید را
 مٹی کو زید کا کان پکڑ کر لے جاتا ہے
 اختیارش را کند او کند
 ان کے اختیار کو اس کا ہاتھ باندھ کر ہے
 بے سنگ بے دام چوں صید را
 وہ بغیر گتے اور جال کے شکار جیسا بن جاتا ہے
 واں مصور حاکم خوبے بود
 مصور، حسین کا حاکم بن جاتا ہے
 ہست بتا ہم بر آلت حاکم
 سوار بھی اوزار پر حاکم ہے
 ساجد اید ز اختیارش بندہ وار
 اس اختلاف نے ہی کے اختیار سے ہم کیوں سر ہو گئے
 کے جمادی را از انہا نفی کرد
 ان کے بے جا ہونے کی ک نفی کرتی ہے
 نفی نکند اختیارے را از ان
 اس سے اختیار کی نفی نہیں کرتی ہے
 کہ نہ باشد نسبت خبر و ضلال
 انکشاف قتلے کی جانب، خبر اور گمراہی کی نسبت خبر
 خواہ خود را نیز ہم میداں کہ ہست
 قرآنی فتنہ کو بھی سمجھ لے کر وہ ہے
 کفر بخواہش تا نفس گفتی ست
 "بغیر فتنہ کے کفر کرنا - متفاد بات کہنا ہے

ہر گناہ اختیار۔ قدرت کے
 عقیدہ کے خلاف ملامت فرماتے
 ہیں کہ بندہ کا اختیار بھی اختیار
 خود ارادی کا مدار ہے نہ بند
 کا اختیار ظاہر ہے اور صحت
 حق قتلے کا اختیار پوشیدہ
 ہے۔
 لے آتش جبر کے عقیدہ
 کے خلاف ملامت فرماتے ہیں کہ
 تمام احکام اور فرائض کا مدار
 اختیار پر ہے نہ بندہ کو تسلیم
 ہے اس لئے نام جبر نہیں ملتا
 وہ لے لڑا ہے لڑنے پر لڑا
 قدر لیکن انصافاً یہ انصافاً
 یعنی زور انسانی جبر ہے نہ خدا
 محض بیکر ملامت میں ہے۔
 حاکمی۔ بے اختیار تو ہر مخلوق
 کوئی کرتی ہے نہ خدا کی
 صفت خاص نہیں ہے۔ ایک
 اختلاف کی صفت خاص ہے
 کہ وہ فتنہ پر نہیں کسی آگے خود
 اس کے اختیار کو کسی کی کند
 بتا دیتا ہے اور اس کو بے اختیار
 دیتا ہے۔
 اختیار۔ اختلاف کی
 صفت خاص ہے کہ وہ انسان
 کو خود اس کے اختیار سے غیر
 کسی آگے کے شکار دیتا ہے۔
 زور۔ بڑھتی، کمزری۔ یعنی
 لے قدرت جو چیز اہمیت
 کے وازم میں سے ہے وہ
 اہمیت سے جدا نہیں جوتی
 ہے جہاں وہ بے اختیار نہ ہوگی
 اہمیت کے لئے لازم ہے کہ
 طرح انسان کا اختیار نہ ہوگی
 اہمیت کے لئے لازم ہے نہ
 کی جہاد پر قدرت جہاد
 کے بے اختیار نہ ہونے کو سلب
 نہیں کرتی ہے اس طرح اختلاف
 کا اختیار اور قدرت انسان کے
 اختیار کو فنا نہیں کرتا ہے۔

کسی زمین کی تصویر چار۔ سوار۔ آثار۔ اگر غیر خدا بندوں پر اس کی حکومت ہو تو جس میں کوئی قدرت
 نہیں ہے نہ قدرت تو یہی ہے کہ بندہ مختار ہوتے ہوئے اس کے اختیار کا نظام ہے۔

تخانش، انسانی افضال میں
انسان کی نسبت لہر وارادہ
کو جس دھل سے جو مشیت
خداوندی کے تابع ہے وہ فضا
نَشَاوَنَ اِلَآ اَنْ لِّشَآءِ اللّٰہِ
اور تم نہیں جانتے کہ ہر حافہ
ہا ہے اگر تم ایسا ہو گے تو
افضال کی طرف جبر اور گمراہی
کرنے کی نسبت جبر ہوا گئی ہے
چونکہ جب جبری انسان یہ
کہتا ہے کہ میرا کفر یا ناشکی
مشیت سے ہے تو کفر کہنا
اُس نے اقرار کیا اور کفر ہو کر
جو انسان اپنے ارادہ اور مشیت
سے کہے تو یہ اس جبری
نے اپنے اختیار کا اقرار کر لیا
اے ڈنگ، اپنے ارادہ
اشکا کا انکار کیا کہ ہے وہ اختیار
کے انکار کا انکار نہیں ہے تو
انسان اپنے کفر یا اقرار کرے
اور پھر اپنا اختیار نہ والے یہ
دو تضاد آتی ہیں، آخر مگر
حکم ربانی کی بات ہے خدا
ہی سے مخرج ہے، خود جہلی
کو برا کہنے والا، صاحب مصلحت
نہ ہونا چاہیے، ہر شخص
کے نفس کے ایک کیے مستند کسی ماحولیت
ہے۔
جس شخص نے اپنے نفس کو
مستند نہیں کیا ہے، خود
کے ایک کیے مستند کسی ماحولیت
ہے۔
ان انسان میں ہوا
جس میں ہر شخص
مستند نہیں کیا ہے۔
جس شخص نے اپنے نفس کو
مستند نہیں کیا ہے، خود
کے ایک کیے مستند کسی ماحولیت
ہے۔

امر عاجز را قبیح ست و ذمیم
عاجز کو مکرم دینا بڑا اور ناپسند ہے
گاؤ گر یوغے نیکر دمیں نہ نند
میں اگر بڑا نہیں یتا ہے مارے ہیں
گاؤ چوں معذور نہ خود فضول
بیکار (معاذ) میں جب بیل معذور نہ ہوا
چوڑ نہ رنجور سر را بر میند
جسم کو تیار نہیں ہے ستر کو نہ کس
جہنم کنز جام حق یابی نوی
کوشش کرتا کہ خدا کی جام ہے تو آزاد گل کو
آنکہ آں مے را بؤد کل اختیار
تب اس شراب کو پلدا انتہا ہو گا
ہر چہ گوئی گفتہ مے باشد آں
تو خرچہ کیجے وہ شراب کا کہا ہوا ہو گا
کے کند آں مست جز عدل صواب
وہ مست، انصاف اور صواب کے علاوہ کب کو کہے؟
جادواں فرعون را گفتند بیت
جادوگروں نے فرعون سے کہہ دیا، خبر ہوا
دست پیا ما مئے آں واجد دست
ہمارے ہاتھ اپناؤں میں خدا کی شراب بہت ہے
چوں بسر رشد ز جام او مدام
میں اس کے جام کی شراب سیری ہر جاتی ہے

خشم بدتر خاصہ از رب رحیم
غفر کرنا زیادہ بڑا ہے غصہ مٹا کر
بیچ کا دے کو نپر دینا نہ نرند
سیل نہ آنے تو وہ عاجز ہے
صاحب گوارچہ معذرت و دل
قر، بیل والا کس وجہ سے معذور اور حق ہے
اختیار ہست بر سبت محمد
جے اختیار ہے مذاق نہ اڑا
بیخود بے اختیار آنکھ شوی
پھر تو بے خود اور بے اختیار ہوجا بیٹا
تو شوی معذور مطلق مستار
تو ہوش کی طرح باکل معذور ہوجائے گا
ہر چہ رو بی رفتہ وے باشند
تو جو کچھ جھانے لگے گا جھانڑا ہوا ہوگا
کہ زہلم حق کشیدست او شرا
کیونکہ میں نے خدا کی مام سے شراب پلائی ہے
مست پڑوائے دست پاکیت
مست کو ہاتھ اور پاؤں کی پروا نہیں ہے
دست ظاہر سایاست و کار دست
ظاہری اہم ہے اور کھلم ہے
خانہ دل را فرو گیر و تمام
دل کے گھر کو پوری طرح گھیر لیتی ہے

[illegible]

معنی ناشار اللہ کان یعنی خواست خواست اوست و رضا
جراث دتائے جانے ہاں ہوا کے مستحق یعنی رفعت اس کی نسبت ہے اور رضامندی
رضائے اوواز چشم و زو دیگر ایں دل تنگ نباشد کان
انہیں کی رضامندی ہے تم در کسوں کے غصہ اور زور ہے بجمہ نہ ہو رفق کان
اگرچہ لفظ ماضی است لیکن در فعل خدا ماضی و مستقبل
اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن اللہ کے فعل میں ماضی اور مستقبل نہیں جڑتا ہے
نباشد کہ لیس عند ربنا صبا ح و لا مساء
کیونکہ ہمارے پروردگار کے یہاں ہی اوقام نہیں ہوتی

قول بندہ ایش شار اللہ کاں
بندہ کا یہ کہنا جو خدا نے پاا وہ ہوا
بلکہ تحریض است براخلاص جہد
بلکہ اظہار اور کوشش پر برائے جہت کتابے
گر گویند آنچه میخواہی تو دلدا
اگر وہ کہیں اسے جو خدا تو جہا ہے
آنگہاں تنہاں گئی جائز بود
اس وقت تو کابی نہ لے جائز ہوگا
چوں گویند ایش شار اللہ کان
جب وہ کہیں جو خدا نے پاا ہوا
پیش چوا صد مرده اندر و رواو
فریز کون ترانہاں کی برابر اے کماٹ میں
گر گویند آنچه می خواہد وزیر
اگر کہ بھی کہ وزیر جو چاہے
گرد او گرداں شوی صد مرده کوڈ
ترتر انسانوں کی حالت سے نکلے گرد پڑے گا
یا گریزی از وزیر و قصر او
یا تو وزیر اور اس کے محل سے بھاگے گا
باز گو نہ زین سخن کاہل شدی
تو کس بات سے غافل کاہل بننا
اگر انسان سے یہ کہہ دیا نا کہ ہر کام تیری فشار کے مطابق ہو جائے گا تو اس وقت انسان خدا کی
الامت اللہ بندہ کی میں شعی کرتا۔

کے مستحق جو خدا نے پاا
ہوایے مستحق ہیں کہ اصل
مستحق نہ اندی اسلما
در اصل مصلحت خداوندی ہو
دوسروں کی ماضی سے لای
کو نہ ہونا چاہئے ہوتا
ہوایے ماضی کا صیغہ ہے جس
میں گزرا ہوا زمانہ یا ماضی ہو
لیکن اظہار خدا نے کئے یہ
لفظ بولا جائے تو اس پر لکھ
ماضی مضارع کی بحث نہیں
ہے اس لئے کہ اللہ کی نسبت
سے کوئی زمانہ گننا ہو کہ
داتے والے ہے۔
کے قول بندہ چاہے یہ کہنا
خدا کے بندے کے فعل میں اس
کی نسبت کا فعل ہے کہ
ماشاء اللہ خان جراث
لے پاا ہوا اس کے خلاف
ہوتا ہے نہ اس کا اس کے
مستحق ہوتا ہے۔ انہی کا
فعلی و امر ہو مستقبل میں۔
تو اس پر بڑھکتا نہ وقت
میں انا و خداوندی کو گرد
لے ہیں۔ جب یہ کہاں کہ
جو خدا پاا جاتا ہے وہ ہر کسے
قرآن میں اس کے وہاں کے
پڑھو جاتا ہے۔ ورنہ کماٹ
کو نہ۔ اگر ظاہری یا اسان
ہو جائے کہ ماضی و وزیر
خود خدا ہے تو تمام انسان
اس کے گرد پڑے گا نہیں گے
اس کے محل سے گرد نہ جائیں
کی کوئی طلب نہ ہوگی۔
کے آواز جو اس نے ہر کس
انسان کے گرد و مدار میں
نسبت چوکی۔

آمر آراں۔ اگر
 ۱۔ اعلان ہو کہ اس سرور پاک
 چاہے کہ تو اس کا مطلب یہ ہے
 کہ صرف اس کی صحبت اختیار
 کرنا ہی پیکرِ کمال ہے کہ جس
 سے پہلے کہ جو وہ چاہی گئے
 گئے۔
 ۲۔ آج اس کا مطلب یہ
 نہیں ہے کہ جو کہ وہ ماکہ ہے
 بلکہ اس کے قریب نہ جا
 حق و قرآن و حدیث کے
 معنی سمجھیں جو بندہ کو سرگرم
 عمل بنائیں اگر وہ ہر وقت
 اور کابل بنائے ہی وہ توفیق
 ہے۔
 ۳۔ آج یہی اشارہ خدا کا
 سرگرم عمل کر لیتے ہیں جس
 قرآن و حدیث کا
 کی تفسیر کر لے آیت کا تفسیر
 دوسری آیت کی روشنی میں ہونی
 چاہیے یا اس عالم سے کہ یہاں
 جس نے ہر وہ جس کو چاہا
 ہو۔ پیش نظر کر۔ وہ ماہر قرآن
 پر قرآن پر کیا ہو اور اس کی
 تفسیر بہت قرآن میں گئی ہو۔
 تو نے اب اس عالم اور قرآن
 میں وہ حالت ہوگی جو پھول
 کے دو طرفہ اور پھول میں ہے کہ
 دونوں کو شکر میں کیاں ہے
 گزیرانی اگر سرگرم عمل کرنے
 دے مستحق تھو پر خدا پر نہیں
 ہوئے ہیں تو انکی تلاش کر۔
 ۴۔ وہ تھیں۔ یہ عورت خریف
 ہے اور حدیث میں ہے جنت
 انفسہا بہاؤ ہے کہ تم انکی خشک
 ہو گیا ہے ہر وہ چیز کو جو چھوٹے
 والی چیز میں پر صاف نہ ہو
 کیا چھوٹے کس بات کے
 آئینہ نظر آیا ہر انسان کو
 اس چیز کی سہولت دے وہ
 گئی ہے جس کے لئے یہ پیدا

امر آراں فلاں خواجاست میں
 خیر دار۔ حکم ظاہر خواجہ کا حکم ہے
 گرد خواجہ گرد چوں مراں آو
 خواجہ کے گرد چکر کاٹ چکر ہم اکیلیت ہے
 ہر چہ او خواہد ہماں یابی یقین
 جو وہ چاہے وہ یقیناً حاصل کرے گا
 تھے جو حاکم اوست گرد او گرد
 مذکور ہو وہ ماکہ ہے اس کے گرد چکر کاٹ
 چونکہ حاکم اوست اور اکیلیت
 چکر کاٹ ماکہ ہی ہے اس کو چکر اور پس
 حق ہو تو تاویل کاں گرم گند
 وہ تاویل سے ہے جو تجھے سرگرم کر دے
 در کید رست حقیقت میں پلا
 ادا کر تجھے دینا ہے حقیقت بھولے
 ایسے برائے گرم کردن آمدت
 یہ سسر گرم کرنے کے لئے آیا ہے
 معنی قرآن ز قرآن پریں ویں
 قرآن کے سامنے قرآن سے دریافت کر اور پس
 پیش قرآن گشت قربانے ویت
 جو قرآن کے سامنے قربان اور قربانہ دار ہیں یہی ہو
 روغن کو شند فدائے گل بگل
 جو تیل پھول پر با گل ہندو ہو گیا ہے
 گرمیدانی بگو تاویل آں
 اگر وہ نہیں سمجھتا ہے تو شک و شبہ نہ کر لے

چیت یعنی باجزا و کتر نشیں
 کیلے؟ یعنی اس کے سوا کے ساتھ نہ بیٹھ
 کو شند دشمن را ہندان دوست
 کیونکہ وہ دشمن کو اسے دوست کی جانب ہزاروں
 یادہ کم رو خدمت او بزرگزیں
 پیورہ روی نہ کر اس کا دربار منتخب کر لے
 تا شوی نامہ سیاہ و روی ارد
 تاکہ تو سیاہ نامہ والا نہ دیکھو جسے وہ اپنے
 غیر اور انیت حکم و دسترس
 اس کے خبر کے حکم اور قدرت نہیں ہے
 پُر امید و حست با شرم گند
 تجھے پُر امید اللہ حست اور احباب بنائے
 ہست تبدیل و نہ تاویلست آں
 وہ توفیق ہے تاویل نہیں ہے
 تا بگیر دنا امید را دوست
 تاکہ وہ ایمان کی دستگیری کرے
 وز کے کاتش ز دست اندر ہو
 اور اس شخص سے جس نے ہوس کو چھوٹا کر لیا ہے
 تاکہ عین روح او قرآن شدہ آت
 مستحق کہ اس کی رسم و عبادت قرآن میں گئی ہو
 خواہ روغن بوئے کن خواہی لوگل
 (اب) تو خواہ تیل کو سو گھٹے یا پھول کو
 تا بتابد بر دلتاں را عیاں
 تاکہ تیرے دل پر اس صاف ہر ایک آئے

وَبِحْسِينٍ قَدْ جَفَّ الْقَلَمُ وَ كَتَبَ أَنْ لَا يَسْتَوِي
 در پس طرح میں کی تاویل ہے کہ ہم (نقدیر) خشک ہو چکا ہے ادا اس نے کلمہ دیا ہے کہ
 الطَّاعَةِ وَالْعَصِيَّةِ وَلَا يَسْتَوِي لَأَمَانَةِ وَالسَّوَةِ جَفَّ الْقَلَمُ أَنْ لَا
 عافیت اور آفرین برابر نہیں ہے اور امانت اور جوری کیاں ہے قلم خشک ہو گیا ہے کہ نہ
 يَسْتَوِي الشُّكْرُ وَالْكَفَرُ جَفَّ الْقَلَمُ أَنْ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ
 اور شکر و کفر برابر نہیں ہے قلم خشک ہو گیا ہے جب تک کہ یوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے

کے سر پر تک۔ حقہ حقیقی خدا
 خود ہی ہے جس کی ترازو میں
 ایک ایک ذرہ قولا جائے پختہ
 یہ خود ناپی باطنیوں کا طور
 طریقہ ہے کہ تو تمام معاملات
 کو ناپے اور ایک چنانچہ تیری
 ساری صلاحی رہا کر رہا ہو۔
 ملے پیش شاہ۔ ۱۰۱۰
 دینا خدا کے دربار میں ملے
 نہیں ہے کہ کوئی چنانچہ
 چنانچہ تیری کر کے داں سے
 چنانچہ رضیہ طاق و غیبہ
 ایس ہو کر ہمارے پس
 اگر ہیں رہا کرتے اور شاہ
 کاظم باقی کرتے ہیں اور
 کہنے ہیں کہ اس نسب کے
 پیچے ہی کو دیہے یہاں
 کے ساتھ وفاداری کیوں
 کہتے ہو۔
 ملے معنی۔ یہ چنانچہ شہلا
 کا جواب ہے کہ جنت القلم
 کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جنتا اور
 وفا کیساں ہے وفاداری سے
 کوئی نادمہ نہیں ہے بلکہ خود
 یہ ہیں کہ جنتا جملہ جنتا ہے
 اور وفا کا جملہ وفا ہے بخیر
 باشد خیر بہت ہے کہ جب
 اٹھ قاتی نگہ بندوں کو بھی
 سات کر دے گا تو یہ معاملات
 اور ان کی کیاں ہو گئی ہو
 نے جواب دیا ہے کہ سانی
 تو ہر جائے کی لیک۔ ۱۰۱۱
 ماضی ہوں گے جو تیرا ملا
 کہیں گے۔ ۱۰۱۲۔ جو کہ
 سال کی وہی مطلب ہوتا ہے
 کہ اہل ہاں کا کئی بکس
 کہ تیرا اور وفا کی کوئی تو
 ماضی نہیں ہوتا۔

فرق بنو ہر دو یک باشد برش
 وہ دونوں میں فرق نہ کرے انکے نزدیک نہ لیں کیاں
 ذرہ گر جبد تو فاسروں شود
 اگر تیری کو فسخ میں ایک ذرہ پڑے
 پیش اس شاہاں ہمارہ جانگسی
 ان بادشاہوں کے ملنے تو بہت ہیست بہت ہے
 گفت غمازے کہ بد گوید ترا
 اس جملہ کی بات جو ہے براکت ہے
 پیش شاہ کے کو سمیع مست بصیر
 اس بادشاہ کے ملنے جو کہ سمیع و بصیر ہے
 جملہ غمازاں از و آیس شوند
 سب چنانچہ اس سے ایس ہو جاتے ہیں
 بس جفا گویند شہ را پیش ما
 اٹھ دہلے کا ہم سے بہت علم باقی کرتے ہیں
 معنی جفت القلم کے آں بود
 قلم لکھ کر خشک ہو گیا ہے یا سب کب ہو سکے ہیں؟
 بل جفا را ہم جفا جفت القلم
 بلکہ ظلم کے لئے (بد) ظلم جو ظلم لکھ کر خشک ہو
 عفو باشد لیک کو قرا سید
 سانی ہوئی لیک امید کہ وہ شان شوکت کہاں؟
 دُور اگر عفو باشد جاں بُرد
 چور کہ اگر سات کیا ہا کہ ہے تو جان بھائی ہے
 اے امین الدین ربانی بیا
 اے امین الرحمن! اندھاے : آجا
 پور سلطان گر بُر و خان شود
 سفہ ہزارہ اگر بادشاہ کا خان بن جائے
 ور غلامے ہندوے آرد وفا
 اگر ہندوستانی غلام وفا برے
 چہ غلام ارب بردے سنگ با وفا
 غلام کیساں اگر ہندو سے پرستہ وفا ہے

شاہ بنو دخاک تیرہ بر سرش
 وہ بادشاہ نہ ہر اس کے سر پر کالی پٹی ہو
 در ترازوئے خدا موزوں شود
 وہ خدا کی ترازو میں قولا جائے گا
 نیخبر ایشان ز غدر و روشنی
 وہ قمار بازی اور فیر (قلب) سے غافل ہیں
 ضائع آرد خدمت را ساہبا
 وہ تیری سادوں کی خدمت کو ضائع کر دیتا ہے
 گفت غمازاں نہ باشد جائے گیر
 چنانچہ ان کی بات نہیں ٹھہرتی ہے
 سوئے ما آید و افزا سید بند
 ہمارے پاس آتے ہیں اور دیکھیں انسان کہتے ہیں
 کہ برو جفت القلم کم کن وفا
 کہ با قلم لکھ کر خشک ہو گیا ہے وفاداری نہ کر
 کہ جفا ہا با وفا یکساں بود
 کہ ظلم و وفا کی برابر ہوتا ہے
 واں وفا را ہم وفا جفت القلم
 اور وفا کیلئے (بد) ظلم جو ظلم لکھ کر خشک ہو گیا ہے
 کہ بُود بندہ ز تقویٰ رُوسید
 کہ بندہ بد پرکاری کی وجہ سے سرخرو ہو
 کے وزیر و خازن مخزن شود
 وزیر اور خزان کا خزانہ بھی کب بنتا ہے؟
 کز امانت رُست ہر تاج و لوا
 کیونکہ امانت کی وجہ سے تاج اور جواہر اور لوا ہو
 آں سرش از تن بدان شود
 اس کی وجہ سے اس کا سر تن سے جدا ہو جائے
 دولت اور امیر زند طال بقا
 نصیب اس کیلئے نفع (اداکار) ملان کر دے
 و ردل سالار اور اصد ر صفا
 آقا کے دل میں مل جائے سیکڑن ماضی میں

زین جو ننگ را بوسہ برپوش ہد
 اس روزگار کی دور سے جب ننگ کی تہذیب چھوٹا ہے
 چکر گرد زوئے کے خدمتہا کند
 سوائے اس پر کے جو خدمت میں کرے
 چوں فقیل رہنے کو راست ہست
 یہاں کہ کو خدمت نہیں جنہوں نے تہا کی بازی
 وانچناں کہ ساحراں فرعون را
 اور جس طرح کہ جادو گروں نے فرعون کا
 دست پیا داند در جرم وقود
 قصور اور بدی میں ہاتھ پاؤں دے دیئے
 تو کہ پنجہ سال خدمت کردہ
 قریب نے پہل سال عبادت کی ہے

گر کو دشیرے چہ پرورش کند
 اگر وہ شیر پرورش کرے کہ خدا کا مالک حلیت کرے
 صدق او بیخ بخارا بر کند
 اس کی بھائی علم کی جڑ ایک ڈر سے
 زان کہ وہ مرقہ بسوئے تو بخت
 کیونکہ دس انسانوں کی طاقت سے تیری جانے دیئے
 رؤسہ کردند از صبر وفا
 شہ کا لا کر دیا صبر اور وفا داری سے
 آل بصد سال عبادت کے فود
 وہ تلو سال کی عبادت سے کب جوتا ہے
 کہ جنیں صدقے بدست ورورہ
 ایسی بھائی کب حاصل کی ہے

لہ ترقی مقامی اگر ترقی
 ہو کر ہے تو آقا کی ہمت
 چھتا ہے اور اگر شہ
 وفا داری کے قریب اس کی
 کامیابی کا کیا شکنا ہے
 چکر چھٹے فرما تھا کہ جو درو
 ساف تو کر دیا ہے کھانگیں
 اس کو اپنے مقامات محل
 نہ پہنچے اب اس سے مشتاق
 کوئے جی اس نے کہ بعض
 ڈاکو روگن کو بڑے مقامات
 حاصل ہوئے ہیں چکر چھٹے
 حضرت فغیل بن عباس کا کہ
 تھے پر تائب ہوئے ادا دیا
 اللہ میں ان کا شمار ہوا۔
 گھ ڈانچناں ایسی طرح
 فرعون کے جادو گر تو بکے
 ہوا اس نے وہ کب کھد
 یعنی فرعون کو رو بہا کیا۔
 وقت دیا اٹھک جھٹ میں
 ہاتھ پاؤں کڑا دیئے یہ مقام
 طہار مبدت سے کھانگیں
 حاصل ہوا ہے۔ تکرار ہم
 انسان میں اس میل جانت
 کر ہے یہ ان سامعین
 کیس بھائی اس کر حاصل
 نہیں ہوتی ہے۔

حکایت آں دروش کہ در ہرات غلامان عیبد خراسانی را
 اس فقر کی حکایت میں نے محمد خراسانی کے غلاموں کو ہرات میں دیکھا
 آراستہ وید بر اسپان نازی با قباہائے زربفت کلاہ لے
 با قباہ، مولیٰ بھڑوں پر نہ بدشکر کی تاجیاں پہنے ہوئے اور اگر کھائی ہے، انہیں
 مغرق وغیرہ آں پر سید کہ اسینا کلام امیر اندوچہ
 ہلاک نہیں اللہ سے ہوئے اس نے ہر ماہ ایک کونے سوا کر ہیں اور یکے بادشاہ
 شہا ہند گفتند اور کہ اسینا امیران نیستند اسینا غلامان
 ہیں دروگوں نے انہیں کہا کہ سروراد نہیں ہیں یہ عیبد خراسانی کے غلام
 عیبد خراسان اندر و باسان کرور کے انے خداوند غلام
 ہیں اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے افغان غلاموں کو پرورش
 پیر و دون از عیبد ریاموز انجا مستوفی را عیبد گویند
 کرنا عیبد سے سیکھئے۔ وہاں وزیر اعظم کو عیبد کہتے ہیں۔

آں یکے گستاخ زواندر ہرے
 ایک شہو بحث نے ہر است میں
 چوں بادیلے او غلام مہترے
 جب اس نے ایک سردار کے نام کو دیکھا
 جانہ اطلس کمر ز زین رواں
 اس نے اس کے نام کو دیکھا
 اس کے گستاخ زواندر ہرے
 ایک شہو بحث نے ہر است میں

کے خدا! ازیں خواجہ مستان

کہے خدا! جس آسمان مالے آتے

بندہ پروردگار بیا موزاے خدا

اے خدا! بندہ مدوی سیکے

بوند محتاج و برہندہ بینوا

وہ محتاج اور بے سروسامان تھا

انہما طے کر دیاں از خود بڑی

اُس بے عدلے بے مصلحت بڑی

اٹھا کوش برہنہ راں موہیت

بزدل بخشش برائے کہ بھروسہ تھا

گردیدے شاہ گستاخی کند

اگر بادشاہ کا معاصی گستاخی کرے

حق میاں داد و میاں بہ از کر

اٹھ اٹھنے لے کر مٹا کر اور کچلے بہتر ہے

تایلیے رونے کہ شاہ آں خواجہ را

یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے اُس سے راز پر

آں غلاماں را شکوہ می نمود

اُن غلاموں کو شکوہ دیا

بستر او با من بگوئید اے خاں

اے کینا! اُس کا راز مجھے بتا دو

مدت یک ماہ شاں تعذیب کرد

ایک مہینہ تک اُن کو ستایا

پارہ پارہ کرد شاں دیک غلام

اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا دیک غلام نے بھی

گفتش اندر خواب آنف کے کیا

نہیں آواز دے اُس سے خواب میں کہا کہ اُسے سردار

اے دریدہ یوستین یوسفان

اے یوسفوں کی یوستین پناؤنے داغے!

زانکہ می بانی ہمد سالہ پوشش

کیونکہ جو تیرے سالہ پنا ہے وہ پہن

چوں نیاموزی تو بندہ دامن

تو ہم رکنا کیوں نہیں سیکے پتا

زیں رئیس و اختیار شہر ما

ہمارے شہر کے اِس رئیس اور برگزیدہ سے

ورزمتاں لرز لرزاں از ہوا

جائے میں ہوائے کاسپ رات

جُراتے ہنود او از دستے

اور ہلکتے سے اُس نے جرات کی

کہ ندیم حق شد اہل معرفت

کیونکہ معرفت والا (شاہ) کا صاحب ہوتا ہے

تو کُن چوں تو نداری آں سُد

تو نہ کرنا کیونکہ تو وہ سبلا نہیں رکھتا ہے

گر کے تاجے دہد او داد سبر

اگر کئی تاج دیتا ہے تو اُس نے سسر دیا ہے

مستہم کرد و بہ بستش دست پیا

تجربہ دیا اور اُس کے ہاتھ پاؤں بندھائیے

کہ دینہ خواجہ ہمنامید زود

کرات کا خواجہ جلد دکاؤ

ورنہ بزم از شما خلق و لساں

وہ میں تمہارا خلق اور زبان کاٹ دوں گا

روز و شب اشکوہ و افشار و درد

دن رات شکوہ اور دباؤ اور تکلیف تھی

رازی خواجہ و انگفت از اہتمام

ہمت کر کے آت کا راز نہ کھلا

بندہ بو دن ہم بیاموز و بیا

غلام بننا بھی سیکے اور آج

گر بدزد و گرت آں از خویشاں

اگر تجھے بدزد چارے تو وہ اپنے سبک سمجھ

زانکہ می کاری ہمد سالہ بنوش

تو جو سارے سال پرتا ہے وہ کب

لے کر تیرے ہونے کو پتا۔

خود بینی میر غلامانی تھی۔

اسماں اختیار میں شہر

برگزیہ جو دین و دولتیں

اگر چاہی ازیں سے ستا لیکن

اُس کی حالت نے اُس کو مجبور

کیا کہ وہ اللہ کے قریب مجبور

پدیدہ گرداؤ فقر قوی و مرد

اُس دور میں کی حالت ہے۔

اٹھا کوش بعض قریبی

بادشاہ خصوصی دربار کی بنیاد

بدلتا ہوا تانی کر بیٹھے ہیں۔

غلام کے لئے اس طرح کی

مناسبت نہیں ہے تنیم عبادت

حق خدا کا عبادت کے لئے

توان کی مٹا کر اٹھتے تھے

ہیں۔

اٹھتے تھے۔ اٹھتے تھے

اُس دور میں کہ اُس وقت تھا۔

نہ راجہ وہ میر بادشاہ کا

مستحب بنا تو نائب نہیں نے

جواب دیا۔ اُن غلاماں میر

کے ہم میر کے اس قدر

وفا و ثابت ہونے کو نہیں

برداشت بھی لیکن میر کا راز

نہ کھرا۔

لے گفتش۔ بادشاہ کی تپا۔

سے اُس دور میں کہ راجہ

کاٹھ تھے تو میر نے غلام

پروری کیا کیسے کہ تو میر کے

غلاموں سے بندگی نہ لے

لے دے۔ انسان بیا کر

وہ میر سے۔ تاکہ اسان

کے جیسے اعمال ہوتے ہیں تو

ہی نتائج سامنے آتے ہیں۔

فعلی گشت این عظمیٰ ہاں بدیدم
 یہ ہر وقت کے رنج و تیسرا کار نامہ ہے
 کہ نگر و دستانت ما از رشدر
 کیونکہ ہماری سنت بھلائی سے منحرف نہیں ہوتی ہر
 کارکن ہیں کہ سیماں زندہ است
 کام میں لگا رہے ہیں کہ سیماں زندہ ہے
 چون فرشتہ گشت از تیغ ایمن
 جب فرشتہ ہر گھبراہٹ سے محفوظ رہے
 از سیماں ہیج اور اخوف نیست
 سیماں سے اُسے کوئی ڈر نہیں ہے
 حکیم اور دیو باشد نے ملک
 دینا کا حکم دیا ہر گشت ہے، ذکر فرشتہ پر
 ترک کن ایں جبر را کہ شہیت
 ایں جبر کے عقیدے کو چھوڑ کر دیکھو غالی (افضل) ہر
 ترک کن ایں جبر جمیع مبدلاں
 کاروں کی جماعت کے جبر کو چھوڑ دے
 ترک معشوقی کن و کن عاشقی
 معشوق چھوڑ اور عاشقی نہ کر
 اے کہ در معنی ز شب عاشقی
 اے وہ کہ سال ہی رات سے ہم زیادہ عاشق ہے
 سحر بختناست پیشیت بہر تو
 تیرے سامنے تیری خاطر سے وہ جھڑپے ہیں
 تو مرا گوئی حسد اندر میلج
 تو مجھے کہتا ہے کہ حسد کرنے میں رنگ
 بہت تعلیم خماں لے باروخ
 اے باروخ! کہینوں کو تعلیم دینا

ایں بود معنی قد جفت اقلیم
 قلم لکھ کر خشک ہو گیا یہ معنی ہیں
 نیک را نیکی بود بدر است بد
 نیک کے لئے نیک برقی ہے بُرے کیلئے بُرائی ہے
 تا تو دیوی تیغ او بُر زندہ است
 جب تک تو رہے اُس کی تلوار کاٹ کر نہ الگ ہو
 از سیماں فارغ و از خوف رت
 سیماں سے فارغ اور ڈر سے نجات پایا ہے
 دشمنے دیو سوئی زوے ایمنے ست
 کیونکہ وہ دیو کا دشمن ہی اور اُس سے فرشتہ کو راہی ہے
 رنج در خاکست نے فوق فلک
 تکلیف زمین پر ہے، ذکر آسمان پر
 تا بدانی برتر برتر جبر چیست
 تاکو سمجھ جائے کہ جبر کے راز کا راز کیا ہے؟
 تا خبر یابی از اں جبر چو جاں
 تاکو جھے اُس جبر کا پتہ چک جائے جو ان جیسے ہے
 اے گماں بُرزد کہ خوب فانی
 اے وہ شخص جس نے گماں کر لیا ہے، تو نہیں اور بھلا
 گفت خود را چند جوئی مشتری
 اپنی گفتگو کا خریدار کب تک عاشق کرے گا؟
 رفت در سوداے ایشان بہر تو
 اُن کے شوق میں تیسری عمر برباد ہو گئی
 چہ حسد آرد کہے بر فوست بیج
 ناچیز کے قوت پر جانے پر گئی کیا حسد کرے؟
 ہیچو نقش خوب کردن بر طوغ
 ڈھیلے پر اچھے نقش بستا ہے

نعل گشت تیراں پاک میں
 ہے۔ و ما آقا بنکم و
 قیہ بنیم کیا گشت آقا بنیم
 و یقلو عن کثیر معنی ہو گشت
 تیراں پاک ہے وہ تیراں پاک میں
 ہے۔ کہ کر دور رشتہ الہی میں
 بدلی نہیں ہو سکتی ہے کچھ
 یقین لستم اللہ تبارک و تعالیٰ
 نیک تو تیرا پاک ہے میں سے
 بخدا و انکسب الا انکسب
 لکھ تو کئی سیماں سے کوئی
 شام ضعیف ہے اور در سے
 مردار کئی کارہ ہے جتن فرشتہ
 تو تیرا پاک ہے میں سے اُن آدیاں
 اللہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ
 یہ خیر و قیہ جواہر کے دست
 ہیں اُن پر نہ کوئی خوف ہے
 نہ مانگیں ہر گز، از سیماں
 نیکوں کو ظلم ہے اسکیاں
 ہے۔ جگر و زہر و کھنکھان
 صفت کے لئے ہے۔ تک
 جب انسان کھلی میں جانے تو
 ہر رات ہی راحت ہے۔
 لکھ ترک کئی۔ جبر منوم
 کا مقصد جو ترک کا مقصد
 یہاں کرتا ہے اُس کی چوڑ کر
 فائدہ دے اختیار کر جب جھے
 جبر کو چھوڑنا چاہے گا اور معلوم
 لے آئے کہ تو اپنی جھے مار
 تقریبوں پر تاراں ہے جو
 سانی ہے، لیکن خانی ہیں اور
 تو اپنی ان تقریروں سے
 فریاد و رنج و تپا ہے۔ ستر
 بختناست۔ یہ تیری تقریریں
 سننے والے محض تیرے لاف
 میں مجھ پر ہے میں اور تو
 اُن کے منتقین میں عمر برباد کرنا
 ہے۔ آخر جب میں جھے ان
 چنے مار تقریروں سے روکنا
 ہوں تو تو مجھ پر حسد کا اہام
 لکھ ہے، ماہر کئی پتے اور

جو کہ جھے اختیار و صلائی حاصل ہے اور تیرا ہر عمل اختیار و خداوندی سے صادر ہوتا ہے۔ مبدلاں ہوں ایک
 چہ جان۔ جبر محدود و جبر مطلق ہے۔ تو گشت۔ معشوقوں کا سامان۔ چھوڑ کر عاشقوں کا
 نہاں ہوا کر۔

تقریروں کے حاصل ہونے پر کوئی کیا حسد کرے گا خود بیکار ہیں۔ جست۔ عوام میں تقریریں کر کے واہ وا کرنا ہنسی کے ڈھیلے پر ایک نقش و نگار نہ ہے جو تمام نہیں رہ سکتا۔ خوش۔ اپنی مصلحت کو اور بے شک کو عشق کی تعلیم دے یہ بات رہنے والی چیز ہے۔

۱۔ دوسروں کو دھوکا دینے سے اجتناب حاصل کرنا ہے۔ جبر۔ جڑا عالم جس بلند نفس۔ یہ شہ پر ایک بیت سے حقیقی بزرگ نہیں کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں انہیں سے کہیں روکا جا رہا ہے مرنے والے کو بزرگ ایسے ہیں کہ ان کا اتصال دینے سے دوست سے ہو گیا ہے وہ تعلیم میں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

۲۔ وال کے سکون سے اوقات میں سے نجات ملنا کہیں اہلقت کی باتیں اور وال کے دوسے شہر کا ہم سے جہاں سے نہیں ملے طرح۔ اے بچے دار تو یہ کرنے والے یہ سامیں تیرے قبیل عاشق نہیں ہیں یہ تو ہیرا خاں نامے ہیں عاشقا۔ تیرے عاشق تو وہ ہیں جو تیری اصلاح کی دعا میں کرتے ہیں تو ان عاشقوں کا عاشق بننا چاہند تو ان کی وہ واہ کرنے والوں سے گریز کر۔

۳۔ کہ بزرگ و دلت۔ ان چند دفعہ عاشقوں نے تجھے ضائع کر رکھا ہے اسی سے تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا جتنے کلام عوام کا مجمع ملنے سے تیرا کوئی کچھ مقصد پران نہ ہو۔

وقت صحت۔ تیرے سے نہیں

خویش را تعلیم کن عشق و نظر اپنے آپ کو عشق اور نظر کی تعلیم دے

نفس تو بالست شاکر در وفا تیرا نفس زنا داری میں تیرا شکر گزار ہے

تا گئی مگر غیر را جبر و سنی یہ تک تو دوسرے کو ظالم اور اور بنانا دیکھ

مقتصل چوں شد دلت باں ملک جب جبر اول مدین سے وابستہ ہو گیا

امر قتل زیں آمدش کلے را میں قتل کا حکم ان کو اس لئے آیا کہ لے لے لے

انصبتوا یعنی کہ آبت را بلاغ تم عاشقوں سے سنو کہ میں نے اپنے پانی کو کھو دیا

ایں سخن پایاں ندارد لے پیر ایسے بادشاہ کا کافر نہیں ہے

غیر تم آید کہ پیشت نیستند بے غم ان کے کہ تیرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں

عاشقان در پس پردہ کرم تیرے عاشق کرم کے پس پردہ

عاشق اک عاشقان غیب اش تو ان غیب کے عاشقوں کا عاشق بن

کہ خور و دند ز خدعہ و جذبہ دعو کے اور کشش سے انھوں نے تجھے کھایا

چند ہنگامہ نہی بر راہ عام مام رہتے پر لو کہ تک جمع گائے ۱۴

وقت صحت جملہ یارند و خریف تندرستی میں سب دوست اور سوا حق ہیں

آپ سے جہاں ملو دیا ہے دوست ہے۔ آج کل کے لوگ ان کے کلمات کے لئے اگر سزا دہشتانی میں تو وہ اس سے بچ کر ہرگز نہیں

کہ ان کے کلمات میں نہی آپ کہیں کے کلمات کے لئے اگر سزا دہشتانی میں تو وہ اس سے بچ کر ہرگز نہیں

و انصبتوا اور یہ کہ تم کو چاہئے تو ان دھوکا خیزوں سے بڑھو۔ ایسے کلام۔ ایسے کلام میں بچنے والے

تقریریں کی زبان۔ پایاں میں اپنے آپ کو کر۔

کاں بود کا نقش فی جرم الحجر کیونکہ وہ پتھر کی کیر کی طرح ہے

غیر فانی شد کجا جوئی کجا فیروز فانی کجاں ہو نہ تباہ کجاں؟

خویش را بد خو و خالی می گئی اپنے آپ کو بد مروت اور خالی کرتا رہے گا

ہیں بگو ہر اس از خالی شدن ان کنارہ۔ خالی ہونے سے ہر اس۔ ہو

کم نخواہد شد بود ریاست این کیسے۔ کم ہوگا۔ ہو دیا ہے

بہن تلف کم کن کہ این شکست باغ خبردار! تباہ نہ ہو کیونکہ باغ بیا سا ہے

ایں سخن را ترک کن پایاں نگر ایس بات کو چھوڑ۔ انجہام پر نظر کر

بر تو می خندند و عاشق نیستند تیری ہنسی مزلزلہ ہے اور عاشق نہیں ہیں

بہر تو نعرہ زناں ہیں و مبدم ران کہہ لو کہ ہم اپنے لئے نعرے لگاتے ہوئے کھڑے

عاشقان پنج روزہ کم تراش چند روزہ عاشق نہ جانا

ساہا ز ریشاں ندیدی حبتہ سالوں خولے لگی جانب سے ایک رات نہ دیکھی

کام جستی بر نیامد هیچ کام تو نے مقصد کا شوق نہ دیکھا مقصد ہوا نہ ہوا

وقت درد و غم بجز حق تو الیف درد و غم کے وقت سوائے خدا کے کون دوست ہے؟

آپ سے جہاں ملو دیا ہے دوست ہے۔ آج کل کے لوگ ان کے کلمات کے لئے اگر سزا دہشتانی میں تو وہ اس سے بچ کر ہرگز نہیں

کہ ان کے کلمات میں نہی آپ کہیں کے کلمات کے لئے اگر سزا دہشتانی میں تو وہ اس سے بچ کر ہرگز نہیں

و انصبتوا اور یہ کہ تم کو چاہئے تو ان دھوکا خیزوں سے بڑھو۔ ایسے کلام۔ ایسے کلام میں بچنے والے

تقریریں کی زبان۔ پایاں میں اپنے آپ کو کر۔

وقت در چشم دندان ہمیکس
 دانتوں اور آٹک کے درد کے وقت کوئی شخص
 پس ہمارے درد و مرض را یاد دار
 تو کسی درد اور مرض کو یاد رکھ
 پوئیں آن حالت درد و نواست
 پوئیں ہی ہے درد کی حالت ہے

دست تو گیر و بجز فریاد رس
 نری دستگیر کرتا ہے! سوائے خدا کے
 چوں ایاز از پوئیں گیر اعتبار
 ایاز کی طرح پوئیں سے ہر مصلحت
 کہ گرفتہ است ایاز از نرا بدست
 جو اس ایاز نے سے پڑی ہے

دست کے سامنے ہر مصلحت
 کے وقت کھاتی ہر مصلحت
 ایک دست
 ۱۵ فراموشی اور غفلت
 آدنی پس درد کے وقت
 کوئی طرح پیش نظر رکھو
 طرح ایاز کی پوئیں سے
 پیش نظر رکھنا اور اس سے
 ہر مصلحت کو یاد رکھنا
 پوئیں ایاز پوئیں سے ہر

شرح

مومن نے جواب دیا کہ اے مقصد جبر کافر! اب تو میری گفتگو سن و تو
 اپنی تو کہہ لی اب میں اس کا جواب دیتا ہوں اور اے شطرنج باز اتو
 نے اپنی چال تو چل لی اب تو اپنے حریف کی لمبی چوڑی چال دیکھ اور تو نے اپنا مہذرت نام
 تو پڑھ لیا۔ اب تو ایک سنی کا جواب نام پڑھ اور اس عقیدہ کو چھوڑ! اس میں کیا الجھ کر
 رہ گیا ہے تو نے باب قضا میں جبر مانہ گفتگو کی اب بھڑے اس کی حقیقت سن! اس میں
 کوئی شبہ نہیں کہ ہم کوئی الجملہ اختیار حاصل ہے اور یہ ایک امر محسوس اور بدیہی بات ہے
 اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ تم جس بدایت کا انکار نہیں کر سکتے پس تم اپنے اختیار کو دیکھو
 اور جبری نہ بنو۔ تم نے اس عقیدہ میں صراط مستقیم کو چھوڑ دیا ہے پس تم صراط مستقیم پر
 آؤ اور ٹھہرے نہ چلو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ آدمی مکلف ہے اور اس کا مکلف ہونا
 اس کے اختیار کی واضح دلیل ہے کیونکہ پھر کوئی نہیں کہتا کہ آ۔ اور ڈھیلے سے کوئی دفا داری کا۔
 طالب نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان میں ان امور کی قدرت ہی نہیں ہے۔

غلیٰ لہذا آدمی کو اٹنے کا حکم کوئی نہیں دیتا کیونکہ اس میں اٹنے کی قدرت ہی نہیں ہے
 یا یوں سمجھو کہ اندھے سے کوئی نہیں کہتا کہ تو مجھے دیکھ اور اس کی یہی ہے کہ وہ عاجز ہے
 حق سبحانہ نے اسے جہاد سے مستثنیٰ کر دیا کہ لیس علی الاعلیٰ حج اور کرنا بھی چاہیے
 کیونکہ حق سبحانہ تو اپنے بندوں کو فرائض عطا فرماتے ہیں وہ کسی پر تنگی کیوں رکھیں گے۔ اور نہ
 پتھر سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تو دیر میں آیا۔ یا یوں کہو کہ مکڑی سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ اے مکڑی

تو میرے کیوں لگی۔ غرض کہ مجبور سے اس قسم کے سوالات کوئی نہیں کرتا اور نہ کوئی محذور کو ٹرا ہے۔ بلکہ امر اور نہی یا اکرام اور عتاب صرف صاحب اختیار کے لیے ہوتے ہیں۔ اسے ثابت ہو کہ ہم کوئی الجھ اختیار ہے اور ہم ظلم و تم وغیرہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں اور میں جو کہتا ہے کہ نفسِ شیطان تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے ہیں اس کا یہی مطلب تھا کہ تم امور کو اپنے اختیار سے کرتے ہو۔ مگر یہ تمہارے معین ہوتے ہیں۔

توضیح اسکی یہ ہے کہ تم کو اختیار حاصل ہے مگر وہ ساکن ہوتا ہے اور جب تک کہ کسی یوسف کو نہیں دیکھتا اس وقت تک اپنے ہاتھ کو زخمی نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ اختیار اور داعیہ معصیت نفس میں ساکن ہوتا ہے مگر جب وہ کسی مغلوب کو دیکھتا ہے اس وقت ہر پردے پھاڑ کر لپکتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کتا جس وقت سوتا ہوتا ہے اس وقت اس کا اختیار مخفی ہوتا ہے مگر جب کہ وہ او جڑی کو دیکھتا ہے تو اس کے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ دم ہلاتا ہے یا یوں سمجھو! کہ گھوڑا سکون کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے اور اس وقت اس کا اختیار مستور ہوتا ہے مگر جس وقت وہ جو دیکھتا ہے اس وقت اس کے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ ہنہاتا ہے۔

یا یوں سمجھو کہ بلی خاموش ہوتی ہے مگر جس وقت وہ گوشت کو دیکھتی ہے اس وقت اس کے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ میاؤں میاؤں کرتی ہے۔ پس ان مثالوں سے معلوم ہو گیا کہ کسی مغلوب کو دیکھنا اختیار کو حرکت میں لانا ہے جیسے آگ کہ جس وقت اس میں بھوک ماری جاتی ہے اس وقت اسے شعلہ اٹھتے ہیں جبکہ یہ تمہیدی مضمون معلوم ہو گیا تو اب سمجھو! کہ جس وقت ابلیس دالال... منکر تمہارے پاس کسی مغلوب کا پیغام لاتا ہے اس وقت تمہارے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور جبکہ وہ کسی مغلوب کو کسی عباد کے سامنے پیش کرتا ہے اس وقت اس کا سویا ہوا اختیار شور و شر کرتا ہے مگر برخلاف شیطان کے فرشتے اس کے سامنے اچھے مطلوبات پیش کرتے ہیں اور اس کے دل میں شور و شر پیدا کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارے اختیار خیر کو حرکت ہوتی ہے۔ شیطان اور فرشتوں کے مطلوبات خیر و شر کو پیش کرنے کی ضرورت

اسلئے ہے کہ تمہاری ہر دو خصلتیں یعنی اختیار خیر و اختیار شر سونے ہوتے ہیں بہذا ضرورت
 ہوتی ہے کہ اسکو جگایا جائے تاکہ معنی امتحان متحقق ہوں۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ شیطان
 اور فرشتے ہر دو فریق مطالب خیر و شر کو برگہائی اختیار کو جنبش دینے کے لئے
 پیش کرتے ہیں اور الہا مہائے ملائک اور وساوس شیطانی سے آدمی کا اختیار خیر و شر
 ظہور میں بہت کچھ بڑھ جاتا ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ تحلیل نماز یعنی ختم نماز کے وقت فرشتوں
 کو سلام کرو۔ جسکے معنی یہ ہیں کہ تمہارے الہام اور دعوت الی اللہ فرشتے سے تیرا نماز کا اختیار
 جاری ہو گیا پھر جبکہ تم سے کوئی معصیت صادر ہوتی ہے تو تم شیطان پر لعنت کرتے
 ہو۔ کیونکہ تم پر گناہ بار لا د کر۔۔۔ تمہاری کمراسی نے جھکائی ہے لیکن یہ خفیہ مقاصد کو پیش
 کرنے والے پردہ غیب میں رہ کر مقاصد کو پیش کرتے ہیں اور تم کو نظر نہیں آتے مگر جس
 وقت پردہ غیب آگے سے اٹھ جائے گا اور قیامت میں منخضیات کا ظہور ہوگا اس وقت
 تم اپنے دلائلوں کے منہ دیکھو گے اور اس کی باتوں سے پہچان لو گے کہ پردہ میں باتیں کرنا
 فی الحقیقت یہی تھے کیونکہ شیطان کہے گا کہ اے پابند نفس جسم میں نے برائیوں کو صرف تیرے
 سامنے پیش کیا تھا میں نے تجھے مجبور نہ کیا تھا۔ فلا تلوہو فی ولوموا انفسکم۔ اور
 فرشتے کہیں گے کہ ہم نے تو تجھ سے کہہ دیا تھا کہ اس کام کو نہ کر۔ گو اس وقت تجھے خوشی
 ہوگی۔ مگر آخر میں اس سے تیرا غم بڑھے گا اچھا بتلا کہ کیا فلاں دن ہم نے تجھ سے
 نہیں کہا تھا کہ جنت کا رستہ یہ ہے تو ہمارا کہنا مان۔ ہم تیرے جانی دوست اور تیری روح کو
 بڑھانے والے اور تیرے جدا مجد کو سجدہ کرنے والے اور آپکے مخلص ہیں اور جس طرح ہم ہمیشہ
 سے اس خاندان کے خادم ہیں یوں ہی اب بھی خدمت کرتے ہیں اور نیک مشورہ دیکر تجھے
 مخدومی کی طرف بلاتے ہیں اور یہ جماعت جو تجھے برائیوں کی ترغیب دیتی ہے یہ تیرے جدا مجد
 کی دشمن اور ان کے سجدہ سے انکار کرنے والی ہے مگر تو نے ان کی بات مانی اور ہماری نہ مانی
 اور ہماری خدمات کا حق نہ پہچانا۔ اب تو تقریر اور لہجہ سے ہم کو اور ان کو پہچان لے کہ ہم
 وہی ہیں یا نہیں جو تجھے بھلائیوں کی ترغیب دیتے تھے اور یہ جماعت وہی ہے یا نہیں جو
 تجھے برائیوں کی طرف بلاتی تھی۔ آواز اور لہجہ سے پہچانا کوئی بڑی بات نہیں۔

دیکھو! جب تم رات کے وقت کسی دوست کا تضرع سنے ہو تو جب وہ صبح کو بولتا ہے تو تم جان لیتے ہو کہ یہ وہی ہے جو رات کو گڑگڑا رہا تھا۔ علیٰ ہذا اگر رات کو کو شخص کو فی خبر لاویں تم صبح کے وقت گفتگو سے دونوں کو پہچان سکتے ہو اور سمجھ سکتے ہو کہ یہ کون سی جس نے رات یہ بات کہی تھی اور یہ وہ جس نے یہ کہا تھا۔ علیٰ ہذا رات کے وقت شیر اور کتے کی آواز آتی ہے اور اندھیرے کے سبب صورت و دونوں کی غیر محسوس ہوتی ہے مگر جس وقت صبح ہوتی ہے اور دونوں پھر بولتے ہیں تو تم دونوں کو آواز سے پہچان لیتے ہو۔ پس اسی طرح آواز سے فرشتے اور شیاطین بھی پہچانے جائیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیاطین اور ملائکہ جو کہ مطالب خیر و شر کو پیش کرتے ہیں وہ اختیار کو حرکت دے کر اس کی تکمیل کرتے ہیں اسلئے میں نے تیرے افعال کو ان کی طرف نسبت کر دیا تھا اور کہا تھا کہ نفسِ شیطان تجھے کفر اور بُتِ غمانے کی طرف لے جاتے ہیں۔ غرض کہ ہم کو اختیار حاصل ہے جو کہ ایک عرصہ تک غیر محسوس ہوتا ہے مگر جبکہ

آدمی کو وہ مطلوب نظر آتے ہیں تو وہ اختیار طہور اور اثر میں پڑھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استاد بچوں کو مارتے ہیں تاکہ ان کے اختیار کو حرکت ہو اور پتھر کو سزا نہیں دیتے۔ اچھا بتلاؤ! کیا تم پتھر سے کہتے ہو کہ کل آنا ورنہ میں تجھے سزا دوں گا۔ یا کوئی عاقل ڈھیلے کو مارتا ہے یا پتھر پختہ ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ برخلاف آدمیوں کے کہ انکو مکلف بھی بنایا جاتا ہے اور خلافِ فُزلی کی صورت میں ان کو سزا بھی دی جاتی ہے اور ان پر عتاب بھی کیا جاتا ہے اسلئے صاف ظاہر ہے کہ آدمی کی حالت جمادات کے خلاف ہے اور وہ جمادات کی طرح مجبور نہیں ہے پس تو... اعتقادِ جبر کو چھوڑ۔ کیونکہ گو انکارِ تقدیر بھی برا اعتقاد ہے مگر جبر اسلئے بھی زیادہ ذلیل عقیدہ کیونکہ جبری اپنے مشاہدہ کا انکار کرتا ہے۔ برخلاف قدری کے کہ وہ مرحس کا انکار نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ افعال کو مخلوقِ عباد کہہ کر فعلِ حق کا انکار کرتا ہے اور فعلِ حق امرِ محسوس نہیں ہے پس جو شخص فعلِ حق کا انکار کرتا ہے وہ کسی امرِ حسی کا انکار نہیں کرتا۔ بلکہ ایک ایسے امر کا انکار کرتا ہے جو برہان و دلیل عقلی سے ثابت ہے اسلئے ان دونوں کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص کو دھواں دکھلائی دیتا ہے اور آگ اسکی نظر سے مخفی ہو یا روشنی دکھلائی دیتی ہو

اور شمع اسکی نظر سے اوجھل ہو اور وہ شخص کہے کہ دھواں تو ہے مگر آگ نہیں۔ یا نور تو ہے مگر شمع نہیں اور دوسرا آگ کو شخص اور معین دیکھ رہا ہے اور اسکی وجود سے انکار کرتا ہے اس کا کپڑا جل رہا ہے اور کہتا ہے کہ آگ بھی نہیں اور اس کا کپڑا سڑ رہا ہے اور کہتا ہے کہ تار ہے ہی نہیں اسکی ثابت ہوا کہ دعویٰ جبری فی الحقیقت انکار حساب ہے اسکی لازم آیا کہ جبری دھری سے بھی بدتر ہو کیونکہ دھری کہتا ہے کہ عالم ہے مگر اس کا خالق اور اس میں متصرف کوئی نہیں اور اسلئے وہ گویا کہ ایسے دھا کرتا ہے جس کو کوئی قبول کرنے والا نہیں مگر جبری کہتا ہے کہ خود جہاں ہی کوئی چیز نہیں پس یہ شخص سوفسطائی یعنی منکر بدہیات اور مبتلائے ضلال ہے کیونکہ تمام عالم باب اختیار میں امر دہنی یعنی یہ لاؤ وہ نہ لاؤ۔ وغیرہ کا اقرار کرنا اور جائز کہتا ہے مگر جبری کہتا ہے کہ امر دہنی کوئی چیز نہیں اور کسی کو کچھ اختیار نہیں لہذا یہ سب غلط ہیں۔ خیر انسان تو بڑی چیز ہے ہم کہتے ہیں کہ محسوسات و حیوانات کو بھی قہراً ہے۔ ہاں ادراک دلیل دقیق ہے اسلئے حیوانات کو دلائل کا احساس نہیں ہو سکتا پس جبری جو کہ منکر اختیار محسوس ہے جانور سے بھی بدتر ہے پس حاصل یہ ہے کہ ہم کو اختیار حاصل ہے اور وہ ایک امر محسوس ہے لہذا اس کی بنا پر مکلف بنانا بالکل درست ہے۔

شاید کوئی کہے کہ حس اختیار کو محسوس کیونکہ کہا جاتا ہے آخر وہ کون سے حاسہ سے محسوس ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اختیار حقیقیہ حس نہیں ہے۔ بلکہ مجازاً حسّی ہے کیونکہ وہ ایک وجدانی اور ذوقی امر ہے اور وجدانیات و حسیات ہر دو ایک ہی فہرست میں داخل ہیں کیونکہ دونوں بدہیات میں سے ہیں خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب ہم کہتے ہیں کہ چونکہ اختیار ایک بدیہی امر ہے لہذا اسکی بنا پر حکم فعل و ترک اور امر دہنی وغیرہ واقعات مثلاً عقاب تشریف وغیرہ بالکل ٹھیک اور عمدہ ہیں اور ان میں کسی قسم کا شیخ اور کوئی برائی نہیں اور یہ امادہ کہ میں کل یہ کھڑوں گا اور وہ کروں گا۔ یہ اختیار کی واضح دلیل ہے کیونکہ اگر اختیار ہی نہیں تو قصداً ارادہ چہ معنی دارد۔ سنیز کسی برائی پر نام نہ ہونا یہ بھی اختیار کے وجود کی دلیل ہے کیونکہ یہ راہ اُسی نے دکھائی ہے ورنہ فعل غیر اختیار پر نہ امت کیسے سنیز یہ امر کہ قرآن ادا کروا رہی ہے پر ہے یہ بھی ثبوت اختیار کی دلیل ہے کیونکہ مجبور کو امر نہیں کیا

جاسکتا۔ بھلا کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی پتھر کو حکم بالمعنی الحقیقی کرتا ہو۔ اور کوئی دانا کوئی عامل
ایسا کرتا ہے یا پتھر اور ڈھیلے پر غصہ کرتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ میں نے تم سے
یہ کہا تھا اور وہ کہا تھا۔ ارے بے جانو! اور عاجزو! تم نے ایسا کیوں نہیں کیا ہرگز نہیں
بھلا کہیں عقل پتھروں اور لکڑیوں کو بھی حکم کرتی ہے اور چنگ نواز کہیں تصویر چنگ کو بھی
بجاتا ہے جو کہ بچکنے کی قابلیت نہیں رکھتی یا کوئی کہتا ہے کہ اے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے
غلام! نیزہ اٹھا اور مرکز جنگ میں چل۔ ہرگز نہیں۔ پس جبکہ عام عقلاء ایسا نہیں کرتے
تو حق سبحانہ جو خالق بخوم و سما ہیں یہ احمقانہ امر بھی کیسے کر سکتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ بندہ کو ضرور اختیار ہے جس کی بنا پر وہ مکلف ہے اور اس
باز پرس ہوگی تم نے قدر کو چھوڑ کر جبر کو اختیار کیا اور اس طرح گویا کہ اپنے زعم میں ایک اچھی
بات کی کہ الزام عجز کو کہ جو تمہارے زعم میں بنا بر اعتقاد و قدر حق سبحانہ پر عائد ہوتا ہے اس
دفع کیا مگر تم اعتقاد جبری اس کی بڑی بلا میں مبتلا ہو گئے۔ کیونکہ تم نے جہل و حماقت
و سفہ کو اس کی طرف نسبت کیا نیز اول اعتقاد و قدر پر نسبت عجز الی اللہ لازم نہیں آتی
کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے اور صرف اتنی بات سے یہ لازم
نہیں آتا کہ وہ مقدر و رقی نہ ہوں لیکن اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ بات مان لیں کہ واقع
اس میں نسبت عجز بسوائے قادر مطلق ہے۔ تب بھی مقصدہ قدر تم سے اچھے ہیں کیونکہ وہ اگر
عجز کو اس کی طرف نسبت کرتے ہیں تو تم جہل و حماقت کو اس کی طرف نسبت کرتے ہو اور
جہل عجز سے بُرا ہے کیونکہ عجز میں تعلی عن الفضائل ہے اور جہل میں تعلی بالردائل۔ و بینما
لودنہ بعید و استوضح ذلک من امر الجہاد العاجز و الشیطان الجہل۔ شاید تمہیں

تسلط شیطان سے عجز انسان کا شبہ ہو لہذا اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہ کو تمہیں
کے لیے ایسا سمجھو جیسا ترک و کمال الملک الاعلیٰ اور شیطان کو اس کا کتا پس تسلط
شیطان کی حالت ایسی ہے جیسے ترک اجنبی مہمان کو اپنی عنایت سے مطلع کر دے اور
کہہ دے کہ میرے دروازہ پر تم نہ تو کتا لے کر آنا اور نہ گڈی پہن کر آنا اور ادب کے ساتھ
فلاں جانب کے میرے پاس آنا۔ تاکہ میرا کتا تمہیں نہ کاٹ لے۔ مگر وہ مہمان جس طرح

ترک نے کہا تھا اس کی خلاف صورت میں جائے اس کا احوال یہ نتیجہ ہو گا کہ کتا اسے کاٹے گا اور وہ زخمی ہو گا۔ پس اسے یوں جانا چاہیے جیسے غلام جاتے ہیں تاکہ اس کا کتا حلیم اور شفیق ہو جائے لیکن جبکہ وہ اپنے ساتھ کتا یا لومڑی لے جائے گا تو احوال ہر خیم سے ایک کتا بھڑکے گا اور اسے حد نہ پہنچائے گا۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ گو حق سبحانہ نے شیطان کو مستط کیا ہے مگر اس کی ساتھ اسے بچنے کے طریق بھی بتا دیئے ہیں پس اگر کوئی ان طریقوں سے کام نہ لے اور اسلئے وہ شیطان کے پنجہ میں پھنس جائے تو یہ خود اس کا قصور ہے جو کہ خود اس کی اپنے اختیار سے کیا ہے پس تسلط شیطان سے بھی آدمی کا عاجز اور مجبور ہونا لازم نہ آیا۔ اچھا یہ تو بتاؤ اگر خدا کے سوا کسی کو کچھ اختیار نہیں تو پھر قصور داروں پر تمہیں غصہ کیوں آتا ہے اور دشمن پر تم دانت کیوں پیٹتے ہو اور اس کی افعال کو تم اس کا قصور اور جرم کیوں سمجھتے ہو۔ دیکھو اگر چیت میں سے کوئی کڑی ٹوٹ جائے اور تمہارے اوپر گر کر تمہیں سخت زخمی کر دے تو کیا تمہیں کڑی پر غصہ آئے گا اور تم اس دشمن ہو جاؤ گے اور یہ کہو گے کہ یہ مجھ پر کیوں گری اور اس نے میرا ہاتھ کیوں توڑا۔ یا پھر مجھ پر کیوں گری اور مجھے کیوں دبا دیا یہ میری دشمن جانی ہے اور اس قصداً میری جان لینے کا ارادہ کیا ہے تم ہرگز ایسا نہ کرو گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب آدمی ایسا ہی ہے جیسے کڑی تو تم اس دشمن ہوتے ہو۔ نیز ہم پوچھتے ہیں کہ جب آدمی مجبور ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم افعال ناشائستہ کی بنا پر بچوں کو مارے ہو اور افعال حمیدہ کی بنا پر بزرگوں کو زد و کوب کرتے ہو اور دونوں میں فرق کیا ہے اور جو شخص تمہارا مال چور لے اس کو کہتے ہو۔ لینا پھڑنا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو اسے قید کر دو۔ وغیرہ وغیرہ اور جو تمہاری بی بی کے درپے ہوتا ہے اس پر بے حد و نہایت تم کو غصہ آتا ہے۔ لیکن اگر رد آکر تمہارے تمام اسباب کو بہالے جائے تو کیا اس پر بھی تمہیں غصہ آئے گا۔ یا اگر ہوا آئے اور تمہاری پگڑی اڑا لے جائے تو تمہارے دل میں ہوا کے اوپر غصہ نہیں آتا۔

یہ امتیاز اور تفرق کیوں ہے

پس ثابت ہوا کہ تمہارا غصہ خود اختیار کو ثابت کر رہا ہے تاکہ تم جبر یا نہ مہذرت نہ کر سکو

اور خود اپنے افعال سے ملزم ہو جاؤ۔ اور سُنو۔ دیکھو اگر کوئی شخص اونٹ کو مارتا ہے تو اونٹ مارنے والے کے درپے ہوتا ہے اسکو لکڑی پر غصہ نہیں آتا۔ اسکی ثابت ہوگا کہ اختیار بعد کا اونٹ کو بھی احساس ہے۔ علیٰ ہذا اگر تم کتے کے ڈھیلا مارو تو وہ پلٹ کر تم پر حملہ کرے گا اور پتھر کو کچھ نہ کہے گا لیکن اگر وہ کسی پتھر کو ہی پکڑے اور چبالے تو اسکی وجہ بھی تمہارا غصہ ہے کیونکہ تم دور ہو اور اسلئے وہ تم پر قابو نہیں پاتا لہذا وہ پتھر کو چباتا ہے پس جبکہ عقول حیوانیہ کو بھی اختیار کا پتہ ہے تو اے عقلِ انسانی تجھے شرم کرنی چاہیئے اور یہ نہ کہنا چاہیئے کہ بندہ مجبور ہے۔ رہی یہ بات کہ جب اختیار اتنا واضح ہے تو پھر لوگ اسکے منکویوں میں سو اسکی وجہ یہ ہے کہ امر اختیار سفیدیِ صبح کی طرح روشن ہے۔

لیکن قاعدہ ہے کہ سحری کی طلعہ سے کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے اور چونکہ اُسے روٹی کھانے کی پوری خواہش ہوتی ہے اسلئے اندھیرے کی طرف منہ کر کے کہتا ہے کہ ابھی تو رات ہے ابھی دن نہیں نکلا پس جبکہ حرصِ خدا آفتاب کو نظر سے مخفی کر دیتی ہے تو کیا عجب ہے اگر ہوائے نفس کی بنا پر وہ دلیل کی طرف سے منہ موڑ لے اور اس پر نظر نہ کرے۔

اچھا یہ حکایت سُنو اور اسکی تم اپنے اختیار کو عالم امتحان میں محسوس کرو۔ ایک چور نے کوئوال سے کہا کہ میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ بقضار و بحکمِ الہی کیا ہے کوئوال نے جواب دیا کہ میں جو کچھ کرتا ہوں وہ بھی حکمِ خدا ہی ہے پس جبکہ تو اپنے کو چوری میں معذور سمجھتا ہے تو مجھے سزا میں معذور سمجھ یہ تو واقعہ تھا اسکی تم سمجھ سکتے ہو کہ بندہ مجبور نہیں ہے بلکہ مختار ہے کیونکہ چور کوئوال کو معذور نہ سمجھتا تھا۔ پس وہ خود ہی معذور نہ ہوگا اور اس کا دینے کو معذور نہ سمجھنا ایک نفس ہوگا اور سُنو۔ اگر کوئی شخص کسی مکان سے مولیٰ اٹھالے اور کہے کہ یہ بحکمِ خدا ہے اور میں معذور ہوں تو تم اس کے مذکور فتبول نہ کرو گے اور دین تین گھونٹے اسکی سر میں لگاؤ گے اور کہو گے کہ اگر چوری حکمِ حق ہے تو یہ بھی حکمِ خدا ہے کہ یہیں رکھ دے پس جبکہ ایک مولیٰ کے بارے میں بقال کے

نزدیک غنڈ مقبول نہیں ہے تو بڑے غضب کی بات ہے کہ تم اس پوچ اور بیڑہ
 غنڈ کے بھروسہ پر سانپ اور کچھوؤں کے پاس جاتے ہو اور اپنے کو خطرہ میں مبتلا کرتے
 ہو۔ اسے بھولے نادان! اگر تو ایسے حذر سے لوگوں کے خون اور مال اور عورتوں کو اپنے
 لیے حلال کرے گا تو ہر شخص تیری منجھیں اکھیڑے گا اور یہی غنڈ کرے گا اور اپنے کو مجبور قرار دے گا
 اور کہے گا کہ اگر فضلے الہی تیرے لیے عذر ہے تو یہ غنڈ تو ہمیں بھی کھا دے اور فتوے
 دیدے کہ جو کچھ میں کروں میں اس میں معذور ہوں کیونکہ میں نے دل میں بہت سی آرزوئیں
 اور خواہشات ہیں

پس تو عنایت کر اور مجھے بھی یہ عذر سکھا دے اور اس طرح میرے ہاتھ اور پاؤں
 سے گرہ کھول دے۔ اس کی اس بات کو تو ہرگز نہیں مان سکتا پس معلوم ہوا کہ تیرا غنڈ
 بھر غلط ہے اور تو مختار ہے اور سنو! تم ایک پیشہ اختیار کرتے ہو جن کے معنی یہ ہیں کہ۔
 میں اختیار اور ضرورت کر رکھتا ہوں۔ ورنہ بتلاؤ کہ تم نے اس پیشہ کو اور پیشوں کو دریاں میں
 کیوں انتخاب کیا ہے۔ پس ثابت ہو کہ تم مختار ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ جب نفس
 اور خواہش کی ذلت آتی ہے تو بیس آدمیوں کا اختیار تمہارے اندر آ جاتا ہے اور تم نہایت
 کوشش سے اس کام کو انجام دیتے ہو اور اگر کوئی نفع نفس تم سے ایک جملے
 جاتا ہے تو جنگ کا اختیار تمہارے اندر پیدا ہو جاتا ہے لیکن جب انعامات الہیہ
 کے شکر کا موقع آتا ہے تو پھر تمہیں اختیار نہیں رہتا۔ اور تم پھر سے بھی زیادہ کم رتبہ
 ہو جاتے ہو لیکن یہ واضح رہے کہ دوزخ کو بھی تیرے لیے یقیناً یہی عذر ہو گا کہ تو مساکین
 کے لیے مجبور تھا۔ میں جلانے میں معذور ہوں پس تو جس طرح اپنے کو معذور سمجھتا
 تھا مجھے بھی معذور سمجھ کیونکہ جب یہاں کوئی تھے اس دلیل کی بنا پر معذور نہیں سمجھتا
 اور یہ دلیل یہاں تھے جلا کے لٹھ سے دُور نہیں رکھتی تو چونکہ مدبر عالم ایک ہی ہے
 اور جو یہاں کا حاکم ہے وہی وہاں کا ہے اور جس کا قانون یہاں جاری ہے اسی کا وہاں ہے
 لہذا اس کے اس عالم کا حال بھی معلوم ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ وہاں بھی کوئی
 تھے معذور نہ رکھیں گے اور یہ دلیل تھے دوزخ سے نہ بچا سکے گی۔

اب ہم تجھے ایک اور حکایت سناتے ہیں جس کا اختیار کا ثبوت ہو اچھا سن !
 ایک شخص درخت پر چڑھ گیا اور چوری سے خوب میوہ گر لئے اتنے میں باغ والا آگیا اس نے
 کہا کہ ارے ذیل آدمی تھے خدا سے بھی شرم نہیں آتی یہ کیا حکمت کرتا ہے اس نے کہا اس میں
 شرم کی کیا بات ہے باغ خدا کا ہے اگر خدا کے باغ میں ایک خدا کا بندہ چھو بارے کھائے
 جو کہ اس کو خدا نے دیئے ہیں تو تو جاہلانہ ملامت کیوں کرتا ہے ارے خدا کے دسترخوان
 پر بخل کرتا ہے یہ سن کر اس نے کہا کہ ارے غلام! ذرا اسے لانا کہ میں اسے ایک عمدہ جواب
 دوں۔ یہ سن کر غلام اس کو لایا اور اس نے اُسے درخت سے خوب جکڑ دیا اور اس کی پندلی پر اوڑھ
 کر پر سخت ڈنڈے مارنے شروع کئے اس پر اس نے کہا کہ ارے خدا سے شرم کا تو ایک خدا
 کے بندہ کو بے قصور مارے ڈالتا ہے اس نے کہا کہ خدا کا ایک بندہ خدا کی لکڑی سے۔ خدا کی
 دوسرے بندہ کی کمر کوٹ رہا ہے بس جیکہ لکڑی بھی خدا کی ہے اور کمر اور پسلیاں بھی اسی
 کی اور میں اس کا غلام اور اس کے حکم کا آئہ ہوں تو مجھ پر کیا ملامت ہے۔ یہ سن کر اس نے
 کہا۔ کہ میں نے جبر کو عذر بنایا تھا یہ میری غلطی تھی اب میں جسے تو پر کرتا ہوں اور کہتا ہوں
 کہ ضرور بندہ کو اختیار ہے اور چوری میرا قصور تھا تو مجھے چھوڑ دے اس کا ثابت ہوا کہ تم کو
 بھی اختیار ہے اب سمجھو کہ تمہارا اختیار خدا کے اختیار کو ثابت کرتا ہے۔

اور حق سبحانہ کے اختیار اور تمہارے اختیار کی ایسی مثال ہے جیسے سوار اور گرد
 کیونکہ جس طرح گرد سوار کی براہیگختہ کی ہوئی ہوتی ہے اور وہ براہیگختہ ہو کر خود ظاہر
 ہوتی ہے اور سوار کو چھپا لیتی ہے یوں ہی تمہارا اختیار ناشی ہے اختیار حق سے مگر اس
 اختیار حق کو چھپا لیا ہے۔

پس حاصل یہ ہے کہ حق سبحانہ کو اختیار حاصل ہے اور اس کا اختیار نے
 تم کو اختیار دیا ہے اور تکالیف شرعیہ اسی اختیار پر مبنی ہیں جبکہ تم کو معلوم ہو گیا کہ
 حق سبحانہ کو بھی اختیار ہے اور تم کو بھی۔ اب اپنے اور اس کا اختیار کا فرق سمجھو
 تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر مخلوق کو ایک بے اختیار صورت پر حکومت حاصل ہے۔ یہاں تک
 کہ وہ شکار کو بدوں اختیار کے کھینچتا ہے اور زید کو کان پکڑ کر کھینچ لاتا ہے مگر حق سبحانہ کی کاپیری

کو دیکھو کہ اُس نے اختیار عبد کو اس کے کمینہ بنایا ہے اور اس کا اختیار خود اسے قید کرنا ہے اور حق سبحانہ بے کتے اور بے جال کے اس کا شکار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ...
 مقدمات عبد بنا خواہ اور اضطرار اس کا انقباد کرتی ہیں۔ مگر حق سبحانہ بندوں سے اس کے اختیار سے اپنی خواہش کے موافق کام لیتے ہیں دیکھو بڑھی کو لکڑی پر حکومت حاصل مصور کو صورت جمید پر اقتدار حاصل ہے۔ لوہار لوہے پر حکومت کرتا ہے۔ مہار کو کُرتی بسولے پر حکومت حاصل ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ تمام اختیارات اور اقتدار حق سبحانہ کے اختیار اور اس کے اقتدار کے غلامانہ مطیع اور محکوم ہیں۔ شاید تم یہ کہو کہ جب اختیار عبد محکوم اختیار حق ہے تو وہ اختیار ہی کہاں رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کا محکوم ہونا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا۔

دیکھو کیا تمہاری قدرت پر جمادات نے ان سے جمادیت کو سلب کر دیا ہرگز نہیں پس جس طرح تمہارے جمادات پر قدرت ان سے جمادیت کو سلب نہیں کرتی یونہی تمہارے اختیارات کا محکوم حق ہونا اُن سے اختیاریت کو مسلوب نہ کرے گا پس گو ہر چیز مشیت حق سبحانہ ہے مگر تم اس مشیت کو اس طرح سے کہو کہ وہ کامل ہے اور نقص جبر وہ میرا ہے اس کی طرف منسوب نہ ہو یعنی جسکے تم یہ کہو کہ میرا کفر مشیت حق سبحانہ ہے تو خود اپنی خواہش کو بھی سمجھو کہ وہ ہے اور اسے معذوم نہ بناؤ کیونکہ واقع میں تمہاری خواہش کے تمہارا کفر نہیں ہو سکتا پس کفر کا اقرار ہو اور اپنی خواہش کا انکار۔ یہ واقع میں متناقض کلام ہے کیونکہ کفر کو اپنی طرف منسوب کرنا نفس الامر میں اقرار ہے۔ اپنی خواہش اور اپنے ارادہ اور اپنے اختیار کا اسلئے کہ فی الواقع کفر ایک امر اختیاری ہے۔ گو قائل کو ان کا اقرار نہ ہو۔ اور افعال اختیار یہ بدو مشیت ارادہ و اختیار کے صادر نہیں ہو سکتے پس اقرار کفر خود من حیث لا یعلم المقر اقرار ہے۔ ان امور کا۔ پس ان امور کا اقرار کر کے ان کی نفی کرنا واقع میں متناقض کلام بولنا ہے خواہ قائل کو اس تناقض کا ادراک نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنے فعال میں مختار ہو نہ کہ مجبور۔ اب ہم اس کا مزید ثبوت

دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعد مکلف ہے اور اس کی کہا گیا ہے کہ تم یہ کام کرو اور یہ نہ
 کریں۔ اور یہ امر بدوں اختیار کے نہیں ہو سکتا کیونکہ عاجز کو حکم کرنا عام عقلا
 سے قبیح اور مذموم ہے اور کوئی عاقل اس کو جائز نہیں رکھ سکتا پھر اس کے عدم اعتدال
 پر غصہ کرنا اور بھی برا ہے اس کو تو عقلا بالاولیٰ جائز نہ رکھیں گے۔ پس جبکہ عاجز کو
 حکم کرنا اور عدم اعتدال پر اس پر غصہ ہونا ہی عقلا سے مذموم ہے تو حق سبحانہ سے
 تو بالاولیٰ متبیح ہو گا اور حق سبحانہ قباح سے منزہ ہیں۔ پس وہ اس کا ارتکاب
 نہ کریں گے۔ حالانکہ انہوں نے بندوں کو مکلف ہی بنایا ہے اور عدم اعتدال پر عقاب بھی
 فرمایا ہے پس لازم ہے کہ یہ افعال قبیح نہ ہوں اور قبیح اسی وقت نہ ہوں گے جبکہ اختیار
 ہو۔ پس اختیار ثابت ہو گیا۔ تم غور تو کرو۔ اگر بیل جو نہیں لیتا۔ تو اُسے مارتے
 ہیں۔ بھلا کسی بیل کو اسلئے ہی مارتے ہیں کہ وہ اڑتا نہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس یہ
 فرق کیوں ہے اسی لیے وہ جو لینے میں مختار ہے اور اڑنے میں مجبور۔ جس میں وہ مجبور ہے
 اس پر وہ قابل عقاب نہیں ہے اور جس میں مختار ہے اس میں مستحق عقاب ہے اب تم
 اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرو اور سمجھو کہ جب یہودگی میں بیل معذور نہیں ہے۔ چنانچہ
 تم خود انکو معذور نہیں جانتے تو بیل والا کیسے معذور ہو سکتا ہے۔

الحاصل جب کہ تم بیمار نہیں ہو تو سر میں پٹی نہ باندھو یعنی جب تم مجبور نہیں ہو
 تو خواہ مخواہ مجبور نہ ہو۔ تم کو اختیار حاصل ہے پس تم اس کا انکار کر کے اپنا مضحکہ نہ اڑاؤ۔
 اور اختیار سے کام لو۔ اور طلب حق میں امکانی کوشش کرو۔ تاکہ تجھے جام محبت حق سبحانہ ملے
 اور اس کی تیری کایا پلٹ ہو جائے اور اس وقت تو بے خود اور بے اختیار ہو جائے اور کل
 اختیار سے عشق کو حاصل ہو جائے اور تو مستوں کی طرح معذور مطلق ہو جائے اور تو جو کچھ کہے
 وہ سب سے عشق ہی کا کیا ہوا ہو۔ اور جس کو تو صاف کرے وہ سب سے عشق کا ہی صاف کیا ہوا ہو
 خلاصہ یہ کہ تم کوشش کرو۔ تاکہ تم کو عشق حق سبحانہ حاصل ہو جائے اور تم فنا فی المہجوب
 ہو جاؤ۔ جب تم کو یہ بات حاصل ہو جائے گی اس وقت تمہاری حالت یہ ہوگی کہ مستوں
 کی طرح بے اختیار ہو گے اور تمہارے افعال و اقوال عشق کی طرف منسوب ہوں گے جو کہ منشا

ہے ان اقوال و افعال کا۔ تم تشبیہ بسکاری سے یہ سمجھنا کہ سب عشق حق سبحانہ کے افعال
اقوال عام مستوں کی طرح مضطرب ہوں گے کیونکہ ایسا نہیں ہے بھلا جو مست کہ جام حق
سے شرابِ محبت پنی چکا ہے اور دنیا فی الحق ہو کر متعلق باخلاق اللہ ہو چکا ہے۔ وہ کہیں عدل
اور صواب کے بعد کوئی حرکت کرے گا ہرگز نہیں۔

(فائدہ: ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ فنائے تام اور اتحادِ محض ناممکن ہے پس
اس کلام کو اغلب احوال پر معمول کیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ فانی من حیث ہونا فی
عدل صواب کے سوا کچھ نہیں کرتا اور جو اسکی لغزشیں ہوتی ہیں وہ من حیث الفنا نہیں
ہوتیں۔ بلکہ فی الجملہ بقادر خودی کے سبب ہوتی ہیں)

خیل یہ تو جملہ معترضہ تھا جو دفع دخلِ مقدر کے لیے لایا گیا تھا۔ اب پھر مضمون
سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جب فرعون نے جادو گروں سے کہا
لَا قُطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلُكُمْ قُلُوبُ خِلَافِ تو انہوں نے اسکی جواب میں کہا تھا کہ
بس کر۔ ہم مست شرابِ عشق حق سبحانہ ہیں اور مستوں کو ماتھے پاؤں کی پرواہ نہیں
ہوتی۔ ہمارے اصلی ماتھے پاؤں تو شرابِ عشق حق سبحانہ ہے۔ رہے ماتھے پاؤں ظاہری
سو یہ تو محض بے حقیقت اور نیکے ہیں ہم ان کو رکھ کر کیا کریں گے۔ تم سمجھتے کیا الفاظ
وہ اپنے اختیار سے کہہ رہے تھے نہیں! بلکہ وہ شرابِ اور مستی عشق تھی جو ان سے
یہ الفاظ کہلوا رہی ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب سر میں جام حق کی شراب بھر جاتی ہے
تو پھر وہ تمام دل پر تسلط کر لیتی ہے۔ اور کچھ نفع و نقصان دنیاوی نہیں سوچنے دیتی
پس ایسی حالت میں آدمی جو کچھ کرتا ہے وہ بالاضطرار کرتا ہے اور مستی بھی اس سے
کراتی ہے یہاں تک ہم نے اختیار کو ثابت کیا تھا۔

اب ہم ان نفوس کی توضیح کرتے ہیں۔ جن سے جبر کا شبہ ہوتا ہے منجملہ ان کے ایک
صاحب اللہ کان ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے پس
ہم کہتے ہیں کہ آدمی جو کہتا ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اسکی معنی یہ نہیں ہیں کہ
آدمی مجبور ہے اور یہ اسکو اس سے تعلیم نہیں کیا گیا ہے کہ وہ سچی چھوڑ دے بلکہ اسکی

تعلیم میں ترغیب ہے خلوص اور سعی زائد کے اور کنایہ ہے کہ تم طاعت پر بہت زیادہ مستور ہو جاؤ۔ کیونکہ اگر یہ کہیں کہ جو بندہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور زام امور اسی کے قبضہ میں ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا۔ ایسی حالت میں اگر وہ کچھ نہ کرے تو جائز ہے کیونکہ تمام امور اسی کے قبضہ و قدرت میں ہوں گے اور جو وہ چاہے گا۔ اور جو وہ کہے گا وہ ہی ہوگا اس خلاف ہو سکتا ہے نہیں تو اس کو کسی ضرر کا اندیشہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جب اسے کسی ضرر کا اندیشہ نہیں تو اس کو اختیار ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے۔ لیکن جب کہ اس کے یہ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور حکم فی الحقیقت اور ہمیشہ اسی کا حکم مطلق ہے۔

ایسی حالت میں کون سی وجہ ہے کہ آدمی پوری کوشش سے غلامانہ اس کے گرد نہ گھومے اور اس کو اپنا مطلق اور مقصود نہ بنائے۔ دیکھو! اگر لوگ یہ کہیں کہ جو وزیر چاہے وہی ہوتا ہے اور معاملات حکومت میں اسی کی خواہش معتبر ہے تو تم.... انتہائی کوشش کے ساتھ اس کا طواف کرو گے اور حتی الامکان اس کی رضا جوئی میں کوشش کرو گے تاکہ وہ تم سے خوشنود ہو کر تم پر العام و احسان کا مینہ برسائے۔ یا تم وزیر اور اس کے محل سے بھی بھاگو گے؟ یقیناً تم پہلے بات کرو گے اور اس کے بھاگو گے نہیں کیونکہ اس کے بھاگنا۔ اس کی جستجو اور اس کے اعانت نہیں ہے۔ جس کی بنا پر تم انعام و احسان کے مستحق ہو۔ پس اس قاعدہ کی بنا پر تم کو چاہیے یہی تھا کہ تم ماشاء اللہ کان کو سنکر اس کی طاعت میں اور سرگرم ہوتے۔ مگر تم نے الٹا یہ کیا کہ اس کو سن کر اور کابل ہو گئے اور.... الٹی سمجھ اور لٹے خیال کے آدمی بن گئے۔ دیکھو یہ جو کہتے ہیں کہ حکم تو اصل فلاں صاحب کا ہے اس کے کیا معنی ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ تم

اسی سے تعلق رکھو اور اس کے سوا کسی ربط ضبط نہ رکھو اور کوئی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا پس جبکہ اسی کی چلتی ہے تو اسی سے تعلق رکھنا چاہیے کیونکہ وہ دشمنوں کو ہلاک کرتا اور دوستوں کو مصیبت پہنچاتا ہے لہذا اس کی مخالفت اور اس سے تعلق نہ رکھنا موجب خطرہ ہے اور اس سے تعلق رکھنا باعث نفع اور فائدہ ہے اور جو کچھ وہ چاہے گا وہی تم کو ملے گا اس کے سوا کچھ نہیں مل سکتا پس تم اور دوسرے جو اس کی خدمت کو کر رہے ہو

ہیں کہ چونکہ وہ حاکم ہے اسلئے اس کے پاس نہ جھٹکو۔ تاکہ ایسا کرنے سے تم بد اعمال اور زردرد ہو جاؤ۔ اور اس طرح اس کے قہر غضب کے مستحق ہو جاؤ بلکہ اس کے معنی یہی ہیں لہذا اسی کو پکڑ لینا چاہئے اور کسی طرف نہ جانا چاہئے کیونکہ اگر کسی کو کوئی اختیار اور کوئی قدرت نہیں ہے پس اسی طرح ماشاء اللہ کان کے معنی سمجھ لو کیونکہ معنی صحیح وہی ہیں جو کہ تم کو طلب حق میں سرگرم کریں اور پر امید اور چست اور با حیا بنادیں۔ اور جو معنی تمہیں سست اور کاہل بنادیں وہ حقیقت میں تحریف کلام ہے نہ کہ اس کے صحیح معنی۔ اس کو خوب سمجھ لو پس یہ کلام ماشاء اللہ کان اسلئے وارد ہوا ہے کہ لوگ اور زیادہ کوشش کریں اور اس سے غیو۔ مقصود نا امیڈ کی دستگیری ہے تاکہ وہ یہ سمجھ کر کہ حق سبحانہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ نا امیڈیں کو چھوڑ دیں اور سعی میں مصروف رہیں۔ تم نصوص قرآنیہ کے معنی اپنے جی سے نہ گھرو۔ بلکہ یا قرآن سے اسکی توضیح ڈھونڈو۔ یا اُن سے پوچھو جنہوں نے خواہشات نفسانیہ کو آگ لگا دی ہے اور اپنے کو قرآن کا تابع محض بنا دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ قرآن ان کا عین روح ہو گیا ہے کیونکہ ایسے لوگوں سے پوچھنا بھی قرآن ہی سے پوچھنا ہے مثلاً جو رغن اپنے کو گل میں فنا کر چکا ہو۔ اور یہی گل کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اس کا سونگھنا اور پھول کا سونگھنا دونوں یکساں ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے اگر تم کو اس نص کے صحیح معنی معلوم نہیں ہیں تو تم ان کو تلاش کرو تا آنکہ وہ معنی تم کو مشاہد ہو جاویں اور ذوقاً تم کو ان کی صحت معلوم ہو جائے اور یہی توجیہ جف القلم کی بھی ہے کہ وہ بھی مشاغل ضروریہ اور امور دنیویہ کی طرف رغبت دلانے کے لیے ہیں اور معنی جف القلم بامو کا تن کے یہ ہیں کہ حق سبحانہ نے ہر کام میں اسکی مناسب ایک خاص اثر رکھا ہے اور اس پر خاص نتیجہ مرتب کیا ہے۔ قلم اُن تمام کاموں کو ان کے آثار و نتائج سمیت لکھ کر خشک ہو چکا ہے اب اس کے خلاف نہ ہو گا۔ پس اگر کوئی اختیار کرے کہ تو اس کا نتیجہ بد تم کو جھگٹتا ہو گا کیونکہ جف القلم بہذا الامر۔ اور اگر تم ٹھیک ٹھیک چلو گے تو اسکی تہا سے لیے سعادت پیدا ہوگی۔ کیونکہ جف القلم بہذا الامر۔ اور اگر تم ظلم کرو گے تو بُرا نتیجہ جھگٹو گے کیونکہ جف القلم بہذا۔ اور انصاف کرو گے تو اس کا پھل پاؤ گے

کیونکہ جف القلم بہنڈا۔ اور جب کوئی چوری کرے گا تو ہاتھ کٹے گا لانہ جف القلم بہنڈا۔ اور اگر کوئی شراب پیئے گا تو مست ہوگا کیونکہ جف القلم بہنڈا۔

تم ہی بتاؤ کیا تم جائز رکھتے ہو۔ یا یہ امر فی نفسہ جائز ہے کہ حق سبحانہ حکم سابق کی بنا پر بمنزلہ معزول کے ہو جائیں۔ اور کہیں کہ اب معاملہ میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے کیونکہ جف القلم بما ہو کائن۔ لہذا اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔ پس تم نہ میرے پاس آؤ اور نہ رو دو پیٹو۔ امید ہے کہ تم بھی کہو گے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ ایسا نہیں ہو سکتا تو اس نص کے یہ معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ جو تقدیر میں ہے وہ ہو کر ہے گا پس ہمیں کچھ نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ جف القلم بما ہو کائن کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے نزدیک عدل اور تم دونوں یکساں نہیں ہیں بلکہ ہم نے بھلائی اور بُرائی کے درمیان امتیاز رکھا ہے نیت ہم نے بدادر بدتر میں بھی امتیاز رکھا ہے اور اگر تمہارے اندر اپنے بارے ایک ذرہ برابر بھی ادب اور خوبی زائد ہوگی تو حق سبحانہ کہ اس زیادتی کا بھی علم ہوگا۔ بلکہ بقدر اس ذرہ کے تم کو اجر زیادہ دیں گے اور وہ ذرہ پہاڑ کی طرح ظاہر ہوگا یعنی جس طرح بڑی بڑی نیکیاں قیامت میں محسوب ہوں گی یوں ہی وہ ذرا سی نیکی بھی محسوب ہوگی اور نظر انداز نہ کی جائے گی اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے کیونکہ جس بادشاہ کی عدالت میں امین اور ظالم میں فرق نہ ہو۔ اور جو شخص کہ مژدہ بارگاہ سلطانی ہو جانے کے خوف سے کانپتا ہو۔ اور جو شخص کہ اقبال شاہی پر طعنہ زن ہو۔ ان دونوں میں اس کے نزدیک کچھ فرق نہ ہو اور اس کے نظر میں دونوں یکساں ہوں گے سر پر خاک سیاہ پڑے۔ وہ بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ وتغلی اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ حق سبحانہ اس اندھیر کھاتے سے منترہ ہیں اسکی تو یہ حالت ہے کہ اگر تمہاری گمشدش میں دو مہینوں کی سحی سے ذرہ برابر بھی زیادتی ہے تو وہ بھی میزان عدل خداوندی میں قلی جائے گی اور اتنا ہی اجر تم کو اوروں سے زائد دیا جائیگا۔

دیکھو: تم ان بادشاہوں کی جان توڑ کر خدمت کرتے ہو۔ حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ انکو معلوم نہیں کہ کون غلام ہے اور کون صاف باطن اور مخلص؛ اس بنا پر اگر کوئی شکایت کرے کہ فلاں شخص حضور کو برا کہتا تھا تو وہ تمہاری برسوں کی خدمت کو میا میٹ کر دیتے

ہیں اور تمہیں سزا دیتے ہیں۔ مگر حق سبحانہ جو کہ اپنے بادشاہوں اور بے وفائوں کو پہچانتے ہیں تم ان کی خدمت سے جی چڑھتے ہو اور جیل بہانہ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ خدمت کیا فائدہ جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ کتنی بے انصافی کی بات ہے فیضان بادشاہوں کی تو حیات ہے کہ اگر کوئی چغل خور کہہ دے کہ حضور فلاں شخص آپ کو بُرا کہتا تھا تو تمہاری برسوں کی خدمت کو بلیا میٹ کر دیں گے اور فوراً تمہیں سزا دیدیں گے۔ مگر حق سبحانہ کی یہ حالت ہے کہ اس کی یہاں کسی چغل خور کی بات مؤثر نہیں ہوتی۔

بنابرین تمام غماز ادھر سے مایوس ہو کر ہماری طرف آتے ہیں اور ہم کو سمجھاتے ہیں اور بادشاہ حقیقی کی برائیاں ہم سے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابھی وہ تمہاری جانفشانیوں پر کب نظر کرتے ہیں اسکو تو جو کرنا تھا وہ پہلے ہی لکھ چکے ہیں اور وہی کہیں گے پس تمہاری اطاعت فضول ہے تم اپنے کو خواہ مخواہ مصیبت میں پھنساتے ہو تم بھی طاعت چھوڑ دو۔ جو ہوتا ہے وہ ہو رہے گا۔ پس تم ان چغل خوروں شیاطین الجن والانس کی بات نہ سناؤ اور طاعت حق میں جدوجہد کرو۔ جنت العظمیٰ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ طاعتِ معصیت دونوں یکساں ہیں۔ جیسا کہ یہ چغل خور کہتے ہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ معصیت کے لیے سزا مقرر ہو چکی ہے اور طاعت کے لیے انعام مقرر ہو چکا ہے۔ مگر ہر دو تقدیروں میں یہ فرق ہے کہ تقدیرِ اول مُعلق بشرط مشیت ہے اور تقدیرِ ثانی محضی اور لازم۔ اس بنا پر جرائم معاف ہو سکتے ہیں لیکن اگر جرائم معاف بھی ہو جائیں تو وہ امید درجات عالیہاں جو نیکیوں کو ہوتی ہے کیونکہ آدمی روشن چہرہ تو تقویٰ سے ہی ہوتا ہے مثلاً اگر چہ کچھ لوگ اگر معاف بھی کرنا جائے تو اس کا زیادہ سے زیادہ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی جان بچالے گا۔ یہ تو نہ ہوگا کہ اسکو امین اور خزانہ شاہی کا خزانچی بنا دیا جائے و علیٰ ہذا گنہگاروں کو بخش ہی دیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ وہ دفع سے پنجہ کرجت میں پہنچ جائیں گے مگر ان پر وہ انعام وافضال کب ہو سکتے ہیں جو بندگانِ خاص پر ہونگے پس انھیں کالے مینو یعنی مکلفو آؤ۔ اور اپنی وفاداری کا ثبوت دیگر مراتبِ رفیعہ حاصل کرو کیونکہ مراتبِ رفیعہ کا منشا وفاداری ہی ہے نہ کہ بے وفائی۔

دیکھو! اگر شاہ زادہ بھی خیانت شاہی کرے تو اس کا سر بھی اس کے جسم سے جدا کر

کر دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی غلام ہندی بھی دفنا کرے جو گورنمنٹ اس پر مہربان ہوگی۔
 اور اس کے لیے طال بقاک کے نعرے لگائے گی۔ خیر غلام تو پھر بھی بڑی چیز ہے۔ اگر دروازہ
 پر کتا بھی دفنا دیا ہو تو اس کے آقا کے دل میں اس کی بھیبت جگہ ہوتی ہے اور وہ اس کی بہت خوش
 ہوتا ہے۔ اب تم غور کرو کہ جب وفا کی بدولت کسی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ مالک اس کا
 منہ چومنے لگے تو اگر شیر بادشاہ ہو تو اس کو کس قدر کامیابی ہوگی۔

کہ اگر چور بھی چوری سے توبہ کر کے طاعت سلطانی میں مصروف ہو جائے تو اس کا یہ غلوص
 اس کے جرم سابق کو جڑ سے اکھیر پھینکتا اور کالعدم کر دیتا ہے۔

مثال کے طور پر فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لو جو کہ ابتدائے میں ڈاکو تھے مگر
 بعد کو صحیح چال چلے کیونکہ پوری کشش سے حق سبحانہ کی طرف دوڑے اور غور کرو کہ اس
 خدمت کی بدولت درگاہ حق سبحانہ میں ان کا کیا مرتبہ ہو گیا۔ علیٰ ہذا۔ جادو گروں کو دیکھ لو کہ
 جہنم نے اپنے صبر اور وفا سے فرعون کا منہ کالا کر دیا۔ اور اس جرم اور اس کے انتقام میں
 ماتھے پاؤں بھی دیدیے اور دیکھو کہ اسی تہ سے ان کا کیا مرتبہ ہو گیا یہ غلوص تھا جو سو برس کے عایمان
 عبادت سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اپنے کو دیکھ لو کہ تم نے پچاس سال یا زائد
 از پچاس سال عبادت کی ہے مگر تم کو وہ صدق حاصل نہیں ہوا جو انکو ذرا سی دیر میں
 حاصل ہو گیا تھا۔

اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں جس میں تم کو معلوم ہو کہ صدق اور وفا نہایت
 ضروری چیز ہے۔ اچھا سنو! ہرات میں ایک بزرگ تھے جو کہ بظاہر گستاخ اور کجاک
 تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ جب وہ ایک رئیس غلاموں کو دیکھتے اور دیکھتے کہ طلسم

عہ مولانا نے ان کو گستاخ رو۔ یعنی بظاہر گستاخ فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے
 کہ وہ فرماتے ہیں ع

نبض عاشق بے ادب بر می جہد
 خویش را در کفہ شرمی ہندی بے ادب تر نیست زو کس در جہاں۔

کے کپڑے پہنے ہوئے اور کمر پر زریں پٹکا باندھے ہوئے جارہے ہیں تو وہ آسمان کی طرف منہ کر کے یہ کہتے کہ اے اللہ! آپ اس شخص سرشار سے غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھتے آپ ہمارے شہر کے رئیس اور حاکم سے بندہ پڑوسی کیجیے۔

وجہ اس گفتگو کی یہ تھی کہ یہ بزرگ محتاج اور ننگے اور بالکل بے ساز و سامان تھے اور ہوا کی سردی سے جاڑے کے موسم میں تھر تھر کانپ رہے تھے پس جبکہ اس رئیس ہرات کا اپنے غلاموں کے ساتھ یہ بڑاؤ دیکھا اور اپنے بادشاہ کا اپنے ساتھ سیلوک مشاہدہ کیا تو اس فانی فی اللہ نے ذرا بے تکلفی سے کام لیا اور اپنی عظمت شان کے سبب حتیٰ سبحانہ کی جناب میں جرأت کر بیٹھے اور ایک فقرہ کس دیا۔ اور منشأ اس بے تکلفی کا تھا کہ ان کو حق سبحانہ کی ہزاروں عنایتوں پر بھر دسہ تھا۔ اور جانتے تھے کہ حق سبحانہ کی مجھ پر اس قدر عنایتیں ہیں کہ وہ اس تکلفی سے ناخوش نہ ہوں گے۔ اور وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ عارف تھے اور عرفا حق سبحانہ کے ندیم اور مزاج شناس ہوتے ہیں۔

ابریں وہ بھی مصاحب اور مزاج شناس تھے اس مقام پر تم کو سمجھ لینا چاہیے کہ گوان بزرگ نے گستاخی کی تھی مگر تمہارے لیے ان کی تقلید جائز نہیں پس تم ان کی دیکھی دیکھی گستاخی نہ کرنا کیونکہ وہ تو حق سبحانہ کے مصاحب اور مزاج دان تھے مگر تم ایسے نہیں ہو۔ اور اگر بادشاہ کا کوئی مصاحب بادشاہ کی جناب میں کوئی گستاخی کرے جس بادشاہ برانہ مانے تو تم کو وہ بات نہ کرنی چاہیے کیونکہ جس اعتماد پر ندیم یہ جرأت کرتا ہے وہ اعتماد تم کو حاصل نہیں ہے اب سمجھو کہ جس طرح ان بزرگ کا کلام حق سبحانہ کی جناب میں گستاخی تھا۔ یوں ہی فی نفسہ غلط بھی تھا کیونکہ اس میں اس رئیس انعامات کو انعام خداوندی سے بڑھ کر بتلایا گیا تھا اور یہ صحیح نہیں کیونکہ اس رئیس نے غلاموں کو پٹکا دیا تھا اور ان بزرگ کو حق سبحانہ نے کمر دی ہے۔۔۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ کمر پٹکے سے بہتر ہے نیز اسٹیکٹو تاج دیا تھا اور حق نے ان بزرگ کو بہتر دیا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ سرتاج سے افضل ہے۔ پس ضروری ہے کہ حق سبحانہ کا انعام ان بزرگ پر نسبت اس انعام کے جو رئیس ہرات نے اپنے غلاموں پر کیا تھا بہت زائد ہو نہ کہ کم۔ جیسا کہ ان

بزرگ نے ظاہر کیا ہے۔ ایک جواب ان بزرگ کے کلام کا یہی تھا مگر حق سبحانہ نے انکو تحقیق یہ جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس الزامی جواب کے لیے جو اسکی زیادہ دلچسپ تھا۔ مگر ایک واقعہ پر موقوف تھا۔ سردست کچھ جواب نہ دیا۔ تاآنکہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک وزیر بادشاہ نے اس رئیس پر کوئی جرم قائم کیا اور اسکی ہاتھ پاؤں باندھ دیے اور اسکی علاموں کو بھی شکیبہ میں دیدیا۔ اور کہا کہ اس رئیس کا خزانہ بتلاؤ۔ اور اس کا راز ہم سے کہہ دو۔ ورنہ ہم تمہاری زبان اور تمہارا گلہ کاٹ ڈالیں گے ایک ہفتہ تک برابر انکو تکلیف دی۔ اور رات دن ان کے لیے شکیبہ اور دباؤ اور ایذا رہتی اور مارتے مارتے ان کے ٹوٹے اڑا دیے تھے۔ مگر کسی نے بھی اس رئیس کا راز ظاہر نہیں کیا۔ اس پر ملطف غیبی نے خواب میں ان بزرگ سے کہا کہ جناب آپ اس رئیس کے غلاموں سے غلامی سیکھئے اور آجائے ہم ویسے ہی انعامات کرنے کو تیار ہیں جیسے وہ آقا کرتا تھا تم تو اسکی غلاموں کی سی وفاداری نہ سیکھو اور مجھ سے اس کا سلوک چاہو۔ کتنی بڑی بے انصافی کی بات ہے۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لے وہ شخص جس نے بے گناہوں پر زیادتی کی ہے تو حق سبحانہ کے اس جواب سے سبق حاصل کر اور سمجھ کہ تجھ کو اگر کسی سے تکلیف پہنچے تو اس کا سبب خود تو ہے کیونکہ تو نے اور میں پر ظلم کیا تھا۔ اور میں نے تجھ پر ظلم کیا پس جو کچھ تو نے اسی کو سال بھر پہن اور جو کچھ تو بوائے اسی کو سال بھر کھا۔ یہی جو کچھ تو کرے اس کا غیازہ بھگت۔

یاد رکھ کہ تجھ کو جو ہر وقت رنج پہنچتے رہتے ہیں یہ سب تیرے کو تو لوں کے نتائج ہیں اور جنت العلم کے معنی یہی ہیں کہ ہماری عادت راستے سے نہیں ہٹتی اسلئے اچھا فانی ملتی ہے اور برے کو بُرائی۔ پس اگر تم کو مضار سے بچنا مقصود ہے تو اطاعت حق سبحانہ کرو۔ کیونکہ وہ حقیقی قیوم موجود ہے اور افعال کی نگرانی کر رہا ہے ایسی حالت میں اگر تم سرکشی کرو گے تو یاد رکھو کہ اس کا قہر تمہارے لیے موجود ہے۔ دیکھو جب آدمی میطیع ہو جاتا ہے تو پھر اسکو قہر حق سبحانہ کا کھٹکا نہیں رہتا اور وہ عقاب حق سبحانہ سے

واقع میں مطمئن ہو جاتا ہے اور خوف سے نجات پا جاتا ہے (مگر خود اسکو مطمئن نہ ہونا چاہیے) اور واقع میں اسکو حق سبحانہ سے کوئی خوف نہیں رہتا (مگر اسے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسیرے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے) کیونکہ دشمنی و عتاب سرکشوں کی طرف سے ہے اور حق سبحانہ کی طرف سے تو بے خوفی ہے یعنی عتاب سرکشی سے پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ وہ تو نہایت رحیم ہیں اور حق سبحانہ کا تشدد تو نا فرمانوں اور سرکشوں پر ہوتا ہے نہ کہ مطیعین پر اور تکلیف تو۔۔۔ اسی وقت تک رہتی ہے جب تک آدمی مجبوسِ ناسوت رہے ورنہ جبکہ وہ بذریعہ طاعت کے مطیع بہ ملکوت ہو گیا اس وقت اسکو کچھ تکلیف نہیں ہوتی جبکہ یہ معلوم ہو گیا تو اب تمکو چاہیے کہ طاعت میں مشغول ہو۔ اور جبر میں کچھ نہیں دھراؤ اسے چھوڑ دو۔ جب تم جبر کو چھوڑ دو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اصل حقیقت جبر کیا ہے پس تم اس جبر کو جس کو کابل لوگوں نے کام نہ کرنے کا حیلہ بنا رکھا ہے چھوڑ دو۔ تاکہ تم اس جبر سے آگاہ ہو۔ جو جان کی طرح عزیز ہے وہ جبر یہ ہے کہ آدمی اپنے اختیار کو حق سبحانہ کی مرضی کے تابع کرے اور اپنے کو اس کی خواہش کا آلہ بنا کر خود معطل ہو جائے۔ یہ جبر محمود ہے اور قابلِ تحصیل ہے۔

برخلاف جبر سابق الذکر کے۔ جس کو کابل لوگ اپنے کام کرنے کا حیلہ بناتے ہیں۔۔۔ یہاں تک تو مولانا نے عوام کو نصیحت فرمائی تھی جو کہ کچھ کام نہیں کرنا چاہتے اور عذریہ کرتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں۔ اب ان ناقصین کی اصلاح فرماتے ہیں۔ جو مشائخ یا معلم بنے ہوئے ہیں اور اپنی اصلاح کی فکر نہیں کرتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے وہ لوگو! جو اپنے کو اچھا اور بڑھیا سمجھتے ہو اور اسلئے طالبین کے فکر میں منہمک ہو۔ تم مطلوبی خلق کو چھوڑو اور طالب حق بنو اور اے وہ لوگ! جن کے باطن میں رات سے زیادہ سناٹا ہے۔ تم اپنی گفتگو کے خریدار کیجئے تاکہ تلاش کرو گے۔ اس لغو حرکت کو چھوڑو اور کمال حاصل کرو۔ لوگ تمہاری باتیں سن سن کے جھوٹے ہیں۔ تم اس کو پسند کرتے ہو۔ اور ایسے لوگوں کو تلاش کرتے ہو۔ سو ان کی تلاش ہی میں تمہارا وقت ضائع ہو گیا۔ اور

نہ حاصل کیا۔ شاید تم میری نصیحت کو رشک اور حسد پر محمول کرو۔ اور کہو کہ تم ہمارے
 اور حسد نہ کرو۔ ایسے میں کہتا ہوں کہ بھلے مانسو! یہ کچھ چیز بھی ہو جس کے حاصل نہ ہونے
 پر کوئی رشک کر لگتا۔ تم سوچو تو سہی کہ ایک لاشے کے فوت ہونے پر کوئی کیا رشک کر سکتا
 ہے پس تم میری گفتگو کو حسد پر محمول نہ کرو اور سمجھو کہ تم جو عوام کی تعلیم و تلقین میں
 مصروف ہو۔ اس کا کوئی معتد بہ نتیجہ نہیں ہے کیونکہ ان کی تعلیم ایسی ہے جیسے ڈھیلے
 پر عمدہ نقش بنانا کہ ذرا سی ٹھیس لگی ڈھیلا ٹوٹ گیا اور تمہاری ساری محنت اکارت ہو گئی
 پس تم اس دھندے کو چھوڑ دو۔ اور خود اپنے کو عشق و معرفت حق سبحانہ سکھلاؤ کیونکہ یہ
 پتھر کی کجیر اور پائدار ہے اسلئے اس کا نفع بھی دائم ہوگا۔

دیکھو! تمہاری ہستی جو کہ ایک فادار شاگرد ہو کر ہمیشہ تمہارے پاس رہے گا۔
 تم اسے کیوں نہیں تعلیم کرتے۔ اغیار تو فانی اور بے وفا ہیں انہیں کہاں ڈھونڈتے ہو پس
 ان کو چھوڑ دو اور اپنے کو تعلیم دو۔ دیکھو! جب تک تم دوسروں کو فاضل اور لائق بنانے
 کی کوشش کرتے ہو اس وقت تک اپنے کو بدخوا اور خالی کرتے ہو۔ اس کی دودھ جہیں
 اول یہ کہ عوام کے ساتھ احتلاط ہوگا۔ ان کے اختلاط سے تمہارے اندر سے صفات حمیدہ
 زائل ہوں گی اور صفات ذمیرہ جلنے لگیں گی۔ دوسری یہ کہ گفتگو میں یہ خاص اثر ہے
 کہ اس کی کیفیات قلبیہ میں فتور واقع ہوتا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ تعلیم عوام کو ترک
 کیا جائے۔ بل جب تمہارا قلب عالم غیب سے تعلق پیدا کر لے جو کہ ہر معرفت کا معدن ہے
 تو اس وقت خوب گفتگو کرو اور خالی ہونے سے نہ ڈرو کیونکہ جس قدر ذخیرہ خرچ ہوگا۔
 اس قدر یا اس زائد آمد ہو جائیگی پس خالی ہونے کا اندیشہ نہ رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ کہو اور لوگوں
 کو حکم دیا ہے کہ خاموش ہو۔ کیونکہ قل کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا باطن مثل دریا کے ہے
 اس میں کمی نہ آنے کی پس خوب کہو اور انصیتوا کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا پانی ختم ہو جانے
 والا ہے پس تم اسے برباد نہ کرو۔ کیونکہ خود تمہارے باغ دل کو اس کی ضرورت ہے
 خیر یہ بات تو حجت نہ ہوگی لہذا ہم اسے مختصر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بابا تم کھٹنگو

چھوڑو اور اپنے انجام پر نظر کرو۔ مجھے غیرت آتی ہے کہ لوگ تمہارے سامنے کھڑے ہیں اور بزبان حال تمہارا مذاق اُٹا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں تمہیں نے کیا سے احمق بنالیا ہے۔ یہ لوگ تمہارے سچے عاشق نہیں ہیں تمہارے سچے عاشق پردہ کرم کے پیچھے برابر آوازیں دے رہے ہیں اور تمہیں اپنی طرف بلارہے ہیں پس تم اپنے ان غیبی عاشقوں پر عاشق ہو۔ اور عاشقانہ پھرجوزہ نہ بناؤ۔ جنہوں نے تم کو فریب اور کشش سے چٹ کر لیا ہے اور برس ہو گئے مگر تم کو ان سے ذرا سا ہی حقیقی نفع حاصل نہیں ہوا۔

خلاصہ یہ کہ معارف الہیہ یا ملائکہ جو شاہدانِ غیبی ہیں وہ تمہارے طالب اور تم کو اپنی طرف بلاتے ہیں پس تم ان کے طالب بنو اور عام خریداروں کو اپنا مطلوب نہ بناؤ کیونکہ گناہی ہیں۔ اور تم کو حقیقی نفع نہیں پہنچا سکتے بلکہ الٹا ضرر پہنچاتے ہیں کہ تم کو اپنے میں مشغول کر کے تجارتِ آخرت سے روکتے ہیں۔

دیکھو تم کب تک شاہراہ عام پر تماشہ کر گئے اور اپنے کمال کی شہرت دیکر لوگوں کو اپنی طرف مائل کر دے آخر اس کا کچھ نتیجہ بھی۔ اب تک تم نے اس طریق سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا اور وہ حاصل بھی ہوا۔ اور لوگ تمہارے معتقد بھی ہو گئے۔ مگر آخرت کا مقصد جو کہ اصل مقصود ہے کچھ حاصل نہ ہوا۔ پس تم کو چاہیے کہ ان کو چھوڑو اور حق سبحانہ کے ساتھ مشغولیت پیدا کرو۔ یہ لوگ صرف تندرستی کے یار ہیں۔ اور تکلیف کے وقت خدا کے سوا کوئی تمہارا دوست نہیں ہے۔

اچھا بتلاؤ جب کہ تمہاری آنکھ میں یادانت میں درد ہوتا ہے تو اس وقت کیا ان میں سے کوئی تمہاری دستگیری کرتا ہے اور تمہاری تکلیف کو دور کرتا ہے کوئی نہیں کرتا۔ بجز حق سبحانہ کے۔ پس تم اپنے اسے زمانہ تکلیف اور مرض کو یاد رکھو، جس میں تم خدا سے مدد چاہتے ہو اور وہ تمہاری مدد کرتا ہے اور ایاز کی طرح پوستین سے عبرت حاصل کرو۔ پوستین جس کو ایاز ماتھ میں لیے ہوئے ہے اس سے ہماری مراد تمہاری حالت مرض ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ حالتِ مرض جو بمنزلہ پوستین ایاز کے ہے تم اسکو پیش نظر رکھو اور خدا کو نہ بھولو۔

باز جواب گفتن آں کافر جبری آں مؤمن سنی را کہ باسلام
 ہم جبری نامزد کردید از حق میگویند کہ جواب دینا جرم کبیر است و از حق
 ترک اعتقاد جبرش دعوت میکرد و از شدن مناظره از طریق
 حرکت کرنے کی دعوت دے رہا تھا اور دونوں طرف سے مناظرے کا مدار ہوتا
 کہ مادہ اشکال جواب نبرد الا عشق حقیقی کہ اور اپروا
 کیوں حراش اور جوب کے اتنے کہ سولے جیل مشق کے کوئی چیز حرم نہیں کہ ہے کیونکہ
 آں نماذو ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
 ہم کہیں بھلا نہیں دیتی اللہ اسے ادا کرتا ہے کافضل ہے وہ جگر ہا ہے عطا کیا کہ

کہ جب تک مشق خداوندی
 حاصل نہیں ہوتا انسان کی
 زبان بہت چلتی ہے اور
 اشکال و جواب میں زبان دلا
 کرتا رہتا ہے

لے جلیق بہت ہوتے
 وہ زیر کشال میں نیست
 کی باتیں کہ وہ ہیں نیست
 کی باتوں سے نہیں رہتی
 پیدا ہوگی محض سنگلاہ
 زائد کے شے نہ داند آخر کار
 کا ہی جوتا ہے وہ دینا جنت
 فزونی کی یہ بخش قیامت تک
 ختم نہ ہوگی کیونکہ دنیا میں ہر
 فرقے کی باتیں ہیں جبر و
 ملنے کا وقت، قرع، کتاب
 ہوتے تباہی نقصی یعنی فنا
 و قدر کا نیک

لے جا کر دوہرے فرقے کے
 اپنے دامن عطا کر دیئے گئے
 ہیں کہ مخالف سے عاجز رہا ہے
 مقرر یعنی لا جواب از اقبال
 یعنی مخالف اس پر غلبہ حاصل
 نہ کیے۔ رتبی جب سوج
 غروب کہ جاکہ ہے تو زمین کے
 جس رخ سے اس نے غروب
 کیا ہے اس کو سنا ہے نشانے
 آسانی تک نہیں جاتا ہے
 دنیا میں ظلمت ان کی ہے
 یہاں حق اس قدر واضح نہیں
 ہے کہ ہلکے دامن سے حق بخیر
 ہو جائے کہ

کا از اں حیراں خدا آں منطیق مرد
 جس سے وہ زیادہ ہوتے والا شخص جبران ہو گیا
 جملہ و الگویم بہائم زیر مقال
 سب بیان کیوں کہ اس بات سے وہ ہاں کہ
 کہ بدیاں ہم تو یہ یاد نشان
 جس سے تیری جو بہت نشان میں کہے گئے
 زائد کے پیدا ہو دقانون کل
 تھوڑے سے سب کہ مرہ کن ہا ہے
 ہچنین بحث مست تا حشر و شر
 حشر و شر تک ایسی ہی بحثیں ہیں
 مذہب ایشان بر افتادے زین
 قرآن کا مذہب بالکل ہر جا
 پس رسیدے ازاں راہ تباب
 قرآن ہلاکت کے راستے سے ہٹ جائے
 میدہد نشان از دلائل پر وین
 قرآن کی دلائل سے اعجاز پرورش کرتا ہے
 تا بود محبوب از اقبال خصم
 تاکہ مخالف کے اقبال سے مغلوب رہے
 در جہاں ماندے الی یوم اقیام
 قیامت کے دن تک دنیا میں الی نہیں
 کافر جبری جواب آغاز کرد
 جبری کافر نے جواب دینا شروع کیا
 ایک گرومن آں جوابات سوال
 ایک اگر میں یہ جوابات اور سوال
 زان ہم تر گفتیہا ہست ماں
 ہیں اس سے زیادہ اہم باتیں کہیں ہیں
 اند کے گفتیم زان بحث اشکل
 لے سنگلاہ اس بحث سے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا
 در میان جبری و اہل قدر
 جبرستی اور قدریوں کے درمیان
 گرفترو ماندے زد فغ خصم خویش
 اگر اپنے مخالف کی مانند سے عاجز آجاتے
 چون بڑوں شو شاں نبود و در خوا
 اگر جواب میں اس کا نقص نہ ہوتا
 چونکہ مقضی بد و اہم آں روش
 چونکہ اس روش کی مہیض کا فیصلہ ہو چکا تھا
 تا نگرد و ملزم از اشکال خصم
 تاکہ مخالف کے اعراض سے ملزم نہ رہے
 تا کہ ایں ہفتاد و دو ملت مدام
 تاکہ یہ بہشت تفتیں ہمیشہ

چوں جهان ظلمت و غیب ایس
چونکہ یہ تاریکی اندھ کی دنیا ہے
تاقیامت ماندا ایس ہفتاد و دو
تاکہ یہ ہمیشہ نرنے قیامت تک رہیں
عزت مخزن بود اندر ہسا
عزت کے اعتبار سے اس خزانہ کی قیمت ہے

عزت مقصد بود اے مختن
اے سعیت زدہ! مقصد کی عزت ہے
عزت کعبہ بوداں ناحیہ
وہ گمشدہ کعبہ کی عزت ہے
ہر روش ہر رہ کلاں محمودیت
جو روش اور راکہا جی تلافی میں ہے
ایں روش خصم و خود آں شدہ
یہ روش اس کی مخالفت اور کینہہ در جی
صدق ہر دوشدہ بیند در روش
دوش میں ہر دوشدہ کی چٹائی خیال کرتے ہے
گر جوابش نیست می بند تیز
اگر اس کے پاس جواب ہو تو جگہ ختم ہو جائے
کہ مہان بامداند ایس جواب
کہ ہمارے بڑے اس جواب کو جانتے ہیں
پوز بند و سوسہ عشق ست و بس
دوسرے نے بھلا عشق ہی ہے اور بس
عاشقے شوشتا ہر خوبے بخو
عاشق بن جیسے مشوق کا شکر کر
کے بری زان بگاں آبت برد
تس پالی سے کیا فائدہ؟ عزیز کی ہر دریا
غیر ایس معقولہ معقولہ
ان عقلی باتوں کے علاوہ معقول باتیں

از برائے سایہ می باید زین
سایہ کے لئے زین درکار ہے
کم نیاید مبتدع را گفتگو
بدھن کی گفتگو کم نہ پڑے
کہ بڑو سیار باشد قفلہا
جس پر بہت سے قفل ہوں

بیچ بیچ راہ عقبہ راہزن
گمالی کا شمار راستہ اور ٹاکر
دزدی اعراب و طول باویہ
اور بدوں کی چوری اور صحران طول
عقبہ و مانعے ورنہ نہ ست
وہ گمالی اور مانع اور ٹاکر ہے
تا مقصد در دورہ حیران شدہ
یہاں تک کہ نقطہ دون راستوں میں حیران ہو گیا
ہر فریقے در رہ خود خوش نش
ہر فریق اپنی راہ پر خوش طبع ہے
بزم نامدم تا بروز رختیز
امی وقت سے قیامت کے دن تک کیلئے
گرچہ ازما شد نہاں و جہ صواب
اگرچہ درست بات ہم سے مخفی ہو گئی ہے
ورنہ کے وسواس را بست کس
ورنہ دوسرے کو کس نے بند کیا ہے؟
صید مرغابی ہی کن جو بخو
نہر دو نہر مرغابی کا شکار کرنا
کے کئی زان فہم کہ فہمت خود
فہم سے کیا سمجھ سکتا ہے جو بی فہم کہ کھلا
یابی اندر عشق با فرو ہسا
عشق میں شوکت والی اور جیتی پائے جو

عشق و محبت میں باطل نہ ہو
عشق محض جس قدر فہمی
خود ہوتا ہے کتنے ہی فہم
فہم زیادہ ہوتے ہیں اس لئے
عشق بہت ہی عزیز ہے اس
پر جہل فہم کے قتل
ہو گئے ہیں۔
عشق مقصد مقصد
جس قدر عزیز ہوگا مقصد راض
کتنے سینے کا مقصد در مع
ہوگا اور ہاں نہ کا خوف ہوگا۔
عشق بہاؤ کی گمان۔ عزت
کسب کہ کار و در و دراز گوش
میں ہوتا اور ہواں بدوں
کی دکانوں اور صحران طول کبر
کے اختر ہونے کی دلیل ہو
ناجیہ گوش۔ آداب۔ بدو۔
بازیہ۔ صحران ہر دوش۔ جہل
فہم نے جو روش اور راہ
انتخاب کر رکھی ہے وہ سیدھے
راستہ کے گمالی اور مانع
اور ٹاکر ہے۔
عشق میں روش باطل فہم
کی روش میں راست کی روش
کے مخالف ہے اس کی وجہ
سے تقلید کرنے والا حیران ہوتا
ہے کہ کس راستہ کو اختیار کرے۔
صدق۔ وہ سمجھتا ہے کہ دونوں
راستے درست ہیں مگر جواب
اگر باطل فرقہ والا جواب ہو جائے
تو جگہ ختم ہو جائے۔
یہ کہہ کر کہ اس سوال کا جواب
ہمے نہیں آتا میرے بڑے
جانتے ہیں گے پر تجسس۔
اس طرح کے صاف صاف
عشق خداوندی سے بہت
کے ہیں۔
عشق مانعے۔ رساں ہوا
طریقہ پر جس کے راہ عشق

اختیار کر دیا اسکا ماہر خوش
 کرے کے جوی جی وہاں
 غنیمت سے تو دساں کو دور
 کرنا یا تپا ہے وہ بیکار ہیں۔
 لے مقرر عقل صادق
 کرا ہے جس کا ثواب حق
 گئے سے سات تیرے تک
 دتا ہے۔ پھر۔ اذنی حقانی۔
 آن کرنا۔ میں مری ہوئی
 نفاق۔ میں، پھر مائی ہر
 میں عشق۔ اصل حضرت
 یوسف کا حال اذنی حقانی کے
 حال کا ہوتا تھا عشق بزر۔
 مشہور مقدمہ سے من موزن
 زینت عقل استاذ عشق
 نے اپنے خدا کو پہچان لیا
 اس کی زبان کند ہوئی جیتے
 عشق ایسی حیرت پیدا کر دیا
 ہے جس سے گویا ناچار
 آجاتا ہے۔
 لے کا ترجمہ۔ عاشق ڈرنا
 ہے کہ اگر وہ زبان کو کھلا
 عشق کا راز ظاہر ہو جائے گا۔
 نتیجہ۔ کام کے زبردست ساتھ کوشش
 لاگو کرنا جس میں ہوش نہ ہو
 بعض نفوس میں عشق کام کے
 پیش کے ساتھ ہے اس کے
 مستحق ہی ہونٹ میں بعض۔
 نفوس میں کام ہے جس کے
 مستحق نا تو کہ ہی پہچان۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
 کے بیان فرماتے تھے صحابہ کرام
 حق کو خاموشی سے سنیں اور
 صاحب خاموشی آدمیوں سے ہیں
 طرح نیچے سے رہتے تھے اگر
 ان کے سر پر کوئی پرندہ چلا
 ان کو ڈرے کہ اگر وہ بولے یا
 خود پرندہ اڑ جائے گا۔
 لے فقیر جس لوگوں نے
 سکھایا کہ بیان فرمادیا ہے کہ
 احباب سے کہنے سے ان کا مروت

کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا سے اپنے آپ کو وقف کر دے وہ اللہ کی رضا سے اپنے آپ کو وقف کر دے

غیر اس عقل تو حق را عقلیات
 اس تیری عقل کے سرا ان کے پاس عقلیں ہیں
 تا بدیں عقل آوری از راق را
 تو اس عقل کے ذریعہ رزقوں کو حاصل کرے گا

عشر امثال دہنا ہفت صد
 تجھے دس گئے سات تیرے ایک معا کرے
 آن زناں چوں عقلہا در بافتند
 ان عورتوں نے جب عقلیں پار دیں
 عقل شاں یکدم تند سائی عمر
 عمر کے ساتھ نے ایکدم ان کی عقل لے لی
 اصل صدیوسف جمال و کمال
 سیکڑوں پیسوں کی اس اذنی حقانی کے
 عشق بزر و کشت اے جان میں
 لے جان : عشق بحث کراٹ رہا ہے اور میں
 حیرتے آید ز عشق آن طلق را
 عشق سے عورتی پر حیرت طاری ہو جاتی ہے
 کہ تیرے در جوابے وا دہد
 کہ نہ کہہ دیتی ہے کہ اگر جواب دے
 لب بر بند و سخت اواز خیر و شر
 بولے اور بولے سے ہونٹ خوب بالکل بند کر دیتی
 ہچمناں کہ گفت آں یار رسول
 جبکہ ان مہمالی نے نہ سنا یا ہے
 آں رسول مجتبیٰ وقت نثار
 پنجاہ ور کرنے کے وقت وہ برگزیدہ رسول
 آپنجانکہ بر سر تمر غے بود
 جس طرح کہ تیسرے سر پر پرندہ ہو
 پس نیاری ہیچ جنبیدن زجا
 تو جس سے ہل نہ سکے گا

کہ بدان تدبیر اسباب سمات
 جس سے آسان کے اسباب کی تدبیر موتی ہے
 زان دگر مفرش گئی اطلاق را
 تو اس دوسری سے آسانی، جیسوں کہ بستر بنا دیا

چوں ببازی عقل در عشق صد
 جب تو اذنی حقانی کے عشق میں عقل کی بادی لگتا
 بر رواق عشق یوسف تاختند
 در یوسف کے عشق کے بیچے پر چڑھ گئیں
 سیر کشند از خرد باقی عمر
 باقی عمر کے لئے ان کا عقل سے بیٹ بھر گیا
 لے کم از زن شو فدا می آں جمال
 لے عورت سے کہ اس حسن پر قربان ہو جا
 کو زلفت و گوشود فریاد رس
 کیونکہ گفتگو کے معاملہ میں فریاد نہیں بولتا ہے
 زہرہ نبود کہ کند او ماجرا
 اس کا پتہ نہیں رہتا کہ وہ گفتگو کرے
 گوہرے از لعل او بیرون بہند
 موتی اس کے ہونٹ سے باہر نکل پڑے گا
 تا نباید کردہاں آفت گہر
 تاکہ ایسا نہ ہو کہ گندہ میں سے موتی گر جائے
 چوں نبی بر خواندے برافضول
 جب نبی ہم ناکاروں کو سناتے
 خواستے از ما حضور صد وقار
 ہم سے سیکڑوں وقار اور حضور بقلب پہنچا
 کز فواش جان تو لرزاں شود
 جس کے ارٹانے سے تیری جان لرزتی ہو
 تا نگیرد مرغ خوب تو ہوا
 تاکہ تیرا جیس پرندہ ہوا نہ بکولے

دم نیاری زد بہ بندی سُر ذرا
نرسانس نے کے کا کھنسی کو روک دیا
ورکت شیریں بگویدا اثرش
اگر تھے کوئی شخص، جس بات کہے یا کر دے
حیرت آں مرغست غلموشت کند
حیرت نہ پرندہ ہے، جو جے غلوشت کر دیتا ہے

انباید کہ بیستہ دآں ہما
ہما کہ وہ ہما نہ آؤ سکے
بر لب نگشتے نہی یعنی خموش
نہ ہونٹ پر آئی رکے مایہی خموش رہ
بر نہد سُر دیگ ویر جوش کند
دیگ کا نہ مٹاؤ مٹے نہ ہے اس کے دھبہ نہ دیتا ہے

لے جڑت اپنے ہونٹ پر
آئی دیکھنا دوسرے کو چہ پہنچے
کاشا کو حرکت جس طرح کرے
کایندہ بات کہنے سے روکتا
ہے مقام حیرت ہی رکھتا ہے
ساک جس مقام پہنچتی
جاتا ہے قاسم کی زبان بند
ہر جاتی ہے اسل میں جوش
دعوش ہوتا ہے

شرح

اب ہم اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب سنی اپنی گفتگو کو ختم کر چکا۔ تو کافر جبری نے جواب دینا شروع کیا جس سے وہ پر گور شخص دنگ ہو گیا لیکن میں ان سوالات اور جوابات کو جو ان کے دونوں کے درمیان اکس بعد ہوئے ہیں بیان نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اگر میں ان تمام سوالوں اور جوابوں کو بیان کر دوں تو میں اس بات سے رہ جاؤں گا جو میں زیادہ ضروری سمجھ کر کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے ان سوال اور جوابوں سے زیادہ ضروری کچھ اور باتیں کہنی ہیں۔ جن سے تمہارے فہم کو ان سے بہتر۔ مضامین کا پتہ چلے گا۔

رہی اس مجادل کی گفتگو سوا اس کا کچھ حصہ تو ہم نے بیان کر ہی دیا ہے۔ رہی اسکی گفتگو سوا سے مختصر گفتگو سے تم کو اس کا طریق بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ پس اسکو چھوڑ کر ہم زیادہ ضروری باتیں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ جو زیادہ ضروری بات اس وقت ہم کو کہنی ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ اہل جبر و اہل قدر وغیرہم کے درمیان قیامت تک یوں ہی گفتگو جاری رہے گی اور اس کا کبھی خاتمہ نہ ہو گا کیونکہ اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے حریف کے جواب سے عاجز ہو جاتا تو اس کا مذہب ساقط ہو جاتا اسلئے کہ جب اس فریق کو کوئی جواب ہی نہ بن پڑتا۔ تو لا محالہ وہ اس تباہ رستہ کو چھوڑ دیتا۔ اور اس طرح اس مذہب کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن چونکہ یہ امر مقدّر ہو چکا ہے کہ یہ مذہب ہمیشہ قائم رہے گا اسلئے حق سبحانہ ان لوگوں کو دلائل سے قوت پہنچاتے رہتے ہیں اور دلائل کا القار ان کے دل

میں کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ یگروہ اپنے مقابل سے الزام نہ کھائے اور اس طرح اپنے حرف کی سحادت واقعہ یا متوہمہ سے محبوب اور محروم رہے (یعنی وہ اسکی مغلوب ہو کر اسکی اس مذہب کو قبول نہ کرے جس کو وہ اپنے زعم میں دولت اور سحادت سمجھتا ہے) اور تاکہ اس طرح یہ بہتر ان باطل مذہب۔ مذہب حق کے ساتھ دنیا میں قیامت تک باقی رہیں اور راز اس کا یہ کہ حق سبحانہ نے امتحان کی غرض سے دنیا کو عالم ظلمت و تستر حقائق بنایا ہے کیونکہ اگر اس میں حقائق بالکل بے حجاب ہوتیں۔ تو پھر امتحان بھی نہ ہو سکتا تھا اور جبکہ یہ عالم ظلمت و تستر حقائق ہے لہذا اس میں تاریکی و خفا کی ضرورت ہے اور تاریکی و خفا اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ حق کے ساتھ باطل بھی ہو۔ تاکہ وہ حق کو چھپا سکے۔ اسلئے باطل کا وجود ضروری ہوا اور بنا بریں یہ بہتر باطل فرقے قیامت تک قائم رہیں گے اور اہل بدعت و ہوا کا منہ بند نہ ہو سکے گا (خائفانہ، تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ قولہ ”از برائے سایہ می باید زمین اھ زمین سے مراد باطل ہے) شاید کسی کو شبہ نہ ہو کہ آخر اس ستر کی کیا ضرورت تھی اسلئے ہم اس کا جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ جس مطلوب کے حصول کے بہت سے موانع ہوتے ہیں وہ اسی قدر گرامی قدر سمجھا جاتا ہے اور اس کی عزت اسی میں ہے کہ اسکی لیے بہت سے موانع ہوں۔ چنانچہ خزانہ کی گراں قدری اسی میں ہے کہ اس پر بہت نفل ہوں اور مقصد سفر کی گراں قدری اسی میں ہے کہ راہ پیچ در پیچ ہو اور اس میں خطرات اور ڈاکو بہت ہوں اور کعبہ و مائتعل بہا کی عزت اسی میں ہے کہ بد و چوری کریں اور اس اور زائر کے درمیان قی و دوق صحرا واقع ہو۔ بنا بریں حق سبحانہ نے اپنی دین کی عزت کے اظہار کے لیے طالب اور دین حق کے درمیان گھاٹیاں اور موانع اور ڈاکو قائم کر دیے ہیں کیونکہ ہر نامحمد مذہب اس کے لیے گھاٹی اور مانع اور راہزن ہے۔

اور مذہب باطل۔ مذہب حق کا دشمن اور مخالف ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقلد نا حقیقت شناس اس دور راہ پر حیران کھڑا ہوا ہے اور وہ احتمالاً حق و باطل دونوں کو حق سمجھتا ہے اور جو جس راستہ پر چلے گیا ہے اور جس جو مذہب اختیار کر لیا ہے وہ اسی کو

حق سمجھ کر اسی سے خوش ہے اور جو کوئی اسکو سمجھاتا ہے اور دلائل سے اسکی بطلان کو واضح کرتا ہے تو جہاں تک اسکو ہو سکتا ہے اس کا رد کرتا ہے اور اگر اسکو رد نہیں ہو سکتا تو فوراً یہ کہہ کر قیامت تک کے لیے اس جھگڑے کو ختم کر دیتا ہے کہ ہمارے علم اس کا جواب جانتے ہیں۔ گو ہم کو اس کا صحیح جواب معلوم نہیں اور اسکو اس مذہب کے بطلان کا دوسرے تک نہیں ہو سکتا۔ جانتے ہو اسکی کیا وجہ ہے؟ اسکی وجہ صرف یہ ہی ہے کہ وہ اس مذہب پر عاشق ہے۔

پس سے ثابت ہوا کہ وسوسہ کا منہ بند کرنے والا صرف عشق ہے ورنہ وسوسہ کو کوئی نہیں روک سکتا۔ جب تم کو یہ معلوم ہو گیا تو اب تم کو چاہیے کہ تم اس دین پر عاشق ہو۔ جو کہ واقع میں اچھا ہے اور مذہب باطلہ پر عاشق نہ ہو۔ اور ندیوں میں مرفاخی کا شکار کرو۔ صحرایں سور کا شکار نہ کرو۔ یعنی دین حق کے طالب ہو۔ باطل کے پیچھے نہ پڑو۔ تم باطل کو اسلئے اختیار کرتے ہو کہ اس ہم کو نفع ہو گا اور فہم حقائق حاصل ہوگی لیکن یہ تمہاری غلطی ہے اسلئے کہ جو مذہب انجام کار تم کو ذلیل کرنے والا ہے اس تم کو کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا اور جو کہ تمہاری رہی سہی سمجھ کو بھی چٹ کر جانے والا ہے لان جبکہ الشیء یحییٰ یصمہ اس تم کو سمجھ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر تم کہو کہ مذہب حق کو اختیار کرنے سے بھی تو عقل جاتی رہے گی۔ کیونکہ جبکہ الشیء یحییٰ یصمہ اس پر صادق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو مذہب حق پر عاشق ہو کر بھی تمہاری عقل جاتی رہے گی۔ مگر اس بعد تمہیں اور نہایت باشان و شوکت عقل ملے گی جو اس عقل سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔ کیونکہ حق سبحانہ کے پاس اس عقل کے سوا۔ جسک تم اپنے اسباب معاش ہتیا کرتے ہو اور بھی بڑی بڑی عقلیں ہیں یہاں تک کہ اس عقل سے تو تم رزقوں ہی۔ کو ہتیا کرتے ہو اور وہ عقل جو کہ حق سبحانہ کے خزانہ عقول میں محفوظ ہے اور جو تم کو اس عقل کے کھولنے کے بعد ملے گی اس تم آسمانوں کو زمین بنا سکتے ہو۔ یعنی اسکی ذریعہ تم اتنی روحانی بلند پروازی کر سکتے ہو کہ آسمان تمہاری بلندی اور عرفی روحانی کے مقابلہ میں انہیں زمین معلوم ہوں گے۔

الغرض! جب تم حق سبحانہ کے عشق میں اپنی عقل کو کھود دو گے تو وہ تم کو اسکے معائنہ

میں دس گنا سے ایک سو گنا تک عقل عطا فرادیں گے کیونکہ جب مال خرچ کر نیوالوں
لئے اس قدر العام کا وعدہ فرمایا ہے تو جو عقل خرچ کرے گا وہ تو اس انجام کا بالادلی مستحق
ہے۔ دیکھو جبکہ زنانہ مصر نے یوسف علیہ السلام پر عاشق ہو کر اپنی عقلیں کھودی تھیں
اور اس بھولے ساقی نے ان کی عقلیں سلب کر لی تھیں تو انکو تمام عمر اپنے عقول رفتہ کا افسوس
نہیں ہوا تھا۔ اور وہ عمر بھر کے لیے اُن سے سیر ہو گئیں تھیں۔ پس جبکہ جمال یوسف کے
لیے عقل کا کھویا جانا باعث افسوس نہیں ہے تو حق سبحانہ کا جمال جو کہ سیکڑوں یوسفوں کے
جمال کا منبع ہے اس کے لئے عقل کا کھویا جانا کیوں باعث افسوس ہوگا۔

ارے تم تو عورتوں سے بھی کم عقل اور کم ہمت ہو تم کو چاہیئے کہ مرد بنو اور جمال حتیٰ پر
پر قربان ہو جاؤ۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ عشق جو کہ گفتگو کے زلفہ سے چھڑاتا ہے۔ وہ ہی بحث
و مباحثہ کو ختم کرتا ہے۔ اس کے بغیر اعتراضات و جوابات کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ جب عشق
آجاتا ہے تو اس کے اہل نطق پر حیرت طاری ہو جاتی ہے اور ان کی جہاں نہیں ہوتی۔ کہ بات
کر سکیں۔ کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر معترض کا جواب دیا جاتا ہے تو ان کے منہ سے ایک
موتی نکلا جاتا ہے (خاندکادہ مولانا نے خیال یار کے ہٹ جانے موتی کا ضائع ہونا قرار
دیا ہے اور چونکہ کلام اس کے ضائع ہونے کا سبب ہوا ہے اس لئے کلام کے منہ سے
نکلنے کو اس موتی کا نکلتا قرار دیا ہے۔ علیہ اعلم) عاشق کی حالت یہی ہوتی ہے جس کا
نقشہ ایک صحابی نے یوں کھینچا کہ جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہم کو قرآن وغیرہ سناتے تو ہم سے ایسا حضور اور ایسا سکون چلہتے جیسے کسی کے
سر پر جانور بیٹھا ہو۔ جس کے ضائع ہو جانے کا اس کو نہایت خوف ہو اور اس لئے
وہ اپنے جگہ سے حرکت بھی نہ کر سکتا ہو۔ تاکہ اس کے سر سے وہ عمدہ جانور اڑ نہ جائے
اور سانس بھی نہ لے سکتا ہو اور کھانسنے کو بھی روکتا ہو۔ تاکہ وہ مبارک جانور پڑا
نہ کر جائے اور اگر ایسی حالت کوئی اسے برا بھلا بھی کہے تو وہ بھی اس کو بھی جواب
نہ دے اور منہ پر انگلی رکھ کر کہہ دے کہ بھائی ذرا خاموش رہو۔ ایسا نہ ہو میرا شکا

جاتا رہے۔

القصہ حیرت عشق ہی وہ جانور ہے جو تم کو خاموش کر سکتا ہے اور تم پر
چینی رکھ کر پکاسکتے۔ یعنی تمہارا منہ بند کر کے اندر اندر تم کو کامل بنا سکتی ہے پس
تم حیرت عشق حاصل کرو اور قیل و قال کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اس کے تم مقصود تک ہرگز نہیں
پہنچ سکتے۔ قمر الربع الثالث بعون اللہ تعالیٰ۔

نوٹ: ۱۔ ربع ثانی میں محمود اور ایاز کا قصہ واقع ہوا تھا جو کہ ان میں تمام نہ ہوا تھا
ربع رابع میں اس کو تمام کیا جائے گا۔ ۱۲ منہ



